افضل المناقب

حیات و تعلیمات

حضرت خواجہ محمد افضل خان قادری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

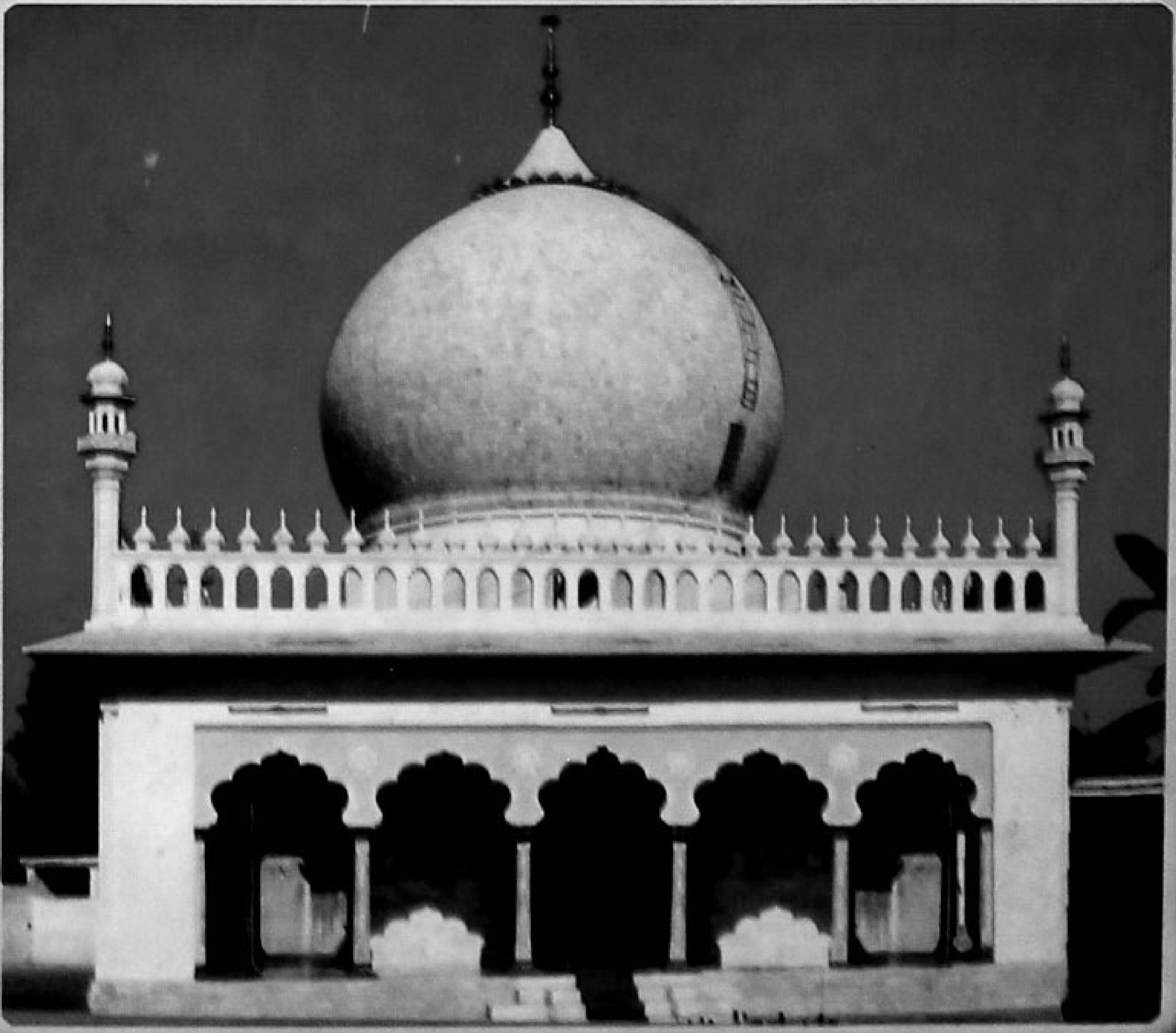

تصنیف لطیف

حاجی محبوب احمد چشتی قادری

ترتیب و تہذیب

پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

Marfat.com

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

والذین آمنوا اشد حبا للہ

در خرمن کائنات چوں کردیم نگاہ
یک دانہ محبت است باقی ہمہ کاہ

افضل المناقب

حیات و تعلیمات

برہان العاشقین صاحب ترک و تجرید، فنافی اللہ، باقی باللہ، المتخلق باخلاق اللہ

حضرت خواجہ محمد افضل خان قادری چشتی نظامی رحمۃ اللہ علیہ

المعروف

خان جی سرکار رحمۃ اللہ علیہ

تصنیف لطیف
حاجی محبوب احمد چشتی قادری

ترتیب و تہذیب
پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

تکیہ شریف ہری پور ہزارہ

Marfat.com

نام کتاب : افضل المناقب

تصنیفِ لطیف : حاجی محبوب احمد چشتی قادری

ترتیب وتہذیب : پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

ٹائیٹل : خورشید عالم گوہر قلم

کمپوزنگ : راشد بن رشید، القمر کمونیکیشن، لاہور

زیرِ انصرام : تکیہ شریف، ہری پور، ہزارہ

طبع اول : جنوری ۲۰۰۶ء

تعداد : ۱۰۰۰

صفحات : ۱۸۳

جملہ حقوق محفوظ ہیں

Marfat.com

دارا و سکندر سے وہ مردِ فقیر اَولیٰ

ہو جس کی فقیری میں بُوئے اسداللّٰہی

حضرت خواجہ محمد افضل خان قادری چشتیؒ

Marfat.com

حضرت حاجی بابا محبت علی خانؒ

Marfat.com

حاجی محبوب احمد چشتی نظامی

Marfat.com

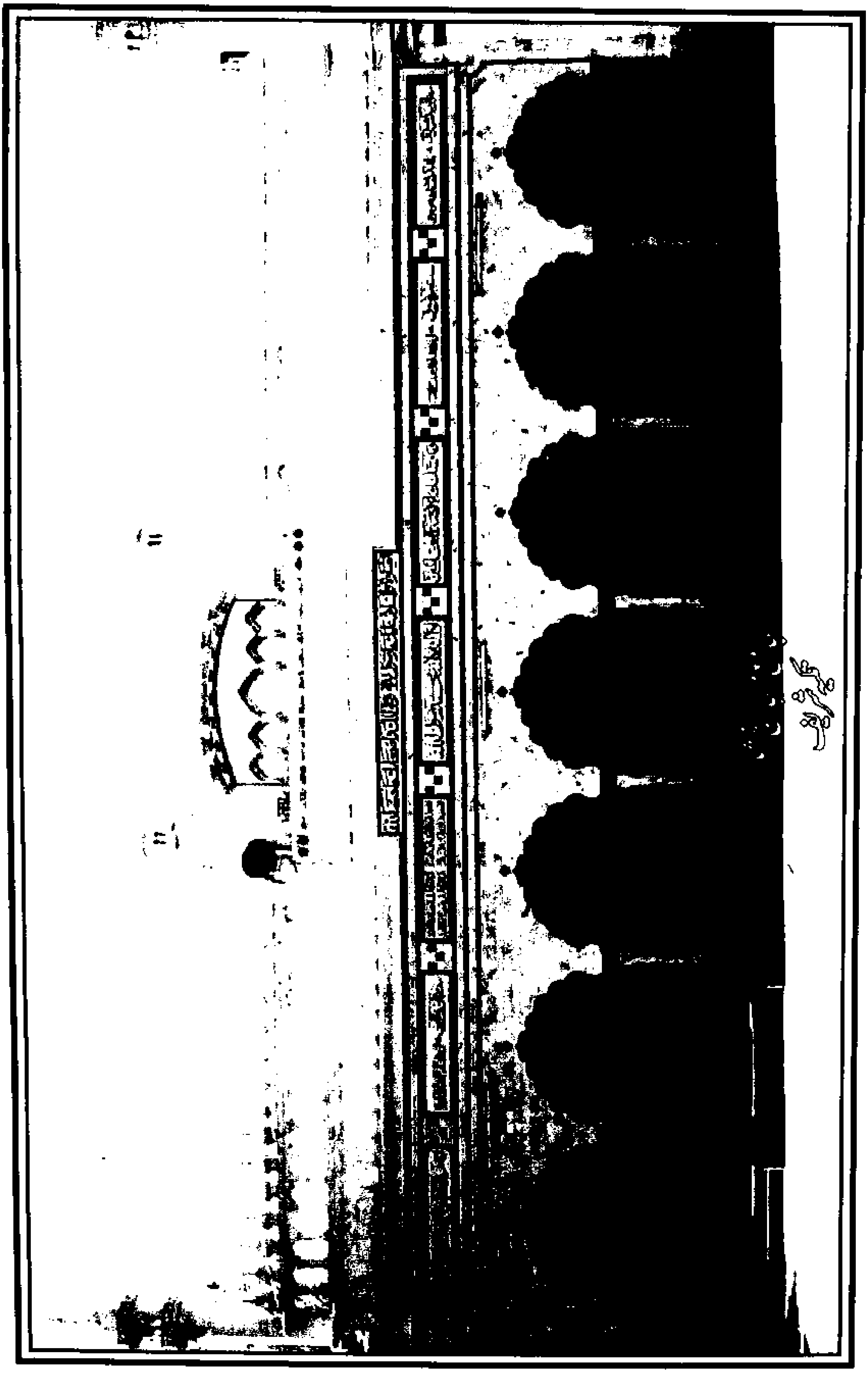

Marfat.com

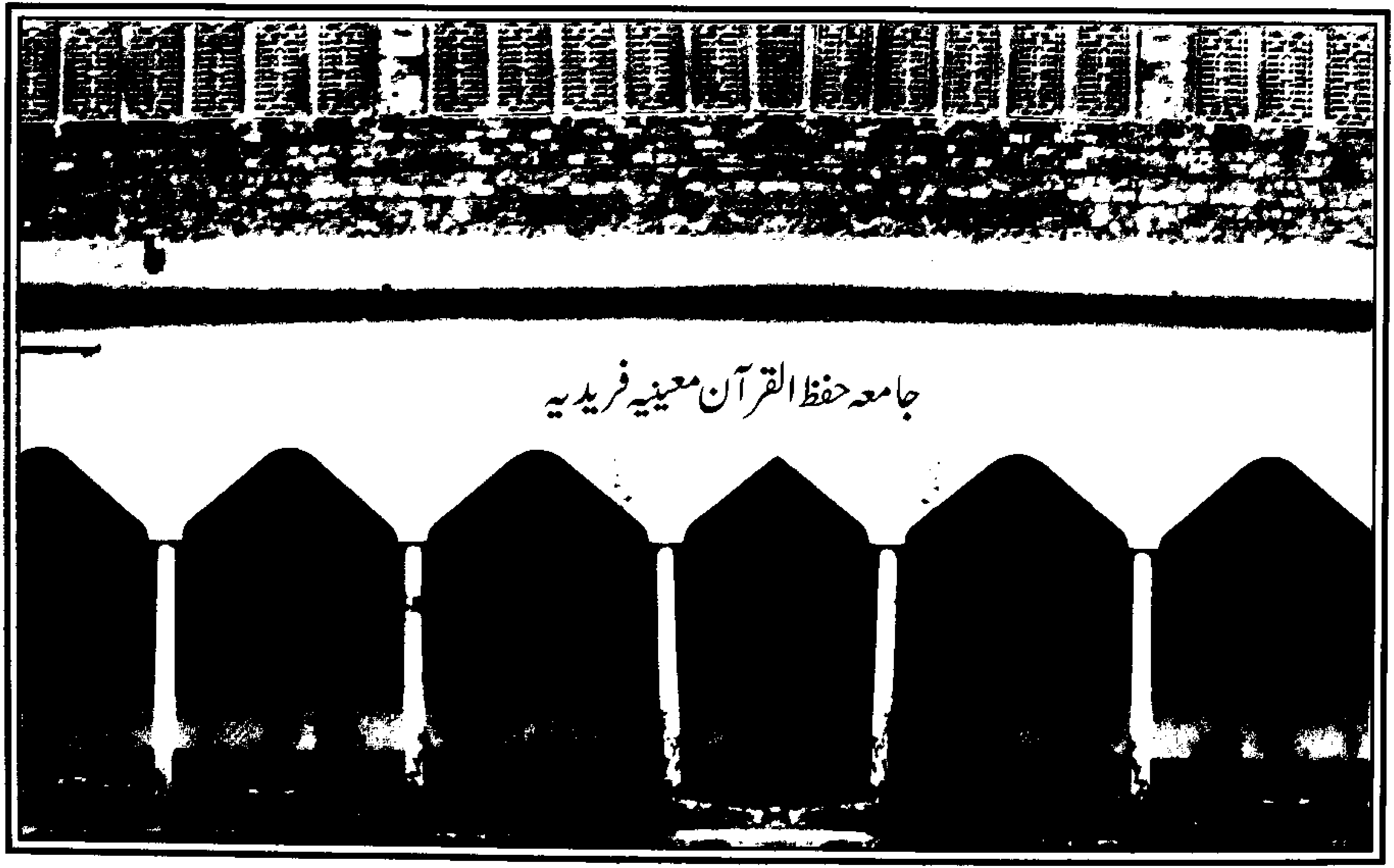

جامعہ حفظ القرآن معینیہ فریدیہ

"بھورا" —— خلوت خانہ

آبادی سے دور ویران جگہ، جہاں آپؒ
ہرسال سردیوں کے تین چار مہینے تنہائی میں
گزارتے تھے۔

Marfat.com

انتساب

میں اپنی یہ حقیر سی کاوش

خواجگان چشت اہل بہشت

کی بارگاہ بے کس پناہ میں

نذر کرتا ہوں۔

محبوب احمد

Marfat.com

فہرست

۱۔	عرض مؤلف	۱۹
۲۔	تقریظ	۲۳
۳۔	حرف سپاس	۳۴
۴۔	درویش کامل	۳۸
۵۔	حیات وتعلیمات	۴۱
۶۔	ابتدائیہ	۴۳
۷۔	خاندانی پس منظر	۴۹
۸۔	ولادت باسعادت کی بشارت	۵۰
۹۔	زمانہ طفولیت اور حصول تعلیم	۵۱
۱۰۔	والدین کی وفات حسرت آیات	۵۳
۱۱۔	معاملہ فہمی	۵۴
۱۲۔	روحانی تربیت کے لیے ایک مجذوب کی آمد	۵۵
۱۳۔	مرد کامل کی جستجو	۵۷
۱۴۔	حضرت حاجی بابا محبت علی خانؒ	۵۹
۱۵۔	دنیا سے بے رغبتی	۶۱
۱۶۔	سسرال والوں کا جرگہ	۶۳
۱۷۔	مولانا سکندر علی مرحوم کی نصیحت	۶۴
۱۸۔	حقوق العباد کی پاسداری	۶۵
۱۹۔	بہنوں کی بے قراری	۶۶
۲۰۔	مجاذیب کا اعتراف حقیقت	۶۷
۲۱۔	''شاہ محمد سے تکیہ خواجہ محمد افضل خانؒ'' تک	۶۷
۲۲۔	ریاضت ومجاہدہ	۶۹

Marfat.com

۲۴۔ باطنی تربیت ۷۳

۲۵۔ بیعت وارادت ۷۴

۲۶۔ حلیہ مبارک، عادات واطوار اور معمولات ۷۶

۲۷۔ عجز وانکسار ۸۱

۲۸۔ میرے لیے اللہ ہی کافی ہے ۸۳

۲۹۔ لنگر کا اجرا اور قبول فتوح ۸۶

۳۰۔ توکل اور تعمیر مسجد ۸۸

۳۱۔ باطنی نعمت کی بشارت ۸۹

۳۲۔ بنام دوست سر مستم ۹۰

۳۴۔ مریدوں کی ضعیف الاعتقادی اور فکر آخرت ۹۱

۳۵۔ ایک مادرزاد ولی اللہ سے ملاقات ۹۲

۳۶۔ قتیل عشق ''خان جی'' ۸۴

۳۷۔ ایک عجیب خواب ۹۵

۳۸۔ آزمائش کا سامنا ۹۶

۳۹۔ آداب عشق، کیفیت جذب اور ذوق سماع ۹۷

۴۰۔ آپؒ سے نسبت کا طریقہ ۱۰۰

۴۱۔ محبت شیخ ہی اصل میں بیعت ہے ۱۰۱

۴۲۔ ترک سکونت کا ارادہ اور مجذوب کی راہنمائی ۱۰۴

۴۳۔ خلوت گزینی ۱۰۶

۴۴۔ خواب میں انتقال کی پیش گوئی ۱۰۸

۴۵۔ حیات مستعار کے آخری ایام اور سفر آخرت ۱۰۹

۴۶۔ تجہیز وتکفین ۱۱۳

۴۷۔ جنازہ پر ابابیل کا ہجوم ۱۱۵

۴۸۔ بعد از وصال خواب میں زیارت ۱۱۵

Marfat.com

۴۹۔	کشف و کرامات اور رویائے صادقہ	۱۱۷
۵۰۔	تکیہ شریف میں جنات کی حاضری	۱۲۲
۵۱۔	لاعلاج مرض سے شفا	۱۲۳
۵۲۔	کینسر کا علاج	۱۲۳
۵۳۔	سلب مرض	۱۲۴
۵۴۔	اقبال خان اور چڑیل	۱۲۵
۵۶۔	طوائف سے جان خلاصی	۱۲۶
۵۷۔	تھانیدار کا عبرت ناک انجام	۱۲۷
۵۸۔	کھانے میں برکت	۱۲۸
۵۹۔	آپ کی دعا سے باران رحمت	۱۲۹
۶۰۔	مقدمہ قتل کا ملزم بری	۱۳۰
۶۱۔	خواص خان اور فتوح کی فراوانی	۱۳۲
۶۲۔	خیر اللہ خان اور سید گل پیر کی بد دعا	۱۳۴
۶۳۔	حسنین کریمینؑ کی زیارت	۱۳۵
۶۴۔	سرکار بغدادؒ کی دستگیری	۱۳۷
۶۵۔	خواجہ غریب نوازؒ کی غریب نوازیاں	۱۳۸
۶۶۔	تسخیر نفس	۱۳۹
۶۷۔	روحانی علاج گاہ	۱۴۱
۶۸۔	حضرت بابو جی گولڑوی کے بارے میں اظہار عقیدت	۱۴۲
۶۹۔	خواب میں تانگا بابا جھنڈراں والے کی زیارت	۱۴۳
۷۰۔	حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑوی کی نصیحت	۱۴۵
۷۱۔	مولانا سکندر علی مرحوم کا خواب	۱۴۶
۷۲۔	سیاسی لیڈروں کی ہوس پرستی	۱۴۸
۷۳۔	ایثار و قربانی کا اجر	۱۴۹
۷۴۔	کشمیری نمبردار کا خواب	۱۵۰

Marfat.com

۷۵۔	خانقاہوں پر محکمہ اوقاف کا قبضہ	۱۵۱
۷۶۔	نعرہ ''حق ہُو'' کی تاثیر	۱۵۳
۷۷۔	ایک مجذوب کا اعتراف عظمت	۱۵۴
۷۸۔	تکیہ والے خان صاحب کے سپاہی	۱۵۵
۷۹۔	زیارت حرمین شریفین	۱۵۶
۸۰۔	حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے عرس پر حاضری	۱۵۶
۸۱۔	حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر حاضری	۱۵۷
۸۲۔	تسخیر جنات کا انجام	۱۵۸
۸۳۔	تکیہ شریف میں سانپوں کی کثرت	۱۶۰
۸۴۔	تکیہ شریف کے درویش	۱۶۱
۸۵۔	سائیں گوہر الرحمٰن مرحوم	۱۶۳
۸۶۔	سائیں عجب گل المعروف طالب اجمیری	۱۶۳
۸۷۔	سائیں حیات محمد	۱۶۵
۸۸۔	مُلا بابا خادم خانقاہ	۱۶۶
۸۹۔	سائیں کرم دین لانگری	۱۶۶
۹۰۔	پیر محمد داؤد شاہ فریدی	۱۶۷
۹۱۔	سیّد تصدق حسین شاہ	۱۶۹
۹۲۔	تکیہ شریف سے وابستہ قوال	۱۷۱
۹۳۔	مبارک علی، نیاز علی قوال	۱۷۲
۹۴۔	خیر اللہ خان قوال	۱۷۲
۹۵۔	ملفوظات	۱۷۳
۹۶۔	منظومات	۱۷۷
۹۷۔	شجرہ شریف	۱۷۸

Marfat.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عرضِ مصنف

بندہ عشق شدی ترکِ نسب کن جامی
کہ در ایں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

میری پیدائش پاکستان کے معرض وجود میں آنے سے چار پانچ برس قبل موضع بیروٹ، تحصیل وضلع ایبٹ آباد میں ہوئی۔ ہمارا خاندان جناب نبی پاک (ﷺ) کے چچا حضرت عباسؓ کی اولاد سے ہے۔ دنیا میں آنکھیں کھولیں تو خود کو یتیم پایا۔ میری ولادت سے چالیس روز قبل والد محترم منشی محمد نواز خان، ۲۸ برس کی عمر میں رحلت کر گئے تھے۔ پسماندگان میں میری والدہ، بڑا بھائی اور دو بہنیں رہ گئیں۔ موضع بیروٹ، ضلع ہزارہ کی مشرقی حد پر واقع ہے۔ سنا ہے پیدائش کے وقت میرا نام محمد مسکین رکھا گیا تھا لیکن بعد میں تبدیل کر کے محبوب احمد کر دیا گیا۔

میری والدہ محترمہ نے بڑے ناز و نعمت میں پرورش پائی تھی۔ لیکن میرے والد کے اچانک وفات پا جانے کے بعد، اولاد کی خاطر مرحومہ کو بڑے مصائب کا سامنا کرنا پڑا۔ غیروں نے تو کیا اپنوں نے بھی ساتھ چھوڑ دیا۔ اگرچہ میرے ننہال والے آسودہ حال تھے لیکن انھوں نے یہ سوچ کر اپنی بیٹی کا ساتھ دینے سے انکار کر دیا کہ دوسروں کی اولاد کی پرورش کیوں کریں۔ جو تھوڑی بہت زمین والد مرحوم کے حصہ میں تھی چچاؤں نے چھین لی۔ ان تکلیف دہ حالات میں والدہ کچھ سنبھلی ہی تھیں کہ بڑا بھائی عین شباب میں وفات پا گیا اور بہنوں کی شادیاں ہو گئیں۔ اس طرح والدہ بالکل تنہا رہ گئیں۔

میں نے آٹھویں تک آبائی گاؤں میں تعلیم حاصل کی۔ البتہ میٹرک کا امتحان ۱۹۶۲ء میں گورنمنٹ ہائی سکول بکوٹ سے پاس کیا۔ جو ہمارے گاؤں سے ۱۵ کلومیٹر دور ہے۔ ارادہ یہ تھا کہ میٹرک کے بعد کراچی جا کر ملازمت کروں گا اور ساتھ ہی سلسلۂ تعلیم بھی جاری رکھوں گا۔ لیکن

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کے تکوینی امور کو انسانی عقل سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان چاہتا کچھ ہے اور اس کے ساتھ ہو کچھ جاتا ہے۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول **عرفت ربی بفسخ العزائم** (میں نے عزائم (ارادوں) کی شکست سے اپنے رب کو پہچانا) برحق ہے۔

اس دوران میں ایک دیرینہ دوست سے ملاقات ہوئی جو راولپنڈی میں زیر تعلیم تھا۔ اس نے مشورہ دیا کہ میں کراچی نہ جاؤں بلکہ راولپنڈی ہی کے کسی کالج میں داخلہ لے لوں۔ لیکن وہاں تمام کالجوں میں داخلے مکمل ہو چکے تھے۔ ربیع الاول شریف کا مہینہ تھا، چونکہ اللہ والوں سے عقیدت و محبت کا جذبہ پیدائشی تھا اس لیے عید میلاد النبی (ﷺ) کے سلسلے میں منعقد ہونے والے ایک جلسے (لال کرتی...راولپنڈی) میں شریک ہوا، جس میں مولانا مطیع الرضا قادری مرحوم سے ملاقات ہوئی۔ اللہ تعالیٰ مولانا مرحوم پر لاکھ لاکھ رحمتیں نازل فرمائے، میرے ساتھ انتہائی خلوص و محبت سے پیش آئے۔ اخلاقی و مالی ہر طرح کی مدد کی۔ مولانا مرحوم نے بتایا کہ ہری پور میں رفیق نور نامی میرے ایک واقف کار ہیں، ان کے پاس جاؤ، وہ تمہیں وہاں کالج میں داخلہ دلوا دیں گے، بعد میں راولپنڈی کے کسی کالج میں مائیگریشن کروالینا۔ ہری پور میں چونکہ نیا نیا انٹرمیڈیٹ کالج بنا تھا اس لیے آسانی سے داخلہ مل گیا۔ لیکن کالج کے ساتھ ہاسٹل نہ ہونے کی وجہ سے رہائش کی تکلیف تھی۔ دو تین ماہ ادھر اُدھر رہ کر گزارے۔ اتفاقاً ایک دن کلیام شریف (نزد مندرہ، گوجر خان) جانا ہوا۔ وہاں میرا ایک چچا زاد بھائی اور چچی رہتے تھے۔ ان کی زبانی معلوم ہوا کہ ہری پور میں ایک جگہ ”تکیہ شریف“ کے نام سے معروف ہے، جہاں سے ایک بزرگ حضرت خواجہ محمد افضل خان المعروف ”خان جی سرکار“ حضرت بابا کلیامی کے عرس میں حاضر ہوتے ہیں اور ان دنوں میں میری چچی کے گھر قیام فرماتے ہیں۔ چنانچہ کلیام شریف سے واپسی پر بعد از نماز عصر تکیہ شریف، حضرت خواجہ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ان دنوں امرود کا پھل عام تھا۔ تکیہ شریف سے متصل بھی امرود ہی کا باغ تھا۔ حضرت خواجہ صاحب نے امرود سے حاضرین کی تواضع کی۔ آپ کا معمول تھا کہ جس پھل کا موسم ہوتا تو زائرین کو وہ پھل ضرور عطا کرتے۔

Marfat.com

حضرت قبلہ سرکار جی" سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے نظر اُٹھا کر دیکھا۔ وہ کیا نظر تھی، میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔

ان کی نگاہ میں کوئی جادو ضرور تھا
جس پر پڑی تو اس کے جگر میں اتر گئی

انتہائی شفقت آمیز لہجے میں میرا حال دریافت کیا اور اپنے خادم خاص سائیں گوہرالرحمن سے فرمایا کہ کسی واقف کار سے اسے مکان کرایہ پر لے دو۔ دو تین دن بلا ناغہ حاضر خدمت ہوتا رہا۔ ایک دن بصد عجز وانکسار عرض کیا کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں یہیں رہ کر کالج جایا کروں۔ آپ نے فرمایا کہ تم کالج پڑھنے آئے ہو، یہاں زمین پر چٹائی بچھا کر سونا پڑتا ہے اور کھانے کو باسی روٹی ملتی ہے۔ میں نے عرض کیا کہ آپ کی شفقت ومہربانی سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی چیز نہیں۔ چنانچہ تکیہ شریف میں رہنے کی اجازت مرحمت فرمائی۔ ایک سال کے بعد کالج کی زندگی سے دل اچاٹ ہوگیا اور میں نے کالج جانا چھوڑ دیا۔ پرنسپل صاحب کو پتہ چلا تو میرے ہم جماعت طالبعلم مجھے بلانے کے لیے بھیجے اور کہلا بھیجا کہ ہم تمہاری ہر طرح سے مدد کرنے کو تیار ہیں، سلسلہ تعلیم منقطع نہ کریں۔ لیکن میں تو کسی اور "مکتب" کا طالب علم بن چکا تھا۔

والدہ محترمہ کو اطلاع ہوئی تو بڑی ناراض ہوئیں کہ تم نے کالج جانا چھوڑ دیا۔ میں نے بڑی مصیبتوں اور تکلیفوں سے تمہاری پرورش کی تھی کہ بڑھاپے میں میرا سہارا بنو گے۔ ادھر دورانِ تعلیم گاؤں کے لوگ خداداد قابلیت وشرافت کی وجہ سے میری عزت کرتے تھے اور عمر رسیدہ لوگ اپنی نجی محفلوں میں کہا کرتے تھے کہ منشی محمد نواز کا یہ لڑکا ایک دن بڑا آدمی بنے گا۔ لیکن مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل خاص سے اس مردِ قلندر کی غلامی کا شرف عطا کیا جس سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی عز وشرف نہیں ہوسکتا۔

تیری نسبت نے سنوارا مرا انداز حیات
میں اگر تیرا نہ ہوتا سگ دنیا ہوتا

میرے والد مرحوم کو منشی کہنے کی وجہ یہ تھی کہ انگریزی دورِ حکومت میں دیہات میں پڑھے

Marfat.com

لکھے لوگ بہت کم ہوا کرتے تھے۔ جو کچھ پڑھ لکھ جاتا اسے منشی کہا جاتا تھا۔

کچھ عرصہ گزرا تو والدہ محترمہ راضی ہو گئیں۔ میں گاؤں میں ملاقات کے لیے گیا تو فرمایا: ''بیٹا! میرا اللہ مالک ہے میں نے تمہیں تمام حقوق بخش دیئے ہیں، اب جس راستے پر چل دیئے ہو اس سے پیچھے نہ ہٹنا۔ میری دعائیں تمہارے ساتھ ہیں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں کامیاب و کامران فرمائے۔''

لیکن افسوس! میری والدہ جنوری ۱۹۸۲ء میں مجھے داغ مفارقت دے گئیں۔ کوہ مری کا راستہ شدید برف باری کی وجہ سے بند تھا اس لیے میں جنازہ میں پہنچ سکا اور نہ ہی والدہ کا آخری دیدار کر سکا۔ سنا ہے آخری وقت تک یاد کرتی رہیں کہ میرا محبوب آیا ہے کہ نہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

قارئین کرام! میں نے درج بالا سطور میں اپنا مختصر تعارف اس لیے لکھ دیا ہے کہ مستقبل میں میری ذات کے متعلق کوئی خواہ مخواہ تعریفوں کے پل نہ باندھے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل و کرم تھا کہ مجھ جیسے حقیر انسان کو اپنے ایک محبوب بندے کی خدمت میں رہنے کا موقع عطا فرمایا۔ الحمدللہ! حضرت خواجہؒ کی غلامی میں ۲۵ برس کا عرصہ گزارا۔ یہ آپ کی انتہائی شفقت و مہربانی تھی کہ میری لغزش و خطا کو کبھی نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ اپنے کرم خاص سے ہی نوازا۔

منت منہ کہ خدمت سلطان ہمی کنی

منت ازو بداں کہ بخدمت گماشتت

ترجمہ: تو بادشاہ کی خدمت کا احسان بادشاہ پر نہ رکھ۔ بلکہ یہ اس کا احسان سمجھ کہ اس نے تجھے اپنی خدمت میں لگا رکھا ہے۔

محبوب احمد

تکیہ شریف، ہری پور (ہزارہ)

۲-جنوری ۲۰۰۶ء

یکم ذوالحج ۱۴۲۶ھ

Marfat.com

تقریظ

جون ۲۰۰۱ء کی ایک تپتی دوپہر کو میں نیشنل بنک سرگودھا کے ائیر کنڈیشنڈ زونل آفس میں اپنے ایک دوست حاجی محمد منیر سے ملنے گیا۔ دورانِ گفتگو میں نے اگلے روز چند دوستوں کے ہمراہ ایبٹ آباد اور وادی کاغان کے پروگرام کا ذکر کیا تو حاجی صاحب نے کہا کہ ایبٹ آباد کے راستے میں ہری پور سے ملحق گاؤں شاہ محمد میں چشتیہ سلسلے کی ایک خانقاہ ہے جو" تکیہ خواجہ محمد افضل خانؒ " کے نام سے موسوم ہے، وہاں ضرور جایئے گا۔ میں وہاں کے سجادہ نشین حضرت حاجی محبوب احمد صاحب مدظلہٗ کو فون کر کے تمھاری آمد سے مطلع کر دوں گا۔ چشتیہ سلسلہ، تکیہ اور محبوب جیسے دلنواز الفاظ نے دامنِ دل کھینچا اور میں نے طے کر لیا کہ کل ان شاء اللہ وہاں ضرور حاضری دوں گا۔ چنانچہ اگلے روز دوستوں کے ہمراہ کشاں کشاں تکیہ شریف پہنچا۔ ظہر کا وقت تھا۔ باجماعت نماز ادا کرنے کے بعد ایک صاحب سے، جن کی وضع قطع سے محسوس ہو رہا تھا کہ خانقاہ کے متعلقین میں سے ہیں، سجادہ نشین صاحب کے بارے میں دریافت کیا۔ انھوں نے مسکرا کر میرا ہاتھ تھام لیا اور اپنے ساتھ لے جا کر ایک کچے برآمدے میں بچھی ہوئی دری پر بٹھا دیا۔ مجھے تذبذب کی کیفیت میں دیکھ کر انھوں نے اپنا تعارف یوں کرایا کہ" مجھے محبوب احمد کہتے ہیں اور میں تکیہ شریف کا خادم ہوں۔ "

میرے ذہن میں منصب سجادگی کے لوازمات میں شان و شوکت، ٹھاٹ باٹ اور بعض دیگر منفرد خصوصیات کا جو ایک تصور تھا، خواجہ صاحب کو دیکھ کر وہ رفو چکر ہو گیا اور میں سوچنے لگا کہ سلف صالحین کے ہاں کسی اللہ والے کے آستان کے خدمتگار کا جو رنگ ڈھنگ متعین کیا گیا

Marfat.com

ہے، اس کی کتنی دل افروز جھلک تکیہ شریف کے سجادہ نشین میں نظر آ رہی ہے۔ تب سے تکیہ شریف سے میرے تعلقات استوار ہونا شروع ہوئے اور بحمد اللہ میں اس رشتہ محبت و اخلاص پر مطمئن و مسرور ہوں۔

حضرت حاجی محبوب احمد صاحب مدظلہٗ ایک وضع دار شخصیت رکھنے کے ساتھ ساتھ دوستوں کے پکے اور بے لوث دوست ہیں۔ جس سے جس سطح کے تعلقات استوار ہوئے انھیں اسی انداز میں نبھاتے ہیں۔ دوستی کا مطلب غالباً آپ کے نزدیک دوست کے لیے سب کچھ قربان کر دینے کے سوا کچھ نہیں۔ ایک مرتبہ رات کو میں نے فون کیا کہ طبیعت اداس ہے، لیکن کالج کی مصروفیات آڑے آ رہی ہیں ورنہ ضرور حاضر ہوتا۔ اگلے دن صبح آپ نے فون پر اطلاع دی کہ میں ملنے آ رہا ہوں، دوپہر تک پہنچ جاؤں گا۔ چنانچہ آڑھائی تین سو کلومیٹر کا سفر طے کر کے محض دلجوئی اور ملاقات کے لیے آئے اور تین چار گھنٹے قیام کے بعد واپس تشریف لے گئے۔ محبت و پیار کی اقدار کا ایسا احترام، مادیت کے اس پُرفتن دور میں مفقود نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ آپ کا یہ اندازِ مروّت تمام دوستوں کے ساتھ یکساں ہے۔

بہت لگتا ہے جی صحبت میں اس کی
وہ اپنی ذات سے اک انجمن ہے

سیاست کے کوچے سے بالکل نابلد بلکہ متوحش ہیں۔ آپ کے نزدیک آج کی سیاست، خصوصیات کے لحاظ سے خالصتاً دنیا داری ہے۔ ہوسِ اقتدار نے لوگوں کو اندھا کر دیا ہے اور وہ کرسی منصب کے حصول کے لیے اخلاق و کردار کی تمام اقدار پامال کر دیتے ہیں۔ سیاست سے گریز کے طبعی میلان کی وجہ سے آپ نے اپنی ذات اور تکیہ شریف کے ماحول کو اس کی آلودگی سے ہمیشہ پاک و صاف رکھا۔ یہاں تک کہ اگر کوئی سیاسی لیڈر الیکشن میں کامیابی کے

لیے محض دعا کی غرض سے تکیہ شریف حاضر ہونا چاہے تو فرما دیتے ہیں کہ اس مقصد کے لیے یہاں آنے کی ضرورت نہیں، میں تمھارے لیے دعا کر دوں گا۔

بانیِ خانقاہ حضرت خواجہ محمد افضل خانؒ کے عہدِ حیات میں تکیہ شریف کی تعمیرات بس ایک چھوٹی سی مسجد اور دو تین حجروں پر مشتمل تھیں۔ ۱۸ سال کے مختصر عرصہ میں آپ نے ایک عالی شان مسجد، حضرت خواجہؒ کے مزار پر دیدہ زیب گنبد، وسیع و عریض مہمان خانہ اور جامعہ حفظ القرآن کی خوش منظر عمارتیں تعمیر کرائیں۔ یہ دلکش عمارتیں اپنے بنانے والے کے ذوقِ تعمیر کی نفاست و لطافت کی غمازی کر رہی ہیں۔ ظاہری وسائل کے لحاظ سے خانقاہ کی آمدن نہ ہونے کے برابر ہے اور دوسری طرف اپنے شیخ طریقت کا یہ ملفوظ بھی ہمیشہ آپ کے پیشِ نظر رہا ہے کہ ''درویش کے لیے مخلوق کے سامنے دستِ طلب دراز کرنا مطلق حرام ہے۔ عنداللہ نیکی وہی مقبول ہے، جس کی بندہ کو استطاعت ہو۔'' اس تناظر میں یہ عظیم الشان عمارتیں، صاحب تعمیر کے اخلاصِ قلب کی زندہ کرامت ہی کہی جا سکتی ہیں۔

حضرت حاجی صاحب نے اپنے پیر و مرشد کے احوال و افکار ''افضل المناقب'' کے نام سے تالیف کیے ہیں۔ اولیاء اللہ کی سیرت و کردار اور ان کی تعلیمات، مادیت کے اس گمراہ کن دور میں روشنی کا ایک ایسا مینار ہیں، جو دلوں کے تاریک گوشوں کو ایمان و عرفان کے نور سے منور کر رہی ہیں۔ فاضل مؤلف نے حضرت خواجہ علیہ الرحمہ کے سوانح پر قلم اٹھا کر جہاں اپنے لیے ڈھیروں اجر و ثواب اکٹھا کر لیا ہے۔ وہاں انھوں نے تعلیماتِ سلوک و تصوف سے شغف رکھنے والے قارئین کو شریعت و طریقت کے کٹھن راستے پر راہنمائی کا سامان بھی بہم پہنچایا ہے۔ الطاف حسین حالی نے ''حیاتِ سعدی'' کے دیباچہ میں ایک انگریز سکالر کا قول نقل کیا ہے کہ ''اسلاف کے سوانح چلا چلا کر اور سمندر کے طوفان کی طرح غل مچا کر یہ آواز دیتے ہیں کہ

Marfat.com

جاؤ اور تم بھی ایسے کام کرو۔'' ایسے صوفیا و اولیاء کے تذکرے جنھوں نے اپنے تن من دھن کو تزکیہ نفس یا اللہ تعالیٰ کی رضا جوئی میں وقف کر دیا ہو، اس زمانے کے لیے جب کہ ہر طرف سے مادیت کا شور، دنیا دنیا کی پکار اور پیٹ کی دہائی سنائی دیتی ہو، بہت مفید اور کار آمد ثابت ہوتے ہیں۔ پند و نصائح اور اخلاقی کتب اس قدر مفید نہیں ہوتیں جس قدر اللہ والوں کے تذکرے، جو خود پاکیزہ اخلاق کے نمونہ ہوں۔ وہ صرف باتیں ہیں اور یہ کام، وہ صرف مردہ الفاظ ہیں اور یہ زندہ اعمال۔

مؤلف مناقب نے عرصہ حیات کے ۲۵ سال اپنے مرشد طریقت کی خدمت میں ہمہ وقت حاضر رہ کر گزارے۔ وہ آپؒ کی خلوتوں اور جلوتوں کے محرمِ راز ہیں۔ حضرت خواجہ کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، کھانا پینا، سونا جاگنا، ذکر و فکر، عبادت و ریاضت، افکار و تعلیمات غرض زندگی کا کوئی ایسا گوشہ اور شخصیت کا کوئی ایسا پہلو نہیں جو ان کی نگاہوں سے اوجھل رہا ہو۔ زیرِ نظر کتاب کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ ایک مرید صادق نے اپنی آنکھ سے پیر کامل کے ظاہر و باطن کا جس طرح مشاہدہ کیا اور انھیں جیسا پایا، اپنے تاثرات و مشاہدات کو بغیر کسی لگی لپٹی کے صفحۂ قرطاس پر منتقل کر دیا۔ سنی سنائی اور روایت کردہ باتوں کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔

انھیں اپنے پیر و مرشد سے بے پناہ محبت و عقیدت تھی۔ جس کا اظہار خاص طور پر کتاب کی ابتدا میں عرضِ مؤلف اور ابتدائیہ سے ہوتا ہے۔ دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے، کے مصداق کتاب کا ایک ایک لفظ اس قلبی ربط کا گواہ ہے۔ عرضِ مؤلف میں لکھتے ہیں'' مجھے اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے اس مردِ قلندر کی غلامی کا شرف عطا کیا جس سے بڑھ کر میرے لیے اور کوئی عز و شرف نہیں ہو سکتا۔

Marfat.com

تیری نسبت نے سنوارا مرا اندازِ حیات

مَیں اگر تیرا نہ ہوتا سگِ دنیا ہوتا''

حضرت خواجہؒ سے اپنی پہلی ملاقات کا ذکر کرتے ہوئے یوں رقمطراز ہیں: ''حضرت قبلہ سرکارجیؒ سے ملاقات ہوئی۔ آپ نے نظر اٹھا کر دیکھا۔ وہ کیا نظر تھی، میں الفاظ میں بیان نہیں کرسکتا۔'' ایک جگہ لکھتے ہیں ''یہ آپ کی انتہائی شفقت ومہربانی تھی کہ میری لغزش وخطا کو بھی نہیں دیکھا بلکہ ہمیشہ اپنے کرمِ خاص سے ہی نوازا۔''

حضرت خواجہؒ نے بھی اس خدمت اور عقیدت کی قدر دانی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی۔ قرب وہمرازی کے منصب پر بس انھی کو فائز رکھا۔ آپؒ کی خلوتوں کے راز ونیاز میں صرف انھی کو اذنِ باریابی حاصل ہوتا تھا۔ دو مختلف مواقع پر اس شفقت وکرم نے جس طرح اظہار پایا اس کا ذکر یقیناً قارئین کو محظوظ کرے گا۔

ایک موقع پر حاجی محمد دین صاحب حضرت خواجہؒ کی حجامت بنا رہے تھے۔ عرض کی کہ مَیں حج کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اگر آپ بھی پسند فرمائیں تو آپ کی درخواست جمع کرادی جائے۔ آپ نے فرمایا: ہم درویشوں پر حج فرض نہیں ہے۔ کیونکہ درویش صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ باقی رہا اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے گھر کی زیارت، یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن میں اکیلا نہیں جاؤں گا (مؤلف کتاب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے) میرے ساتھ محبوب بھی ہے۔'' یہاں لفظ ''محبوب'' کتنا دلکش، برجستہ اور ذومعنی ہے۔ صاحبانِ ذوق یقیناً اس لطیف اشارے سے محظوظ ہونگے جو حضرتؒ کے فرمان میں مستور ہے۔

اولیاء اللہ کو ظاہری زندگی میں جو باطنی نعمتیں عطا ہوتی ہیں ان کی تکمیل ان کے وصال کے لمحات میں ہوتی ہے۔ عالمِ فنا سے عالم بقا کی طرف مراجعت کے وقت ان پر

Marfat.com

انوار وتجلیاتِ الٰہیہ کا نزول ہوتا ہے۔ اس شبھ گھڑی میں ان کے کرم، عطا کی خیرات صرف اسی خوش نصیب کو ملتی ہے جس نے حق خدمت و غلامی ادا کیا ہو۔ اسی لمحاتی کرم سے انسان وہ کچھ پالیتا ہے جو وہ صد سالہ طاعتِ بے ریا سے بھی حاصل نہیں کرسکتا۔ حضرت خواجہ شمس العارفین سیالویؒ کے وصال کے وقت آپ کا سرِ مبارک میرے جدِ امجد حضرت خواجہ معظم الدینؒ کی گود میں تھا۔ ایمان و عرفان کی ایسی کونسی دولت تھی جو اس لمحے حضرت پیر سیالؒ کے وسیلۂ کرم سے خواجہ معظم آبادیؒ کو عطا نہ ہوئی ہوگی۔

جس شب حضرت خواجہ محمد افضل خانؒ کا وصال ہوا، اس شب آپ کے حجرہ میں صرف حضرت حاجی محبوب احمد صاحب حاضرِ خدمت تھے۔ افضل المناقب میں حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کا ایک ملفوظ درج ہے کہ ''ایک بزرگ انتقال کے وقت اکیلے تھے۔ اپنوں اور غیروں میں سے کوئی بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ بس وہ تھے اور حق تعالیٰ۔ یہ کیفیت بڑی عالی شان اور بلند مرتبہ ہوتی ہے۔'' اور ان گھڑیوں میں کہ جب ''وہ ہوں'' اور حق تعالیٰ اور ایک ''تیسرا'' بھی، جسے وہ اپنے پاس رکھ لیں۔ تو خود اندازہ لگا لیجئے کہ انوار کے ملکوتی عالم میں اس تیسرے کا کیا ''رنگ'' ہوگا۔

افضل المناقب کو موضوع کے لحاظ سے تین حصوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ پہلے حصے میں صاحب مناقب کے بارے میں سوانحی معلومات اور آپ کی شخصیت کے چیدہ چیدہ خصائص اجاگر کیے گئے ہیں۔ کہیں کہیں ایسے اشارے بھی ملتے ہیں جن سے آپ کے روحانی مقامات و کمالات کا کچھ اندازہ ہوتا ہے۔

کتاب کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ قدرت نے حضرت خواجہ محمد افضل خانؒ کی ذات میں بچپن ہی سے شرافت و نجابت، عفت و عصمت، مہر و وفا، سوز و گداز، کیف و مستی،

Marfat.com

ریاضت و مجاہدہ، تسلیم و رضا، عجز و انکساری، معاملات دنیا سے بے نیازی، غریب نوازی، معاملات سلوک وتصوف سے رغبت، تسخیر نفس اور اللہ کی ذات پہ کامل بھروسہ ایسے خصائل ودیعت کر دیئے تھے۔ جو رفتہ رفتہ تربیت نفس اور محنت و ریاضت سے پختہ تر ہوتے چلے گئے۔ نتیجۃً یہ جملہ اوصاف ایک مرد کامل کے روپ میں مجسم نظر آنے لگے۔

حضرت خواجہؒ کی ذات ویسے تو اوصاف حمیدہ کا مرقع ہے لیکن آپ میں جو وصف سب سے نمایاں ہے وہ استغنا و خودداری ہے۔ مال و جائیداد اور اسباب دنیا سے قطع تعلق کر کے اپنے آپ کو محض اللہ کی محبت کے لیے وقف کر لینے سے انسان کو بارگاہ خداوندی سے استغنا وخودداری کی نعمت عطا ہوتی ہے۔ تب ایسے مرد غیور کی نظر میں صرف ''وہی'' ہوتا ہے ''اور'' کچھ نہیں۔

رچ بس گیا ہے ذہن میں ناصر کسی کا روپ
اب کیا کریں گے ہم کوئی شاہکار دیکھ کر

حضرت خواجہؒ نے عشق ومحبت کے بیابان میں قدم رکھتے ہی اپنا مال و دولت اور موروثی جائیداد اللہ کی راہ میں تقسیم کر دی اور محض اللہ پر بھروسہ کرتے ہوئے گھر سے مٹی کا ایک پیالہ اور مصلیٰ اٹھا کر تکیہ شریف میں اقامت پذیر ہو گئے۔ مادی و دنیاوی خواہشات سے مکمل کنارہ کشی کر لی۔ یہاں تک کہ بعد میں جب ''فتوحات کا سلسلہ شروع ہوا تب بھی آپ نے کسی چیز کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ اگر ایک ہاتھ سے کچھ آیا تو دوسرے ہاتھ سے فی سبیل اللہ دے دیا اور خود درویشوں کے ساتھ روکھی روٹی کھانے کو ترجیح دی۔'' سرکار کی اسی عظمت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے آپ کے پیر صحبت حضرت بابا محبت علی خان نے ارشاد فرمایا تھا کہ ''جس نے معنوی سید کو دیکھنا ہو وہ ہمارے خان صاحب (سرکار قبلہ) •

Marfat.com

دیکھ لے۔ کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے عشق میں سب کچھ لٹا دیا ہے اور خود بھی جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔'' اور باباجیؒ نے ہی ایک دوسرے موقع پر فرمایا تھا کہ ''میری زندگی کا حاصل افضل خان ہے۔''

قیام پاکستان سے قبل ایک انگریز زائر نے مہمانوں کے لیے رہائشی مکانات اور حجرے تعمیر کرنے کی خواہش ظاہر کی تو آپؒ نے فرمایا: ''مجھے تعمیرات سے اتنی دلچسپی ہوتی تو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اس ویران جگہ کیوں آباد ہوتا۔'' مزاج میں ایسی بے نیازی تھی کہ زندگی بھر کسی دنیا دار کی دعوت میں شرکت نہیں کی۔ ایک موقع پر فرمایا کہ ''جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر دنیا ٹھکرا چکا ہو اسے دوسروں کی دنیا سے کیا غرض۔'' فرماتے تھے کہ اللہ رب العزت کے علاوہ کسی دوسرے پر تکیہ رکھنا غیرتِ عشق کے خلاف ہے۔

فردوس کو بھی آنکھ اٹھا دیکھتے نہیں
کس درجہ سیر چشم ہیں کوئے بتاں کے لوگ

یہاں آپؒ کی شخصیت کے مختلف پہلوؤں کا تفصیلی جائزہ پیش کیا جا سکتا ہے لیکن خوف طوالت مانع ہے۔ البتہ افضل المناقب سے چند اقتباسات نقل کیے دیتا ہوں جن سے آپ کی شخصیت و کردار کے بعض پنہاں گوشے اور آپ کی تعلیمات کی کچھ جھلکیاں نمایاں ہو جاتی ہیں:

''آپؒ کے اندر اللہ تعالیٰ نے عشق کی ایسی آگ بھر دی تھی کہ دسمبر اور جنوری کی انتہائی سرد اور یخ بستہ راتوں میں بھی حجرے کی کھڑکی کھولے رکھتے تھے۔''

''دوسروں کی کمزوریوں کو موضوع بحث بنانے سے گریز فرماتے اور اصلاح کے لیے بالعموم بالواسطہ طریقہ اختیار فرماتے تھے۔''

Marfat.com

فرمایا: ''آخرت میں سوائے اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور سرورِ عالم صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت کے، کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا۔''

فرمایا: ''میرے نزدیک اصل بیعت وارادت تو محبت پیرومرشد ہے۔''

فرمایا: ''بیعت سے مراد شیخ کامل کو اپنی ذات کا اختیار دے دینا ہے۔''

فرمایا: ''پچاس سالہ عہد حیات میں مجھے ایک انسان بھی ایسا نہیں ملا جو محض حصول معرفت خداوندی کے لیے میرے پاس آیا ہو۔ لوگ کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض لے کر یہاں آتے ہیں۔''

فرمایا: ''جس طرح کی نفسانی خواہش میں مبتلا کوئی شخص ملنے آتا ہے، اسی طرح کا اثر طبیعت پر پڑتا ہے۔''

فرمایا: ''لوگ پیروں فقیروں کے پاس محض اس لیے جاتے ہیں کہ ان کی دعا سے راتوں رات لکھ پتی بن جائیں۔''

فرمایا: ''انسان کی حماقت وجہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ زندگی بھر وہ مال ودولت اکٹھی کرنے میں لگا رہتا ہے، لیکن مرتا ہے تو اس کے بدن سے کپڑے بھی اتار لیے جاتے ہیں۔''

فرمایا: ''مال ودولت تو آنے جانے کی چیز ہے، عزت نفس کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔''

کتاب کے دوسرے حصے میں حضرت خواجہؒ کے کشف وکرامات اور رویائے صادقہ کا ذکر ہے۔ اولیاء اللہ کی سب سے بڑی کرامت ان کا شریعتِ مطہرہ پر عمل پیرا ہونا ہے۔ حضرت خواجہؒ کی حیاتِ طیبہ کا ہر لمحہ شریعت مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا کے احترام واتباع

Marfat.com

میں گزرا۔ معمولات زندگی کی جزئیات میں بھی سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو مدنظر رکھا۔ البتہ کتاب میں حضرت کی کئی ایک کرامات کا ذکر بھی کیا گیا ہے جو مافوق الفطرت امور سے متعلق ہیں۔ مثلاً کئی لاعلاج مریضوں کو اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا و برکت سے شفائے کاملہ عطا کی۔ کئی بدکار و گنہگار آپ کی نگاہ عنایت سے عصیاں کے قعر مذلت سے نکل آئے۔ قحط و خشک سالی کے دنوں میں آپ کی دعا کو بارگاہ رب العزت میں پذیرائی عطا ہوئی اور خوب بارش ہوئی۔ تکیہ شریف میں سانپ بکثرت موجود رہتے تھے لیکن کبھی کسی کو گزند نہیں پہنچی۔

حضرت خواجہ کے کئی ایک خوابوں کا ذکر بھی کیا گیا ہے۔ جو مکاشفات کی ذیل میں آتے ہیں۔ ان سے آپ کے تزکیہ باطن اور روحانی کمالات کی طرف اشارے ملتے ہیں۔

کتاب کے تیسرے اور آخری حصے میں تکیہ شریف کے چند درویشوں اور قوالوں کا ذکر ہے۔ یہ وہ درویش تھے جنھوں نے اپنی زندگیاں حصول معرفت کے لیے وقف کر دیں۔ اس مقصد کے لیے وہ عمر بھر حضرت کی خدمت میں حاضر رہے۔ حضرت خواجہ کی لج پالی دیکھیے کہ اپنے قرب میں رہنے والوں کو، ان کے مرنے کے بعد بھی اپنے سے دور نہیں کیا۔ تقریباً سبھی درویش تکیہ شریف کے احاطہ میں مدفون ہیں۔

حضرت کی حیات مبارکہ میں اعراس کے موقع پر حاضر ہونے والے قوال اب بھی بدستور حاضر ہوتے ہیں اور صاحبانِ ذوق کو عارفانہ کلام اور اپنے ارغوانی گلوں سے محظوظ کرتے ہیں۔

حضرت حاجی محبوب احمد مدظلہ نے حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتی قادریؒ کے حالات زندگی اور آپ کی روحانی و باطنی کیفیات و مقامات پر قلم اٹھا کر آپ کے متعلقین و متوسلین پر بہت بڑا احسان کیا ہے۔ آپ کے اسلوب نگارش کا اعجاز ہے کہ کتاب کے مطالعہ

Marfat.com

کے دوران میں قاری اپنے آپ کو حضرت خواجہؒ کی محفل میں حاضر پاتا ہے اور اپنے جذبات و احساسات میں وہی کیفیات محسوس کرتا ہے جو حضرتؒ کی خدمت میں بیٹھنے والوں پر طاری رہتی تھیں۔ درحقیقت افضل المناقب، مؤلف کی اپنے پیر و مرشد سے عقیدت و ارادت اور اخلاص و محبت کا نقشِ جمیل ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کی اس سعی و کاوش کو شرف قبول عطا فرمائے اور حضرت خواجہؒ کے فیوض و برکات کا وافر حصہ ہمیشہ آپ کے نصیب میں رہے۔ آمین بجاہِ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

پروفیسر صاحبزادہ محمد مسعود احمد

معظم آباد شریف (سرگودھا)

Marfat.com

حرف سپاس

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمد للّٰہ الذی جعل الظّلمات والنورہ معطی الحزن والسرور o والصلوٰۃ والسلام علیٰ رسولہٖ وحبیبہٖ سیّد یوم النشور o وعلیٰ الہٖ وصحبہٖ الیٰ یوم البعثِ والنشورo

حسن اتفاق سے میں ایک دفعہ اپنے ایک واقف کار کی معرفت، تکیہ خواجہ محمد افضل خانؒ حاضر ہوا۔ حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ ایک سادہ سے کچے کمرے کے آگے بنے ہوئے برآمدہ میں چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ کیف و جذب اور روحانیت کے نور سے چہرہ منور تھا۔ صاف ستھرا لباس زیب بدن تھا۔ معلوم ہوا کہ قریبی گاؤں شاہ محمد کے خوانین میں سے ہیں۔ صاحب جائیداد اور متمول حیثیت کے مالک تھے۔ لیکن جب روحانیت و معرفت کی طرف مائل ہوئے تو سب کچھ چھوڑ کر گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اپنوں، بیگانوں سے یکسر منہ موڑ لیا اور ہمہ تن خدا کی یاد اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول ہو گئے۔ اپنے باغ کا کچھ حصہ صاف کر کے وہیں اپنا مسکن (تکیہ شریف) بنا لیا۔

حضرت خواجہ صاحبؒ ایک دنیاوی غرض لے کر اللہ کے ایک مقبول بندے کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ لیکن ان کے باطنی تصرّف نے دنیا ہی بدل ڈالی۔ دنیا و دنیاداری کے جملہ امور و اسباب سے متنفر ہو گئے اور اپنے آپ کو محض اللہ کی محبت کے لیے وقف کر دیا۔

Marfat.com

عبادت و ریاضت کے ذوق سے آپ کی باطنی تربیت ہونے لگی اور رفتہ رفتہ روحانی منازل طے کرتے ہوئے قرب وولایت کے اعلیٰ درجے پر فائز ہوئے۔

آپؒ کے علوِ مرتبت اور اخلاق حمیدہ کی وجہ سے مخلوق خدا آپؒ کی طرف راغب ہونے لگی۔ آپؒ کی نظر کیمیا اثر کا فیضان تھا کہ سینکڑوں گنہگار اور سیاہ بخت، آپ سے نسبت پا کر عفت مآب اور خوش نصیب ٹھہرے۔ روحانی مقاصد کے حصول کے لیے آپؒ کی ذات والا صفات ایک مرکز کی حیثیت رکھتی تھی۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس ان کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہل دل کے سینوں میں

الغرض ہفتہ دو ہفتہ بعد آپؒ کی خدمت میں میری ایک آدھ حاضری ہو جاتی۔ جب جاتا یادِ الٰہی کا خزینہ لے کر لوٹتا۔ قلب و نظر کو تسکین حاصل ہوتی۔ آپؒ کے وصال تک حاضری کا سلسلہ جاری رہا۔ کبھی تنہا کبھی دوستوں کے ہمراہ۔ میرے ہمراہی اپنے ساتھ مٹھائی اور نقدی وغیرہ لے جاتے اور آپ کی خدمت میں نذر کرتے۔ لیکن آپؒ نے کبھی ان چیزوں کو آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھا۔ ہمہ وقت ایک عجب کیف و محویت کے عالم میں رہتے۔

میں اکیلا حاضر ہوتا تو خوش ہوتے۔ میرے ساتھ احباب ہوتے تو طبیعت مکدر ہو جاتی۔ طبعاً تخلیہ پسند اور مردم بیزار تھے۔ ہجوم خلائق سے گھبراتے تھے۔ ایک مرتبہ میں حاضر ہوا تو بہت سے ساتھی میرے ہمراہ تھے۔ بعد میں کسی نے میری حاضری کے بارے میں استفسار کیا تو فرمایا: ''ہاں آتے تو ہیں، لیکن بارات کے ساتھ''۔ دیگر حاضرین کی موجودگی کے باوجود، دورانِ گفتگو اکثر صرف مجھ سے ہی مخاطب ہوتے۔ بزرگانِ دین کے ملفوظات ارشاد فرماتے۔ توحید و معرفت پر بھی گفتگو ہوتی۔ ایک دفعہ ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت کے بھی عجیب

Marfat.com

انداز ہیں۔ چھوہر شریف میں ایک خانزادہ رہتا تھا۔ اسے بٹیر پالنے کا بڑا شوق تھا۔ اس کے پاس ایک قیمتی بٹیر تھا جس سے اسے بہت پیار تھا۔ ایک دفعہ پنجرے کا منہ کھل جانے پر بٹیر کو بلی نے اچک لیا۔ اسے پتہ چلا تو اس نے بلی کو پکڑ کر چھت سے لٹکا دیا۔ اس بے چاری نے چند دن بھوکے پیاسے لٹک کر تڑپ تڑپ کر جان دے دی۔

کچھ عرصہ بعد اس جوان کے مزاج میں تبدیلی آنے لگی۔ تذبذب کا رنگ غالب آ گیا اور اس نے تقوی اختیار کر لیا۔ اللہ کا کرنا ایسا ہوا کہ وہ ایک جھوٹے مقدمہ قتل میں ملوث کر دیا گیا اور ایک طویل قید کاٹنے کے بعد اسے پھانسی کا حکم سنا دیا گیا۔ زندگی کی آخری رات وہ رو رو کر اللہ کی بارگاہ میں فریاد کرتا رہا کہ اے ربّ قدوس! تو عادل بادشاہ ہے، انصاف پسند کرتا ہے۔ لیکن یہ کیا انصاف ہے کہ میں بےقصور ہوں مگر مجرم قرار پایا ہوں۔ اس دوران میں اسے اُونگھ آ گئی۔ اس نے دیکھا کہ مکان کی چھت سے بھوکی پیاسی بلی لٹک رہی ہے۔ ایک غیبی آواز نے اس کا جرم اس پر منکشف کر دیا کہ اس عاجز بلی کو کس نے بےقصور مارا تھا؟ اس جرم کی پاداش میں تمہیں تختہ دار پر لٹکایا جا رہا ہے۔

ہر دور میں ہزاروں سینکڑوں بزرگ ہوئے ہیں لیکن حضرت موصوف جیسا ہر چیز سے بے نیاز بزرگ کم دیکھنے میں آیا ہے۔ اس کی وجہ آپ کے کچھ خصوصی اوصاف و کمالات تھے۔

آپ کی محفل میں بیٹھنے والا آدمی اس طرح محسوس کرتا جیسے کسی پر بہار باغ میں بیٹھا ہے۔ اس دوران میں اس کا دل دُنیا و مافیہا سے بالکل بے نیاز ہو جاتا۔

آپ کی ایک خصوصیت یہ تھی کہ ہاتھ اُٹھا کر رسمی طور پر دعا نہیں فرماتے تھے بلکہ ارشاد فرماتے کہ میں نماز کے بعد سب کے لیے دُعا کرتا ہوں۔ وصال کے بعد کئی مرتبہ خواب میں زیارت ہوئی بیدار ہونے پر کئی دن تک طبیعت پر کیف و سرور کی کیفیت کا غلبہ رہتا۔

Marfat.com

مرض وصال میں آپؒ اپنے خاص حجرے میں صاحب فراش تھے۔ میں حاضر ہوا۔ سلام پیش کیا تو آنکھیں کھولیں اور مخصوص مشفقانہ انداز میں میرے لیے دعا کی۔ چند دن بعد آپؒ کا انتقال ہو گیا۔ جنازہ میں ہزاروں افراد شریک ہوئے۔ اپنے حجرہ کے سامنے کھلی جگہ پر مدفون ہیں۔ اس ناچیز نے فارسی میں تاریخ وصال کہی جو آپ کے مزار کے سرہانے نصب ایک دیدہ زیب سنگ مرمر کے کتبے پر کندہ ہے۔

آپؒ کی سہانی یادوں اور میٹھی باتوں کا ایک سمندر حافظے میں محفوظ ہے۔ چند یادداشتیں موجودہ سجادہ نشین تکیہ شریف، حضرت خواجہ محبوب احمد صاحب مدظلہ کی فرمائش پر لکھ دیں کہ یوسف کے خریداروں میں نام رہے۔ اللہ تعالیٰ سجادہ نشین صاحب کو عمر دراز عطا فرمائے ان کے علم و عمل میں برکت کے ساتھ۔ آمین ثم آمین۔

وصلی اللہ وبارک وسلم علی سیدنا محمد وعلی آلہ واصحابہ اجمعین٥ برحمتک یا ارحم الراحمین٥

ابوالوفا مفتی محمد سیف الرحمٰن قادری برکاتی

خانقاہ عالیہ، ہری پور

۴-شوال، ۱۴۲۵ھ

Marfat.com

درویش کامل

وہ علاقے اور وہ بستیاں یقیناً سعید و مبارک اور خوش بخت ہوتی ہیں، جنھیں کسی اللہ والے سے نسبت کا شرف حاصل ہو جائے۔ ایسی ہی ایک خوش نصیب بستی ہری پور کے نواح میں شاہراہِ ہزارہ کے کنارے موضع شاہ محمد کی ہے۔ جس میں اُنیسویں صدی کی دوسری دہائی میں ایک مردِ درویش نے پٹھانوں کے ایک خوشحال زمیندار گھرانے میں جنم لیا۔ لیکن جب اس مردِ خدا نے عالمِ شباب میں قدم رکھا تو کھیتی باڑی کے آبائی پیشے کو خیر باد کہہ کر بے شمار دلوں کی بنجر کھیتیوں کو عشق و نیاز کی نم دے کر محبتِ خدا و رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آباد کرنا شروع کر دیا۔ ہنستے بستے گھر کو جس میں زندگی کی سب مادی سہولتیں اور آسائشیں موجود تھیں، الوداع کہہ کر آبادی سے دور، اپنے موروثی باغ میں ایک کٹیا بسالی۔ جس میں تا دمِ آخر مقیم رہے۔ لیکن اس ویرانے میں دلوں کی اُجڑی اور ویران بستیوں کو نورِ الٰہی سے مستنیر کر کے آباد کرتے رہے۔

قدرت بڑی فیاض ہے۔ وہ گم راہی اور بے راہ روی کے ہر دور میں اپنے بندوں کی فلاح اور رشد و ہدایت کے لیے کسی مردِ درویش کا انتخاب کر لیتی ہے۔ ان نفوسِ قدسیہ کے دم قدم سے گلستانِ حیات میں روحانی بہاریں آتی ہیں اور ان مقبولانِ حق کے نقشِ پا سے گمراہی و ضلالت کے خارستانوں میں بھٹکتی ہوئی انسانیت کو اپنی منزلِ مقصود نصیب ہو جاتی ہے۔ دنیا والے ان گدڑی پوش خاک نشینوں کے سمجھنے میں ہمیشہ غلطی کرتے رہے ہیں۔ وہ انھیں بے نوا و گمنام اور غریب و محتاج سمجھتے ہیں اس لیے کہ ان کے تذکرے شاہی درباروں اور خطبوں میں نہیں ہوتے۔ لیکن ان فقیروں کے صحن میں جو ایک بار معرفتِ الٰہی کی بہار آ جاتی ہے، وہ ہمیشہ خزاں نا آشنا رہتی

Marfat.com

ہے۔ان کے آنگن میں مقبولیت الٰہی کا جو چاند اترتا ہے، اسے پھر کبھی گرہن نہیں لگتا اور بعداز وصال بفرمانِ الٰہی انھیں حیاتِ طیبہ عطا کی جاتی ہے۔وہ زندۂ جاوید ہو جاتے ہیں۔

نگاہِ کم سے نہ دیکھ ان کی بے کلاہی کو
یہ بے کلاہ ہیں سرمایۂ کلاہ داری

حضرت خواجہ محمد افضل خان علیہ الرحمہ سے میری پہلی ملاقات غالباً ۵۹،۶۰ء کے لگ بھگ دربار عالیہ گولڑہ شریف میں ایک عرس کے دوران ہوئی۔آپ کی گفتگو میں کچھ اتنی رس اور مٹھاس تھی کہ آپ سے ملنے کی خواہش برابر بڑھتی رہی۔پھر اس کے بعد بارہا تکیہ پر حاضر ہوتا رہا اور ایک دوبار مَیرا پر بنائے گئے تہ خانوں میں بھی حاضری ہوئی۔(جسے مقامی زبان میں ''بھورا'' کہتے ہیں۔)

ان ملاقاتوں کے دوران میں نے آپ کو ایک ایسا درویش خدا مست پایا، جس میں انتہا درجہ کا استغنا اور توکل باللہ، قناعت پسندی اور عجز و انکسار تھا۔آپ فطرتاً نرم خو، حلیم المزاج، کم آمیز و خوش کلام اور نفاست پسند تھے۔مختصر یہ کہ آپ ایک کامل درویش کی تمام صفاتِ عالیہ سے متصف تھے۔بقول اقبال:

نہ پوچھ ان خرقہ پوشوں کی، ارادت ہو تو دیکھ ان کو
یدِ بیضا لیے بیٹھے ہیں، اپنی آستینوں میں

جس طرح کسی اللہ والے سے نسبت رکھنے والی بستیاں بابرکت و پُر یمن ہوتی ہیں۔ اسی طرح وہ افراد بھی بڑے سکندر بخت و سعید ہوتے ہیں، جنھیں کاملین کی صحبتیں میسر آجاتی ہیں۔ اور ان کے چشمہ فیض سے فیضیاب ہونے کے وافر مواقع ملتے ہیں۔حضرت خواجہ صاحبؒ کی درگاہ کے سجادہ نشین حضرت حاجی محبوب احمد صاحب مدظلہم کی قسمت پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے کہ

انھیں ایسے ہی ایک مرد کامل کی خدمت کا طویل عرصہ موقعہ میسر آیا۔ جس سے انھوں نے بھرپور استفادہ کیا اور سرکار جی قبلہ کے وصال کے بعد خانقاہ کے معمولات کو آج تک بطریق احسن سرانجام دے رہے ہیں۔

عظیم الشان روضہ، وسیع و عریض مسجد اور خوبصورت مسافر خانوں کی تعمیر، آپ کی انتظامی صلاحیتوں اور صاحب خانقاہ سے والہانہ عقیدت کا بیّن ثبوت ہے۔

حضرت حاجی محبوب احمد صاحب نے، حضرت سرکار جی قبلہ کے سوانح حیات بڑے دلنشین انداز میں سپردقلم کئے ہیں، جو روایات پر نہیں، آپ کے ذاتی مشاہدات و تجربات پر مبنی ہیں۔ آپ کی یہ قلمی کاوش قبلہ سرکار جیؒ سے رشتۂ نیاز رکھنے والے ملاقاتیوں اور عقیدتمندوں پر بہت بڑا احسان ہے۔ جس کے لیے آپ تحسین و تبریک کے مستحق ہیں۔ رب کریم آپ کو جزائے خیر سے نوازے اور خانقاہ کو اسی طرح بحسن وخوبی شادو آباد رکھنے کی توفیق عطا کئے رکھے۔ آمین

بجاہ نبی الکریم صلی اللہ علیہ وسلم

قاضی محمد بشیر الدین غفرلہ

ریٹائرڈ پرنسپل

گورنمنٹ ایلیمنٹری کالج، ہری پور

Marfat.com

حیات وتعلیمات

Marfat.com

Marfat.com

ابتدائیہ :

لَا اُحصِیْ ثَنَاءَ کَ کَمَا اَثنَیتَ عَلٰی نَفسِکَ (الحدیث)

ترجمہ: مجھے تیری حمد وثنا کی اتنی طاقت نہیں جتنی کہ تو نے اپنی ثنا آپ کی ہے۔

بقول مرزا مظہر جانِ جاناں :

خدا در انتظارِ حمدِ ما نیست محمدؐ چشم بر راہِ ثنا نیست
خدا مدح آفرینِ مصطفیٰؐ بس محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
محمدؐ از تو می خواہم خدا را خُدایا از تو عشق مصطفیٰؐ را

ترجمہ: خدا اس انتظار میں نہیں کہ ہم اس کی حمد وثنا کریں
حضرت محمد (ﷺ) منتظر نہیں ہیں کہ ہم آپ کی حمد وثنا کریں
حضرت محمد (ﷺ) کی مدح وستائش بیان کرنے کے لیے خدا ہی کافی ہے
اور خدا کی حمد وثنا کے بیان کے لیے حضرت محمد (ﷺ) ہی کافی ہیں
اے رسول مقبولؐ! میں آپ سے اللہ تعالیٰ کو مانگتا ہوں
اے اللہ! میں آپ سے عشق مصطفیٰؐ کا سوال کرتا ہوں۔

جناب رسول پاک (ﷺ) کا ارشاد گرامی ہے کہ میری امت سے ایک گروہ قیامت تک صراط مستقیم اور دستور حق پر قائم رہے گا۔ حضرت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ اپنی شہرۂ آفاق کتاب ''کشف المحجوب'' میں فرماتے ہیں: ''اے طالب صادق! جان لے کہ اللہ تعالیٰ اپنی سنت کے مطابق اس زمین کو کسی زمانے میں بھی اولیاء صوفیا اور مخلص بندوں سے خالی نہیں رکھے گا اور یہ امت ہمیشہ اولیاء اللہ سے فیوض وبرکات حاصل کرتی رہے گی۔

اولیاء اللہ کا وجود نوع انسانی کے لیے خیر و برکت کا بڑا ذریعہ اور امت محمدی (ﷺ) پر اللہ تعالیٰ کا عظیم کرم و احسان ہے۔ اسوۂ حسنہ کی عملی صورت اگر دیکھنی ہو تو ان خرقہ پوشوں کے شب و روز کے معمولات کا مطالعہ کیا جائے۔ ان مقبولان بارگاہ کو اللہ تعالیٰ نے دنیا کے مکر و فریب سے کس طرح بچایا، اس راز سے صرف خداوند تعالیٰ ہی واقف ہے۔ اولیاء اللہ کی مجالس میں بیٹھنے والوں نے بھی دنیاوی قدر و منزلت اور مال و جاہ کو کوئی وقعت نہیں دی۔ ان کا طریقہ بھی وہی صراط مستقیم ہے جس کی پیروی کی جائے تو فلاح دارین حاصل ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں

وَاتَّبِعْ سَبِیْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَیَّ ۝

ترجمہ: پیروی کر اس کے راستے کی جو میری طرف مائل ہو۔

اللہ تعالیٰ کے ان نیک و مخلص بندوں نے لوگوں کو محض ترک دنیا کا سبق ہی نہیں دیا بلکہ آقائے دو جہاں (ﷺ) کے اس فرمان مبارک پر عمل کرنے کا حق ادا کیا "تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک کامل مومن نہیں ہو سکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لیے وہی پسند نہ کرے جو اپنے لیے پسند کرتا ہے۔"

مندرجہ بالا حدیث مبارکہ پر عمل کرتے ہوئے صوفیاء کرام نے اپنی خانقاہوں کے دروازے ہر خاص و عام کے لیے کھول دیئے۔ جو خود کھایا وہی انھیں بھی کھلایا۔ اپنا سب کچھ اللہ کے لیے وقف کر دیا اور اس کو "الخلق عیال اللہ" سمجھا۔ بقول حالی:

یہ پہلا سبق تھا کتاب ہدیٰ کا
کہ ہے ساری مخلوق کنبہ خدا کا

سلطان المشائخ حضرت نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے بارے میں کسی مجلس میں تذکرہ ہوا کہ انھیں عجب فراغ حاصل ہے۔ نہ اہل و عیال کی فکر ہے نہ دنیاداری کا جھنجھٹ۔ یہ بات کسی نے

Marfat.com

آپؒ کی خدمت میں عرض کر دی۔ یہ سن کر آپؒ آبدیدہ ہو گئے اور فرمایا کہ جو دکھ اور درد مجھے نصیب ہوا ہے، وہ اس جہاں میں کسے حاصل ہوگا۔ مخلوق خدا آتی ہے، اپنے دکھ درد سناتی ہے، یہ سب میرے دل پر اثر انداز ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا! وہ بھی عجیب دل ہے جو کسی مسلمان بھائی کا غم سنے اور اس پر اثر نہ ہو۔

حضرت محبوب الٰہیؒ کے بارے میں تذکروں میں ایک واقعہ ملتا ہے کہ ایک دفعہ آپ دریا کے کنارے تشریف فرما تھے۔ ایک ہندو عورت آئی اور دریا سے پانی بھر کے جانے لگی۔ آپ نے خادم سے کہا کہ اس عورت سے دریافت کرے کہ کنویں کا میٹھا پانی چھوڑ کر دریا کا کھاری پانی کیوں لے جا رہی ہے؟ عورت نے جواب دیا کہ اس کا خاوند ایک غریب آدمی ہے۔ گزر اوقات بمشکل ہوتی ہے۔ کنویں کا پانی صحت افزا ہے، جسے پینے سے دو وقت کھانے کی طلب ہوتی ہے۔ جبکہ دریا کے پانی سے دن میں صرف ایک مرتبہ بھوک محسوس ہوتی ہے۔ آپؒ اس عورت کی آپ بیتی سن کر خانقاہ میں تشریف لائے اور خادم کو غلہ دے کر اس کے گھر بھیجا اور یہ پیغام دیا کہ آئندہ کنویں کا پانی استعمال کیا کرے، ہر ماہ کا خرچ اس کے گھر پہنچ جایا کرے گا۔

مذکورہ واقعات سے اندازہ ہوتا ہے کہ اولیاء اللہ نے کس طرح مخلوق خدا کے سکھ چین کی خاطر اپنی زندگیاں وقف کر رکھی تھیں۔ گویا اللہ کی رضا جوئی میں وہ مخلوق کے دکھ درد کو اپنے اوپر وارد کر لیتے تھے۔

اکثر یہ کہا جاتا ہے کہ موجودہ زمانے میں اللہ کے ایسے بندے نہیں رہے اور ہر زمانے میں لوگ اسی طرح کہتے چلے آئے ہیں۔ انسان ہے کہ دنیا کے مال و دولت کے چکر میں در بدر کی ٹھوکریں کھاتا پھرتا ہے۔ حالانکہ ہر ذی نفس کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمے لیا ہوا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے :

Marfat.com

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا٥

ترجمہ: اور کوئی جاندار روئے ارض پر ایسا نہیں جس کا رزق اللہ کے ذمے نہ ہو۔

اس کے برعکس تزکیہ نفس اور روح کی جلا جو اصل حیات ہے، سے انسان سراسر غافل ہے۔ اگر تلاش کیا جائے تو اللہ کی کائنات مخلص و نیک بندوں سے خالی نہیں۔ اس سے مراد یہ ہے کہ حیات انسانی کا کوئی بھی دور خداوند تعالیٰ کے برگزیدہ بندوں سے خالی نہیں رہا۔ ہر زمانے میں خدا کے ایسے بندے موجود رہے ہیں جو تزکیہ نفس کو ہی روح کی غذا تصور کرتے ہیں۔ ''مجالس حسنہ'' میں مرقوم ہے کہ ایک شخص شیخ محمد چشتیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ ہمارے زمانے میں ایسے اہلِ سماع موجود نہیں ہیں جیسے کہ شیخ فرید الدین گنج شکرؒ، حضرت نظام الدین اولیاءؒ اور شیخ نصیر الدین محمود چراغ دہلیؒ کے زمانے میں ہوتے تھے۔ آپؒ نے فرمایا: ''اہل اللہ نہ ہوں تو دنیا ہلاک ہو جائے''۔

تزکیہ نفس کے مراحل سے گزرنے اور دنیاوی مال و جاہ کو ٹھکرا کر اللہ ہی کو اپنا مالک و رازق سمجھنے والے ہر دور میں موجود رہتے ہیں۔ سرور عالم ﷺ نے حضرت ابو ہریرہؓ سے فرمایا:

''بندہ کہتا ہے میرا مال میرا مال، حالانکہ اس کے مال میں سے جو واقعی اس کا حصہ ہے اس کی بس تین صورتیں ہیں۔ جو اس نے کھا کر ختم کیا، جو پہن کر پرانا کیا اور جو راہ خدا میں خرچ کر کے آخرت کے لیے ذخیرہ کر لیا۔ باقی جو کچھ ہے وہ دوسروں کے لیے چھوڑ کر جانے والا ہے''۔

اللہ تعالیٰ کی محبت اور مال و دولت کی محبت میں زمین آسمان کا فرق ہے۔ یہ دونوں ایک دوسرے کی ضد ہیں۔ فرمان الٰہی ہے: ''تم نیکی کے مقام کو نہیں پا سکتے جب تک کہ وہ چیزیں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرلو۔ جن سے تم محبت رکھتے ہو''۔ یہی وجہ ہے کہ اولیاء اللہ اپنی عزیز ترین متاع ہمہ وقت اللہ کی راہ میں قربان کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ انھیں اللہ کی طرف سے ہی اس کی توفیق عطا

Marfat.com

ہوتی ہے۔ کیونکہ ولایت وہبی چیز ہے کسبی نہیں کہ انسان اپنی کوشش سے حاصل کر سکے۔ یہ اللہ تعالیٰ کا خاص فضل وکرم ہے جسے وہ اپنے مخصوص بندوں کو عطا کرتا ہے۔

اَللّٰہُ یَجۡتَبِیۡ اِلَیۡہِ مَنۡ یَّشَآءُ ○

ترجمہ: اللہ جسے چاہتا ہے اسے اپنے قرب کے لیے چن لیتا ہے۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں: ''اللہ تعالیٰ کسی ایک شخص کو چن لیتا ہے اور باقیوں کی راہنمائی اس کے سپرد کر دیتا ہے اور وہ اسی کے ذریعے منزلِ مقصود تک پہنچ جاتے ہیں''۔ لیکن سلوک کی منازل سے گذرنا کوئی آسان کام نہیں، بقول علامہ اقبال:

چو می گویم مسلمانم بلرزم
کہ دانم مشکلات لا الٰہ را

ترجمہ: جب میں کہتا ہوں کہ میں مسلمان ہوں تو لرزہ براندام ہو جاتا ہوں کیونکہ میں جانتا ہوں کہ (صحیح) مسلمان بننا کتنا مشکل ہے۔

سالک کو آگ وخون کے سمندر سے گزرنا پڑتا ہے۔ قدم قدم پر پھولوں کی بجائے کانٹے، عیش وعشرت کی جگہ فقر وفاقہ، صحت وتندرستی کے بدلے دکھ اور بیماری اور عزت وشہرت کے عوض نکتہ چینی کا عذاب جھیلنا پڑتا ہے، تب کہیں وہ حسنِ لم یزل کی جلوہ سامانیوں سے فیض یاب ہو سکتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سب سے زیادہ مصائب وآلام انبیاء کرام صلوٰت اللہ علیہم اجمعین نے اٹھائے اور اس کے بعد اولیاء وصوفیائے کرام نے۔ بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت ہے کہ وہ جسے جتنا عشق ومحبت کا جام پلاتا ہے، اتنا ہی امتحان وآزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے۔ جناب نبی پاک صاحب لولاک صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی خدمت میں ایک شخص نے عرض کیا: ''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میں آپؐ کو دوست رکھتا ہوں۔'' آپ نے ارشاد

Marfat.com

فرمایا! ''تو فقر و فاقہ کے لیے تیار رہو'' اس نے پھر عرض کیا، یارسول اللہ صلی اللہ علیک وسلم! میں اللہ تعالیٰ کو بھی دوست رکھتا ہوں'' آپ نے فرمایا: ''پھر مصیبتوں اور آزمائشوں کے لیے بھی تیار ہو جاؤ۔'' یہی وجہ ہے کہ اللہ کے مخلص اور برگزیدہ بندوں کے نزدیک دنیاوی جاہ و حشمت کی کوئی وقعت نہیں ہوتی۔ وہ اس کے عشق و محبت میں اپنا سب کچھ قربان کر دیتے ہیں۔

زیرِ نظر کتاب میں آپ ایک ایسے ہی مردِ قلندر کی داستانِ حیات کا مطالعہ کریں گے جنھوں نے ایک خوشحال پٹھان گھرانے میں آنکھ کھولی۔ عین شباب یعنی ۱۹ سال کی عمر میں سب کچھ ترک کر کے راہِ فقر اختیار کی اور جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سنتِ مبارکہ کا عملی ثبوت پیش کیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک چٹائی پر سوئے، جب اُٹھے تو آپؐ کے جسمِ مبارک پر اس کے نشان پڑے ہوئے تھے۔ حضرت ابنِ مسعودؓ نے، جو اس حدیث کے راوی ہیں عرض کیا: ''یارسول اللہ! اگر آپ اجازت فرمائیں تو ہم آپ کے لیے بستر بچھا دیں۔'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: '' مجھے دنیا کی آسائشوں سے کیا واسطہ، میری اور دنیا کی مثال ایسے ہے کہ کوئی سوار (چلتے چلتے) کسی درخت کے نیچے سایہ لینے ٹھہر جائے، پھر اسے چھوڑ کر آگے نکل جائے۔''

اس مردِ خدا مست کی مقدس زندگی کے معمولات سے یہ عیاں ہے کہ ایک حقیقی صوفی کس طرح آقائے دو جہاں ﷺ کی سنت کی پیروی کرتا ہے۔ آپ نے لذات دنیا کے ترک کے بعد ۵۰ سال تک ایک کچے حجرے میں اللہ اللہ کرتے زندگی بسر کی۔ کسی نے عرض کیا بھی کہ آپ کے لیے پختہ مکان بنا دیا جائے تو جواباً یہی کہا کہ جن کے لیے دو جہاں بنائے گئے وہ اس دارِ فانی میں گارے مٹی کے کچے حجرے میں زندگی بسر کر گئے، ہم کس شمار میں ہیں؟ آپؒ نے زندگی بھر مال و دولت اور جاہ و حشمت سے بے نیازی کا عملی ثبوت دیا۔ غربا و مساکین سے تعلق رکھا اور ہمیشہ ان کی دلجوئی کی۔ اپنے بعد بھی نسبی و خونی رشتوں کی جگہ دینی

Marfat.com

وروحانی رشتوں کو فوقیت دینے کا حکم دیا۔ کسی قسم کی وراثت نقد وجنس کی صورت میں نہیں چھوڑی۔ زندگی بھر عشق ومحبت اور سوز وگداز کی گرمی سے مخلوق کے دلوں کو گرماتے رہے۔

بنا کردند خوش رسمے بخاک و خون غلطیدن

خدا رحمت کند ایں عاشقانِ پاک طینت را

خاندانی پس منظر :

ہری پور (ہزارہ) سے مشرق کی سمت ڈیڑھ کلومیٹر کے فاصلے پر شاہراہ ریشم کے کنارے ایک گاؤں ''شاہ محمد'' واقع ہے، جس کے شمال میں دریا دوڑ بہتا ہے جو قرب وجوار کی زمینوں کو سیراب کرتا ہے۔

اس گاؤں میں زیادہ تر پٹھانوں کے دلہ زاک قبیلے کے لوگ آباد ہیں۔ زرخیز زمینوں کی وجہ سے لوگ خوش حال ہیں۔ اس قبیلے میں حاجی امیر خان صاحب کے گھر ۱۹۱۶ء میں سلسلۂ ولایت کی ایک برگزیدہ ہستی نے جنم لیا۔ اسم گرامی محمد افضل خان رکھا گیا۔ آپ کے جدِامجد حاجی شریف خان نے اس دور میں فریضہ حج ادا کیا تھا جب برصغیر سے صرف دواڑھائی سوافراد پر مشتمل قافلہ حج پر جاتا تھا۔ تمام سفر پیادہ پا طے کرنا پڑتا اور ایک سال کے بعد واپسی ہوتی تھی۔

حج کی سعادت آپ کے داداجان حاجی نعمت اللہ خان کو بھی حاصل ہوئی تھی۔ لیکن آپ نے بمبئی تک پیدل سفر کیا اور وہاں سے بذریعہ بحری جہاز حجاز مقدس کے لیے روانہ ہوئے۔ آپ کے چچا حاجی حیات خان ایک صاحب ذوق شاعر اور حاذق طبیب تھے۔ والدہ ماجدہ بھی بہت پارساتھیں۔ آپ کے نانا کرم خان بہت بڑے زمیندار تھے اور موضع شاہ محمد ہی میں رہائش پذیر تھے۔ آپ درویشوں اور فقیروں سے بہت عقیدت رکھتے تھے۔

بالخصوص حضرت شاہ عبداللطیف قادری المعروف بری امام (نور پور شاہاں، موجودہ اسلام آباد) کے انتہائی عقیدت مند تھے۔ ان کے سلسلے سے تعلق رکھنے والے درویشوں کی بہت خدمت کیا کرتے اور خود بھی گاہے بگاہے حضرت بری امام کے دربار پر حاضری دیتے تھے۔

آپ کے والد نے دو شادیاں کی تھیں۔ دوسری شادی کی وجہ غالباً یہ تھی کہ پہلی بیوی سے ایک بچی کی پیدائش ہوئی۔ جس کے چھ سال بعد کوئی اولاد نہ ہوئی۔ اولادِ نرینہ کی خاطر دوسری شادی موضع پنیاں میں کی۔ دوسری بیوی سے بھی بچی کی پیدائش ہوئی اور کچھ عرصہ بعد آپ کی ولادت ہوئی۔ آپ کی دونوں بہنیں عمر میں آپ سے بڑی تھیں۔ آپ کی حقیقی بہن تو اللہ کو پیاری ہوگئیں، مگر ان کی اولاد موضع مونن میں آباد ہے۔ جبکہ دوسری بہن اور بھائی کی اولاد شاہ محمد میں آباد ہے۔ آپ کے خاندان پر اللہ تعالیٰ کا یہ خصوصی کرم ہے کہ نسل درنسل خاندان کا ہر سربراہ زیارتِ حرمین شریفین کی سعادت سے بہرہ مند ہوتا رہا۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد ، خدائے بخشندہ

ترجمہ: یہ خوش نصیبی زور بازو سے حاصل نہیں ہوتی، جب تک کہ بخشنے والا خدا عطا نہ کرے۔

ولادت باسعادت کی بشارت:

آپ کے نانا کرم خان صاحب نے وفات سے قبل آپ کی ولادت کی پیش گوئی فرمائی تھی۔ ایک دن انھوں نے اپنی بیٹی کے سامنے یہ راز افشا کیا کہ میں نے حضرت بری امامؒ کے مزار پر اللہ تعالیٰ کے حضور اپنے نواسے کی پیدائش کے لیے دعا کی تھی۔ آج رات مجھے خواب میں کسی بزرگ نے یہ خوشخبری دی ہے کہ اللہ تعالیٰ مجھے نواسہ عطا فرمائیں گے۔ لیکن

Marfat.com

میں اسے اپنی زندگی میں نہ دیکھ سکوں گا۔ وہ اپنے وقت کا ولی کامل ہوگا۔ مجھے یقین ہے کہ وہ بزرگ حضرت بری امام ہی تھے۔ ان شاء اللہ میرا خواب سچا ہوگا۔ میں وصیت کرتا ہوں کہ تم اسے جب وہ چلنے پھرنے کے قابل ہو، حضرت امام بری کے دربار پر ضرور بھیجنا۔

خواب کے کچھ عرصہ بعد آپ کے نانا وفات پا گئے۔ وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ آپ کی والدہ کو وہ پیشگوئی یاد نہ رہی۔ ولادت کے چھ سال بعد ایک دن آپ اپنے گھر کے صحن میں کھیل رہے تھے کہ باہر گلی میں ایک فقیر آیا اور صدا لگائی: ''بابا کا بوٹا (درخت) لگ گیا ہے۔ اپنا وعدہ پورا کرو''۔ اس وقت آپ کی والدہ ماجدہ کو اپنے والد کا بیان کردہ خواب یاد آیا اور ساتھ ہی یہ تاکید بھی یاد آ گئی کہ آپ کو حاضری کے لیے بری امام کے مزار پر بھیجنا ہے۔ آپ کی والدہ نے فقیر کو جواب دیا: ''بابا جی غلطی ہوگئی ہے یاد نہیں رہا، ان شاء اللہ جلد بھیج دیں گے۔'' چند دن بعد آپ کو کسی عزیز کے ساتھ کچھ نذر نیاز دے کر حضرت بری امام کے مزار پر حاضری کے لیے بھیجا گیا۔ یوں آپ نے اوائل عمری میں سب سے پہلے قادری قلندری فقیر کے دربار میں حاضری دی۔ اس عمر میں آپ نے ہری پور سے اسلام آباد تک کا تمام سفر پیادہ پا طے کیا۔

زمانہ طفولیت اور حصول تعلیم:

آپ نے گاؤں کی مسجد میں قرآن پڑھا اور پرائمری تک سکول کی تعلیم موضع تلوکر میں حاصل کی، جو شاہ محمد سے تین کلومیٹر کی مسافت پر ہے۔ چونکہ والد صاحب آپ کو دینی تعلیم دلانا چاہتے تھے اس لیے آپ سکول کی تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ آپ نے درس نظامی کی ابتدائی کتابیں مولانا سکندر علی مرحوم سے پڑھیں۔ جن کا شمار پاک و ہند کے جید علما میں ہوتا تھا۔ قیام پاکستان سے کچھ عرصہ قبل مولانا مرحوم جامعہ عثمانیہ معینیہ اجمیر شریف کے

Marfat.com

صدر مدرس بھی رہے۔ مولانا صاحب آپ کے والد کے قریبی احباب میں سے تھے۔ مذکورہ دونوں ہستیوں کو اکھٹے فریضہ حج ادا کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی تھی۔ دورانِ تعلیم کچھ ایسے حالات پیدا ہو گئے کہ آپ کو سلسلہ تعلیم منقطع کرنا پڑا۔ مشیتِ ایزدی آپ کو مکتبِ عشق کا متعلم بنانا چاہتی تھی، جس کے دستور ہی نرالے ہیں۔ معلّمِ حقیقی وہ وہبی علم عطا فرماتا ہے جو تدریسی ضابطوں کا محتاج نہیں۔

عشق را بو حنیفہ درس نگفت
شافعی را در او روایت نیست

ترجمہ: عشق کے معاملے میں امام ابو حنیفہؒ نے کوئی درس نہیں دیا اور امام شافعیؒ نے اس سلسلے میں کوئی روایت نہیں کی۔

جز یادِ دوست ہر چہ کنی عمر ضائع است — جز سرِ عشق ہر چہ بخوانی بطالت است
سعدیؔ بشو تو لوحِ دل از نقش غیر حق — علمے کہ راہِ حق نہ نماید جہالت است

ترجمہ: یادِ محبوب کے علاوہ جو کچھ بھی کرو گے، عمر تباہ و برباد ہو گی۔ رازِ عشق کے سوا جو کچھ بھی پڑھو گے، فضول ہے۔ اے سعدی! اپنے دل کی تختی سے غیر اللہ کا نقش مٹا دے۔ جو علم اللہ کا راستہ نہ دکھائے، وہ جہالت ہے۔

آپؒ کے بچپن کے دوستوں کا کہنا ہے کہ آپ نے کبھی امیر زادوں جیسا انداز زیست نہیں اپنایا اور ہر اس کھیل اور مشغلہ سے گریز فرمایا جو خدا کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔ جس طرح خالق کل نے اپنی قدرت کاملہ سے آپ کو حسین و جمیل شکل و صورت عطا فرمائی، اسی طرح آپ کو زورِ حیدری بھی بخشا تھا۔

Marfat.com

قسمت کیا ہر ایک کو قسّام ازل نے
جو شخص کہ جس چیز کے قابل نظر آیا

کمسنی ہی سے آپ کے حُسنِ اخلاق اور شرافت کا پورا گاؤں معترف تھا۔ غرباؔ و مساکین کے بچے آپ کے دوست تھے۔ آپ حتی المقدور ان کی مالی معاونت فرماتے تھے۔ آپ کے والد محترم چونکہ عمر رسیدہ تھے، اس لیے وہ ہمہ وقت آپ کو اپنے ساتھ رکھتے اور زمینوں کی دیکھ بھال اور راہ ورسم دنیا نباہنے کے طور طریقے سکھاتے۔ چونکہ آپ کو بچپن ہی سے دنیاوی معاملات سے کوئی دلچسپی نہیں تھی اس لیے کوشش کے باوجود وہ آپ کو دنیا داری کی طرف راغب نہ کر سکے۔ آپ کے والد گرامی گھر میں اور گھر کے باہر اکثر دوستوں سے فرماتے تھے کہ ''میرا بیٹا جوان ہو کر دنیاوی معاملات بخوبی سرانجام نہیں دے سکے گا، کیونکہ دنیاوی کام کاج کی طرف اس کا سرے سے دھیان ہی نہیں''۔

والدین کی وفات حسرت آیات:

ابھی آپ نے گلشن حیات کی سولہ بہاریں ہی دیکھی تھیں کہ آپ کے والد محترم کچھ عرصہ بیمار رہ کر ۱۹۳۲ء میں وفات پا گئے۔ چند ماہ بعد آپ کی والدہ ماجدہ بھی داغ مفارقت دے گئیں۔ یکے بعد دیگرے والدین کے دنیا سے رخصت ہو جانے کا آپ کو شدید صدمہ ہوا۔ اب تمام خاندان کی پرورش کی ذمہ داری آپ کے کندھوں پر آن پڑی۔ آپ نے بڑی خندہ پیشانی اور صبر و استقامت سے اپنی دوسری والدہ اور بھائی بہنوں کا خیال رکھا۔ دوسری والدہ کو آپ سے اتنا انس تھا کہ کبھی آپ کو گھر آنے میں دیر ہو جاتی تو وہ بے قرار ہو جاتیں۔ جب تک آپ نہ آتے کھانا نہ کھاتیں۔ ان دنوں آپ اکثر خاموش رہتے۔ آپ کا زیادہ تر وقت اس فکر میں گذرتا کہ آخر اس دنیاوی مال و منال کا کیا فائدہ ہے، جسے انسان بڑی محنت

اور مشقت سے حاصل کرتا ہے۔ لیکن تقدیر کے قاضی کے ہلکے سے اشارے پر، سب کچھ یہیں چھوڑ کر، راہی ملکِ عدم ہو جاتا ہے۔

بس اتنی سی حقیقت ہے فریب خوابِ ہستی کی
کہ آنکھیں بند ہوں اور آدمی افسانہ ہو جائے

ابو العباس السبتی فرزند خلیفہ ہارون الرشید عباسی کا شمار برگزیدہ ہستیوں میں ہوتا ہے۔ انھوں نے شاہی دربار ٹھکرا کر درویشی اور فقر کی راہ اختیار کی تھی۔ چونکہ وہ ہفتے میں ایک دن سنیچر (یوم السبت) کو مزدوری کیا کرتے اور باقی چھ دن اسی آمدن پر گزارا کرتے تھے۔ اس لیے انھیں السبتی کے نام سے پکارا جاتا تھا۔ وہ دنیاوی مال و جاہ کی حقیقت پر روشنی ڈالتے ہوئے فرماتے ہیں: ''میرے دوست دنیا کی نعمتوں سے دھوکے میں نہ پڑ۔ عمر ختم ہوتی جارہی ہے، ساتھ ہی یہ سب نعمتیں بھی ختم ہو جائیں گی۔ جب تو کوئی جنازہ لے کر قبرستان جائے تو یہ سوچتا رہا کر کہ ایک دن اسی طرح تیرا جنازہ بھی اٹھایا جائے گا۔''

معاملہ فہمی:

والدین کی وفات کے بعد آپ کے لیے دنیاوی و خانگی ذمہ داریاں نبھانا آزمائش سے کم نہیں تھا۔ آپ کی عمر صرف ۱۶ برس تھی۔ جبکہ دوسرے دو بھائی آپ سے بھی کم عمر تھے۔ آپ نے اپنی خداداد قابلیت و صلاحیت سے دنیاوی کاروبار اور زمینوں کی دیکھ بھال کو اس خوش اسلوبی سے سنبھالا کہ قریبی عزیز و اقارب کے اندر حسد کی آگ بھڑک اٹھی کہ یہ کم عمر لڑکا اپنے تمام کام خود کرتا ہے اور ہمیں کوئی اہمیت نہیں دیتا۔ کسی خیر خواہ نے آپ کو مشورہ دیا کہ اپنا خیال رکھیں، ایسا نہ ہو کہ آپ کے ساتھ کوئی ناخوشگوار واقعہ پیش آجائے، جس سے آپ کی عزت و وقار مجروح ہو جائے۔

Marfat.com

آپ فرماتے تھے کہ میرے دل میں خیال آیا کہ مال و جائیداد تو آنے جانے کی چیز ہے، عزت نفس کے مقابلے میں اس کی کوئی حیثیت نہیں۔ چنانچہ صبح حجرے میں آ کر گاؤں کے دو غریب آدمیوں کو بلوا کر کہا کہ آئندہ تم دونوں میری زمینوں کی دیکھ بھال کرنا اور کھیتی باڑی کے تمام کام سرانجام دینا۔ میں اس کے عوض تمہارے اخراجات کی کفالت کروں گا۔ وہ بڑے خوش ہوئے اور کہا خان جی! آپ بے فکر ہو جائیں ہم تمام کام خود سنبھال لیں گے۔ اگر کسی نے بات کی تو اس سے بھی نمٹ لیں گے۔ اس طرح آپ کی یہ پریشانی ختم ہو گئی۔ جب حاسد رشتہ داروں کو اس کا علم ہوا تو وہ شرمندہ ہوئے اور آپ کی معاملہ فہمی اور حسن انتظام پر حیران رہ گئے۔

روحانی تربیت کے لیے ایک مجذوب کی آمد:

ایک دن قبلہ سرکار رحمۃ اللہ علیہ دوستوں کے ساتھ تشریف فرما تھے کہ ایک اجنبی نوجوان جو وضع قطع سے کسی اچھے گھرانے کا فرد معلوم ہوتا تھا، اجازت لے کر حجرے میں داخل ہوا۔ اس کی حالت درویشانہ تھی۔ اس نے چند دن قیام کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے اسے اپنے ہاں قیام کی اجازت دے دی اور فرمایا جب تک تمہارا روٹی پانی یہاں مقدر ہے، بخوشی رہو۔ اس زمانے میں فقیر اور درویش اکثر سیر و سیاحت میں رہا کرتے تھے۔ اس نووارد مہمان نے آپ کے حجرے میں کم و بیش سوا سال گذارا۔ وہ کبھی کسی کو اپنا پتہ یا ٹھکانا نہیں بتاتا تھا۔ اپنے بارے میں صرف اتنا بتاتا کہ مسافر ہوں، کوئی کنبہ قبیلہ نہیں رکھتا۔

وہ شخص اردو، ہندکو اور گوجری زبان روانی سے بولتا تھا۔ جب تک وہ آپ کے پاس رہا، رات کو دریائے دوڑ کی طرف نکل جاتا اور طلوع آفتاب کے بعد واپس آتا۔ اگر بزرگ اور عمر رسیدہ لوگوں کی محفل ہوتی تو وہ ایسی گفتگو کرتا کہ لوگ اسے دیوانہ سمجھنے لگتے۔

Marfat.com

البتہ جہاں کم عمر بچے کھیل رہے ہوتے، وہ ان کے پاس خاموشی سے بیٹھ جاتا۔ رات کی باسی روٹی اور مرچ کی چٹنی اس کی مرغوب غذا تھی۔ قبلہ سرکار جیؒ نے بیان کیا کہ ایک رات وہ بالکل تنہا تھا۔ مجھ سے کہنے لگا کہ میری ہڈیاں درد کرتی ہیں، ذرا داب دو۔ میں نے اسے ہاتھ لگایا تو تمام ہڈیاں گوشت سے الگ ہوگئیں۔ میں گھبرا گیا۔ میری پریشانی بھانپ کر کہنے لگا کہ بچپن میں پہاڑوں سے گرتا رہا ہوں اس لیے ہڈیاں کمزور ہوگئی ہیں۔ پریشانی کی کوئی بات نہیں۔ میں یہ بات اس وقت تو نہ سمجھ سکا۔ البتہ بعد میں معلوم ہوا کہ بعض فقیر ایسے ہوتے ہیں، جن کے لیے ہڈیوں سے گوشت جدا کرنا اور اصل حالت میں لانا مشکل نہیں ہوتا۔

ایک دن اس نو وارد فقیر سے ایک ایسی کرامت ظاہر ہوئی کہ وہ گاؤں میں آناً فاناً مشہور ہوگیا اور لوگ اسے ولی اللہ سمجھنے لگے۔ اس واقعہ کے بعد وہ اچانک غائب ہوگیا اور پھر کبھی اس کا سراغ نہ ملا۔ قیام پاکستان سے ایک سال قبل مولانا سکندر علی مرحوم کے صاحبزادے مولوی مودود الرحمٰن سے ٹیکسلا میں ایک دکان پر اس کی ملاقات ہوئی۔ علیک سلیک کے بعد اس نے اپنا تعارف کرایا اور کہا کہ میں موضع شاہ محمد (ہری پور) میں افضل خان صاحب کے پاس رہا ہوں۔ اب وہ ترک سکونت کر کے گاؤں سے باہر آگئے ہیں۔ مولوی صاحب نے حیرت سے سوال کیا کہ آپ کو یہ کیسے معلوم ہوا؟ وہ مولوی صاحب کی بات ٹال کر کہنے لگا کہ خان صاحب کو میرا اسلام پہنچا دینا۔ مولوی صاحب نے بہت اصرار کیا کہ میرے ساتھ ہری پور چلیں۔ لیکن اس نے معذرت کی اور کہا کہ میں اب وہاں نہیں جا سکتا۔ میری ڈیوٹی اٹک میں ہے، اس لیے وہاں جانے کا ارادہ ہے۔ بعد میں یہ حقیقت کھلی کہ وہ رجال الغیب میں سے تھا، جسے آپ کی روحانی تربیت کے لیے بھیجا گیا تھا۔

حدیثِ دل کسی درویشِ بے کلاہ سے پوچھ
خدا کرے تجھے تیرے مقام سے آگاہ

Marfat.com

مردِ کامل کی جستجو:

شاد باش اے عشق خوش سودائے ما

اے طبیب جملہ علت ہائے ما

اے دوائے نخوت و ناموسِ ما

اے تو افلاطون و جالینوسِ ما

ترجمہ: اے ہمارے جنوں انگیز عشق! سلامت رہو۔ اے ہماری تمام بیماریوں کے طبیب، اے ہمارے غرور و تکبر کے علاج، تم ہی ہمارے افلاطون و جالینوس ہو۔

اللہ تعالیٰ کے تکوینی نظام کو انسان کی عقلِ ناقص سمجھنے سے قاصر ہے۔ انسان چاہتا کیا ہے اور ہو کیا جاتا ہے۔ ارادے کچھ اور ہوتے ہیں، نتیجہ کچھ اور نکلتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر حضرت موسیٰ سردی سے بچنے کے لیے طور پہاڑ پر آگ لینے گئے، لیکن ملاقات خالق کائنات سے ہوگئی۔ حضرت عمر فاروقؓ گھر سے کیا ارادے کر کے نکلے تھے، مگر مقدر دیکھیے کہ دو جہاں کے آقا ﷺ کی غلامی نصیب ہوگئی۔

قبلہ سرکار جیؒ (حضرت خواجہ محمد افضلؒ) بھی والدین کے دنیا سے رخصت ہونے کے بعد ایک دن ایسی ہی نعمت سے سرفراز ہوئے۔ جمالیاتی دور، جو عاشق صادق کے لیے بہت اہم ہوتا ہے، کی کئی مثالیں اولیاء کرام کے تذکروں میں ملتی ہیں۔ مولانا جامیؒ فرماتے ہیں:

متاب از عشق رو گرچہ مجازیست

کہ آں بہر حقیقت کار سازیست

ترجمہ: عشق سے منہ نہ موڑو، خواہ وہ عشق مجازی ہی کیوں نہ ہو۔ کیونکہ عشق مجازی بھی عشق حقیقی کا ذریعہ بن جاتا ہے۔

Marfat.com

اس وجدانی کیفیت نے آپ کے اندر کی دنیا کو ایک نیا رخ بخشا۔ والدین کی جدائی سے پہلے ہی مضطرب اور پریشان تھے۔ اس وجدانی تجربے نے آپ کو عشق ومستی کی بلندیوں سے ہمکنار کر دیا۔ یہ کیفیت آپ کی محویت میں اضافے کا سبب بنی اور آپ نے خلوت نشینی اختیار کرتے ہوئے حجرے میں سکونت اختیار کرلی۔

بے خودی بے سبب نہیں غالبؔ

کچھ تو ہے جس کی پردہ داری ہے

اس اضطرابی کیفیت، بے خودی اور محویت کو نظرانداز کرتے ہوئے افراد خاندان نے باہمی مشورے سے آپ کو رشتۂ ازدواج میں منسلک کر دیا۔ گاؤں میں آپ کے ایک دیرینہ دوست عزیز محمد خان صاحب، آپ کی اس بے قراری اور اضطراب کو سمجھتے تھے۔ ہمراز ہونے کے باوصف انھی کے مشورے سے آپ ایک بزرگ ہستی سے ملنے تشریف لے گئے۔ یہ بزرگ عزیز محمد خان صاحب کی والدہ کے قریبی رشتہ دار تھے اور کبھی کبھار ان کی والدہ سے ملنے آجایا کرتے تھے۔ قبلہ سرکار جیؒ اپنے اضطراب اور پریشانی سے نجات پانے کے لیے، دعا کی غرض سے ان سے ملے۔ ان کا اسم شریف محبت علی خان تھا۔ لیکن ''حضرت باباجی'' کے نام سے معروف تھے۔ سوز وگداز اور کیف ومستی کی حامل بڑی دلآویز شخصیت کے مالک تھے۔

اَلْمَجَازُ قَنْطَرَۃُ الْحَقِیْقَتِ ٥

ترجمہ مجاز، حقیقت کی طرف سیڑھی ہے۔

اپنے نئے مسیحا اور چارہ گر کی صحبت میں رہ کر اضطرابی کیفیت میں ٹھہراؤ آنے لگا اور حصولِ منزل کے امکانات روشن تر ہوگئے۔

Marfat.com

اگر کوئی شعیب آئے میسّر
شبانی سے کلیمی دو قدم ہے

حضرت باباجیؒ کے مفصل حالات زندگی کا مطالعہ اس حوالے سے انتہائی اہمیت کا حامل ہے کہ آپ اور قبلہ سرکار جیؒ کا روحانی تعلق تمام عمر قائم رہا۔ معاملات دنیوی سے قطع تعلقی کے بعد صرف باباجیؒ ہی ایسے شخص تھے جو آپ کے بے حد قریب رہے۔ باباجیؒ بھی فرماتے تھے کہ میری زندگی کا حاصل ''افضل خان'' ہے۔

قطعِ ایں مرحلہ بے ہمرہی خضر مکن
ظلمات است، بترس از خطر گمراہی

ترجمہ: خضر جیسے راہنما کی ہم سفری کے بغیر یہ مرحلہ طے نہ کرو۔ اندھیرے ہی اندھیرے ہیں، بھٹک جانے کے خطرے سے ڈرتے رہو۔

حضرت حاجی بابا محبت علی خانؒ:

باباجیؒ موضع گھیبہ کے رہنے والے تھے، جو ہری پور سے دس کلو میٹر مشرق کی طرف، نوردی ریحانہ روڈ پر واقع ہے۔ آپ دلہ زاک پٹھان تھے۔ چھوٹی عمر میں ہی باپ کا سایہ سر سے اٹھ گیا۔ روزگار کی غرض سے دونوں بھائیوں کے ساتھ ملایا (ملائشیا) اور سنگاپور چلے گئے۔ سنگاپور کے قریب جوہر بھارو کی ریاست میں پولیس کی ملازمت اختیار کر لی۔ قضائے الٰہی سے دونوں بھائی وہیں وفات پا گئے۔ کچھ عرصہ بعد آپ کو اطلاع ملی کہ والدہ بھی وفات پا گئی ہیں۔ انھیں والدہ کی وفات پر اپنی غیر موجودگی کا بہت صدمہ ہوا۔ چنانچہ ملازمت ترک کر دی۔

آپ کو ابتدا ہی سے فقیروں اور درویشوں کی خدمت میں رہنے کا بہت شوق تھا۔

اس غرض سے سنگاپور میں قادری سلسلے کے ایک بزرگ حضرت حبیب نوحؒ کے مزار پر حاضری دیا کرتے تھے۔ایک رات مزار پر معتکف تھے کہ حالت بیداری میں غوث اعظم شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کی زیارت سے مشرف ہوئے۔حضرت غوث اعظمؒ نے آپ کو بیعت کا شرف بخشا اور نائب رسول والئی ہند حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ کے مزار پر حاضری کا حکم دیا۔ چنانچہ آپ سنگاپور سے بذریعہ بحری جہاز ہندوستان آئے اور اجمیر شریف پہنچ کر خواجہ غریب نوازؒ کے مرقد انور پر حاضری دی۔

جواہر بھارو میں ایک مجذوب سائیں قائم دین بابا ہوا کرتے تھے، جو سیف زبان تھے۔آپ ان کی خدمت میں اکثر حاضر ہوتے۔وہ آپ پر بہت مہربان تھے۔ان کی صحبت میں رہنے کی وجہ سے آپ کے مزاج میں جلالی کیفیات نمودار ہونے لگیں۔

ابھی آپ وطن واپسی کا ارادہ نہیں رکھتے تھے لیکن آپ کو روحانی طور پر اشارہ ہوا کہ فوراً وطن واپس چلے جائیں۔واپس آکر آپ نے آبائی جائیداد چچازاد بھائیوں کو دے دی اور خود گاؤں سے باہر، قبرستان سے متصل ایک کوٹھڑی میں رہنے لگے۔شریعت کے سخت پابند تھے۔تارک الدنیا ہونے کی وجہ سے تمام دن تلاوت کلام پاک میں مشغول رہتے۔آپ نے اپنی زندگی ریاضت ومجاہدہ اور فقر وفاقہ میں بسر کی۔کسی دنیادار سے کبھی کوئی چیز قبول نہیں کرتے تھے اور نہ کسی کے گھر میں کچھ کھاتے پیتے تھے۔اکثر سیر وسیاحت میں رہتے۔اجمیر شریف سے سری نگر تک شاید ہی کوئی ایسا مزار ہو جہاں آپ پاپیادہ نہ گئے ہوں۔

قیام پاکستان کے بعد اپنا گاؤں چھوڑ کر کافی عرصہ ایک غار (بھورا) میں قیام پذیر رہے۔یہ جگہ موضع کھیدو نزد منگ کے قریب ہے۔۱۹۷۱ء میں آپ وہاں سے تکیہ شریف (شاہ محمد) میں منتقل ہو گئے اور بقیہ عمر یہیں گذار دی۔اللہ تعالیٰ نے آپ کو طویل عمر

عطا فرمائی۔ تقریباً سو سال (۱۰۰) کی عمر میں بتاریخ ۲- جنوری ۱۹۹۲ء بمطابق ۲۶- جمادی الثانی ۱۴۱۲ھ بروز جمعرات بوقت عصر اس دارِ فانی سے رخصت ہوئے۔ اگلے دن جمعہ کو آپ کو اسی خانقاہ میں دفن کر دیا گیا۔ (انا للہ وانا الیہ راجعون)

کچھ بھی ہوتا جو اختیار اپنا

تجھ سے کاہے کو ہم جدا ہوتے

آستانہ عالیہ میں جنوب کی سمت، قبلہ سرکار جیؒ کے حجرے کے سامنے آپ کا مزار مرجع خاص و عام ہے۔ ۲۶ اور ۲۷- جمادی الثانی کو تکیہ شریف میں آپ کے سالانہ عرس کی دو روزہ تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔

جب قبلہ سرکار جیؒ کی ملاقات بابا جی محبت علی خانؒ سے ہوئی تو آپ پر منکشف ہوا کہ حضرت غوث اعظمؒ نے بابا جیؒ کو اپنے وطن جانے کا حکم کیوں دیا تھا۔ ظاہر ہے کہ اس کا مقصد قبلہ سرکار جیؒ کی ظاہری حفاظت کی ذمہ داری آپ کو تفویض کرنا تھی۔ جبکہ آپ کی باطنی تربیت کا انتظام تو وہیں تھا۔ حضرت غوث پاکؒ کا ہی ارشاد ہے:

رِجـالـی فـی هَـوا جِرِهِـمْ صِیـامٌ

وفـی ظُـلَـمِ اللَّیـالـی کـالـلآلـیٔ

ترجمہ: مجھ سے محبت رکھنے والے گرمی میں روزے دار کی طرح ہیں اور تاریک راتوں میں چمکدار موتیوں کی طرح، تاکہ لوگ ان سے راہنمائی حاصل کر سکیں۔

دنیا سے بے رغبتی :

وَاذْکُرِاسْمَ رَبِّکَ وَتَبَتَّلْ اِلَیْهِ تَبْتِیْلاo

ترجمہ: اور ذکر کیا کرو اپنے رب کے نام کا اور سب سے کٹ کر اسی کے ہو کر رہو۔

کسی عارف کا قول ہے کہ دنیا سے بے رغبتی تمام عبادتوں کا اصل ہے اور اس کی

Marfat.com

محبت تمام برائیوں کی جڑ۔

۱۹۳۴ء کے موسم بہار کا ذکر ہے۔ ہر طرف سبزہ ہی سبزہ اور پھول کھلے تھے۔ قبلہ سرکار جیؒ کے دل کی بے قراری میں برابر اضافہ ہوتا جا رہا تھا۔ شادی کے بعد اس سوز دروں میں مزید اضافہ ہو گیا۔ ہر دوسرے تیسرے روز بابا جیؒ سے ملاقات ہو جایا کرتی۔ زیادہ وقت گھر سے باہر حجرے میں گزرتا۔ رات گئے گھر لوٹتے۔ ایک رات بہت دیر سے حجرے سے گھر آئے تو چھت پر بچھی ہوئی چار پائی پر لیٹ گئے۔ طبیعت اداس اور پریشان تھی۔ چودھویں کی چاندنی پورے شباب پر تھی۔ سحری کے وقت ایک رعب دار آواز نے آپ کو بیدار کر دیا۔ پکارنے والے نے آپ کا نام لے کر آواز دی۔ چاندنی رات میں ہر چیز یوں دکھائی دے رہی تھی جیسے روشن دن میں نظر آتی ہے۔ آپ نے دیکھا کہ ایک بلند قامت بزرگ، سفید لباس میں ملبوس، سفید عمامہ باندھے بڑے اطمینان و آرام سے آپ کی طرف آ رہے ہیں۔ ان کے قدم آہستہ آہستہ یوں اٹھ رہے ہیں جیسے کوئی ہموار راستے پر ٹہل رہا ہو۔ جب وہ قریب پہنچے تو ان کے رعب و دبدبے کی وجہ سے آپ پر کپکپی طاری ہو گئی اور پسینے میں شرابور ہو گئے۔ تب دفعتاً وہ بزرگ آپ کی آنکھوں سے اوجھل ہو گئے۔ بقیہ رات بڑی بے چینی میں گزری۔

اس واقعہ کے بعد آپ کے مزاج میں جلالی کیفیات کا غلبہ رہنے لگا۔ دنیا و مافیہا سے وحشت ہونے لگی۔ جی چاہتا تھا کہ ہر چیز کو آگ لگا دیں۔ انھی دنوں آپ گھر بار چھوڑ کر حجرے میں سکونت پذیر ہو گئے اور اپنے حصے کی جائیداد کوڑیوں میں فروخت کرنا شروع کر دی۔ آپ کے مزاج کی اچانک تبدیلی کی وجہ سے گاؤں میں کہرام مچ گیا۔ طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں اور آپ کے گھر میں تو گویا صف ماتم بچھ گئی۔

Marfat.com

مریض عشق پر رحمت خدا کی
مرض بڑھتا گیا جوں جوں دوا کی

سسرال والوں کا جرگہ:

آپ کے مزاج کی تبدیلی اور کیفیت جذب کی وجہ سے اہل وعیال اور اہل خاندان سے آپ کے روابط تقریباً ختم ہو گئے۔ البتہ بابا جی محبت علی خانؒ سے رشتہ مضبوط تر ہونے لگا۔ آپ اکثر ان کے پاس موضع گھبیاں چلے جاتے یا بابا جیؒ خود آپ کے حجرے میں تشریف لے آتے۔ حضرت بابا جیؒ کے آنے کا کوئی وقت مقرر نہیں تھا۔ زیادہ تر نصف شب کو تشریف لاتے۔ آپ نے حجرے میں کم وبیش ڈیڑھ دو سال کا عرصہ گزارا۔ اسی دوران آپ کے گھر میں ایک بچی کی ولادت ہوئی جو پانچ چھ ماہ زندہ رہ کر وفات پا گئی۔

ایک روز آپ کی زوجہ محترمہ کی والدہ نے گاؤں کے معززین کا جرگہ بلوایا اور قبلہ سرکارؒ سے اپنی بیٹی کی علیحدگی کا تقاضا کیا۔ آپ نے جرگہ کے سامنے اقرار کیا کہ ''میں اب مجبور محض ہوں اور یہ میرے بس میں نہیں کہ امور دنیا داری نباہ سکوں۔ لیکن اگر میری منکوحہ میرے حق زوجیت میں رہنا چاہیں تو میں تا حیات ان کے نان ونفقہ کا ذمہ دار رہوں گا'' لیکن آپ کی خوشدامن نے طلاق لینے پر ہی اصرار کیا۔ آپ نے حق مہر ادا کر کے طلاق دے دی اور یوں اللہ تعالٰی نے آپ کو عیالداری کے بوجھ سے ہمیشہ کے لیے سبکدوش کر دیا۔

آنکس کہ ترا شناخت، جاں را چہ کند
فرزند و عیال و خانماں را چہ کند
دیوانہ کنی! ہر دو جہاں را بخشی
دیوانہ تو ہر دو جہاں را چہ کند

Marfat.com

ترجمہ: جس نے تمہیں پہچان لیا۔ زندگی اس کے کس کام کی؟ اسے بیوی بچوں اور گھر بار سے کیا لینا دینا؟ تم پہلے دیوانہ بنا دیتے ہو اور پھر دونوں جہاں عنایت کر دیتے ہو۔ تمہارا دیوانہ، دونوں جہاں لے کر کیا کرے؟

مولانا سکندر علی مرحوم کی نصیحت:

مذکورہ جرگے میں مولانا سکندر علی مرحوم بھی موجود تھے۔ کسی دوسرے شخص کو تو قبلہ سرکار جیؒ سے بات کرنے کی جرات نہ ہو سکی۔ البتہ مولانا صاحب استاد ہونے کے علاوہ آپ کے والد محترم کے دوست بھی تھے۔ اس لیے انھوں نے آپ کو نصیحت فرمائی کہ آپ کے چھوٹے بھائی نابالغ ہیں اور بڑا بھائی ہونے کے ناطے یہ آپ کا فرض ہے کہ آپ والد کی جگہ ان کی سرپرستی کریں اور یہی شریعت کا حکم بھی ہے۔ آپ نے مولانا کی باتیں سن کر فرمایا: ''استاد جی! آپ عمر رسیدہ ہونے کے باوجود اولاد کی خاطر ہندوستان کا کونہ کونہ چھان مارتے ہیں اور جو کچھ ملتا ہے انھیں لا کر دیتے ہیں۔ جبکہ میں اپنا مال و منال اور موروثی جائیداد راہِ خدا میں دے رہا ہوں، تو اس میں کونسی ایسی غیر شرعی بات ہے؟ یہ الگ بات ہے کہ آپ لوگ مجھے دیوانہ سمجھتے ہیں۔ باقی جہاں تک شریعت کے حکم کا تعلق ہے، وہ مجھے بھی معلوم ہے۔ آپ تو مجھے صرف دو بھائیوں کے بارے میں نصیحت فرما رہے ہیں، میں پورے گاؤں کی کفالت اپنے ذمے لیتا ہوں''۔ مولانا نے پوچھا: ''وہ کس طرح''؟ آپ نے فرمایا: ''میری برادری کے جو لوگ اس جرگے میں موجود ہیں وہ اتنے کم ظرف واقع ہوئے ہیں کہ اپنی دولت میں سے کسی غریب اور مستحق کو کچھ دینا گوارا نہیں کرتے۔ میرے باپ کی جائیداد جو میری اور بھائیوں کی ملکیت ہے، میں ابھی گاؤں کے غریب و مسکین لوگوں کے حوالے کرتا ہوں۔ وہ کما کر انہیں بھی کھلائیں گے اور اپنے بچوں کی پرورش بھی کریں گے۔ اس طرح دنیا

Marfat.com

کے ساتھ مفت میں نیکی بھی ملے گی۔'' آپ کے استدلال سے جرگہ لاجواب ہوگیا۔ اس محفل میں موجود چمن خان صاحب، جو آپ کے رشتہ دار تھے، پکار اٹھے کہ تم اس شخص کو دیوانہ سمجھتے ہو تو پھر دنیا میں کوئی عقل مند نہیں۔

ہر کہ در اقلیم لا آباد شد

فارغ از مال و زن و اولاد شد

ترجمہ: وہ عاشق صادق، جو ملک فنا میں آباد ہوگیا۔ وہ ہمیشہ کے لیے مال و دولت اور بیوی بچوں سے آزاد ہوگیا۔

حقوق العباد کی پاسداری:

دنیاوی امور سے مطلق کنارہ کشی اور جذب و حال کی کیفیت میں محور ہنے سے گاؤں میں آپ کے بارے میں طرح طرح کی چہ میگوئیاں ہونے لگیں۔ اس دوران میں کسی حاسد نے آپ کی سوتیلی والدہ کے کان بھرے کہ تمہارے بیٹے نابالغ اور کم عمر ہیں، ان کے حصے کی زمین، ترکہ اور نقد سب کچھ لٹایا جارہا ہے۔ والدہ نے جرگہ بلوایا۔ جس میں آپ کو طلب کیا گیا۔ جرگے نے دونوں بھائیوں اور والدہ کے حصے کی موروثی زمین اور نقد رقم کا حساب مانگا۔ آپ نے حساب کی کاپی نکال کر جرگے کے سامنے رکھ دی، جس میں والد کی وفات کے بعد کے تمام اخراجات کی تفصیل درج تھی۔ بھائیوں کے حصے کی رقم اور زمین کی آمدن کا حساب بھی موجود تھا۔ اس طرح وہ تمام رقم جو بھائیوں کے حصے میں آتی تھی، محفوظ تھی۔

اراکین جرگہ حیران رہ گئے کہ حالت جذب و کیف میں بھی آپ نے دوسروں کے حقوق کا کس طرح خیال رکھا ہے۔ یہ دیکھ کر والدہ آپ کے خلاف اُکسانے والوں کو کوسنے

Marfat.com

لگیں اور اپنے کیے پر شرمندہ ہوکر بولیں: ''بیٹا! میں معذرت خواہ ہوں۔ مجھے غلط فہمی ہوگئی تھی۔ لہٰذا لین دین کا حساب اور زمین کی دیکھ بھال، جب تک تمہارے بھائی بڑے نہیں ہو جاتے، اپنے پاس ہی رکھو''۔ آپ نے فرمایا: ''امی جان! میں تو اپنے معاملات سے بھی خلاصی پاچکا ہوں، دوسروں کے معاملات کس طرح سنبھال سکوں گا۔ بھائیوں کے حصے کی رقم اور زمین میں دینے کو تیار ہوں، آپ زمین کی دیکھ بھال کسی دوسرے آدمی کے سپرد کردیں۔''

بہنوں کی بے قراری:

دونوں بہنیں عمر میں آپ سے بڑی تھیں۔ آپ کی استغراقی کیفیت ان سے نہیں دیکھی جاتی تھی۔ وہ سمجھیں کہ ہمارے بھائی کو کسی نے حسد و دشمنی کی وجہ سے کھانے میں کچھ ملا دیا ہے، جس کا اثر اس کے دماغ پر ہوگیا ہے اور اس نے گھربار اور اہل و عیال سے کنارہ کشی اختیار کرلی ہے۔ انھیں کہیں بھی کسی عامل یا پیر کا پتہ چلتا تو وہ آپ کی شفایابی کے لیے تعویذ لینے پہنچ جاتیں۔ ان کی صرف ایک ہی خواہش تھی کہ آپ کسی طرح صحت یاب ہوکر اپنا کام کاج سنبھال لیں۔ انھیں کیا خبر تھی کہ یہ وہ آگ ہے جو لگائے لگتی ہے اور نہ بجھائے بجھتی ہے۔

عشق پر زور نہیں ہے یہ وہ آتش غالبؔ
جو لگائے نہ لگے اور بجھائے نہ بجھے

بقول شاعر:

کوئے فنا و فقر عجب کارخانہ ایست
خوش آنکہ ہرچہ داشت دریں کارخانہ باخت

ترجمہ: فنا اور فقر کی گلی ایک عجیب و غریب بارگاہ ہے۔ خوش نصیب ہے وہ جس نے اپنا

Marfat.com

سب کچھ اس میں ہار دیا۔

مجاذیب کا اعتراف حقیقت:

موضع درویش (ہری پور) کے نزدیک ایک مجذوب ''ننگا بابا'' کے نام سے مشہور تھے۔ وہ سدا سہاگن فقیر تھے۔ لوگ انھیں ''بنی والا بابا'' کہہ کر بھی پکارتے تھے۔ باتیں رمز و کنایہ میں کرتے تھے۔ قبلہ سرکار جیؒ کی ہمشیرہ نے کسی رشتہ دار کو دعا کے لیے ننگا بابا کی خدمت میں بھیجا تو اُنھوں نے اس شخص سے دوٹوک انداز میں کہہ دیا کہ ''خاں صاحب تمہارے کام کے نہیں رہے۔ وہ اب گھر لوٹ کر نہیں آئیں گے''۔

اسی طرح فقیر صاحب تھاتھی (شیروان، ایبٹ آباد) کی خدمت میں بھی ایک شخص بھیجا گیا۔ وہ بھی فقیر روشن ضمیر تھے۔ انھوں نے اس حقیقت کا واشگاف الفاظ میں اعتراف کیا کہ ''خان صاحب مادر زاد ولی ہیں۔ پاگل یا دیوانے نہیں ہیں۔ اب ان کے ترکِ دنیا کا وقت آ گیا ہے، اس لیے آپ انھیں اللہ کے سپرد کر دیں۔ ادھر اُدھر پھرنے کی زحمت نہ کریں''۔

چشم تر، خاک بسر، چاک گریباں، دل زار
عشق کا ہم نے یہ دنیا میں تماشا دیکھا

''شاہ محمد'' سے ''تکیہ محمد افضل خان'' تک:

ایک رات خواب میں آپ کو موجودہ آستانہ عالیہ کی جگہ دکھائی گئی۔ فوجی وردی میں ملبوس ایک فقیر آپ کو اشارے سے اس طرف جانے کو کہہ رہا تھا۔ یہ زمین آپ کی آبائی ملکیت ہے، جس کا رقبہ تقریباً ساڑھے آٹھ کنال ہے۔ اس زمانے میں یہ آبادی سے دور ایک

ویران مقام تھا۔ تب آپ نے گاؤں چھوڑنے کا مصمم ارادہ کرلیا اور اپنے ایک دیرینہ دوست عزیز محمد خان سے فرمایا کہ وہاں میری رہائش کے لیے ایک کچی کوٹھڑی بنوا دو۔ عزیز محمد خان صاحب نے آپ کو اس ارادے سے باز رکھنے کی بہت کوشش کی۔ لیکن جب انھوں نے دال نہ گلتے دیکھی تو خاموش ہو گئے۔ یوں چند دنوں میں مٹی گارے سے دو کمرے تیار ہو گئے۔

اس نو آباد خانقاہ کے قریب کوئی آبادی نہیں تھی۔ اس وقت یہ زمین قابل کاشت نہیں تھی۔ فصل وغیرہ نہیں ہوتی تھی۔ صرف ایک مخصوص گھاس اگتی تھی، جسے مقامی زبان میں ''ڈھب'' کہتے تھے۔ اسے مال مویشی بھی نہیں کھاتے تھے۔ سانپوں، بچھوؤں اور دوسرے حشرات الارض کا یہاں بسیرا تھا۔ ڈر کے مارے کوئی دن کے وقت بھی ادھر کا رخ نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ یہ جگہ چڑیلوں اور بھوتوں کے مسکن کے حوالے سے بھی مشہور تھی۔ لیکن آپ نے مکان تعمیر ہونے کے فوراً بعد یہاں مستقل سکونت اختیار کرلی اور موضع شاہ محمد کو ہمیشہ کے لیے خیر باد کہہ دیا۔ گھر سے نکلتے وقت ایک دری، لالٹین اور چائے کا پیالہ ہمراہ لائے اور باقی سب کچھ رشتہ داروں کے سپرد کردیا۔ بعد میں یہی جگہ ''تکیہ محمد افضل خان'' کہلائی۔ اب اسے ''تکیہ شریف حضرت خواجہ محمد افضل خانؒ'' کہا جاتا ہے۔ قادریہ چشتیہ سلسلہ کی اس خانقاہ میں مدرسہ حفظ القرآن، ایک دیدہ زیب مسجد اور حضرت قبلہ سرکارجیؒ کے مزار پر سفید مرمر کے پتھر کا ایک عالی شان گنبد تعمیر ہو چکا ہے۔ اس کے ساتھ ساتھ غوثیہ معینیہ لنگر بھی جاری ہے۔ یہاں آنے والے زائرین کو طعام وقیام کی سہولت بہم پہنچائی جاتی ہے۔

تکیہ شریف میں آپ نے عمر عزیز کے پچاس سال بسر کیے۔ یہی وجہ ہے کہ یہاں حاضر ہونے والے زائرین کو ایک ناقابل بیان روحانی سکون نصیب ہوتا ہے۔ حظ روحانی کی اس کیفیت کا اظہار و بیان الفاظ کی دسترس سے باہر ہے۔ اس حقیقت میں کوئی

Marfat.com

شک نہیں کہ جس جگہ اللہ کا کوئی برگزیدہ بندہ زندگی کی چند ساعتیں بھی گزار چکا ہو، وہاں اللہ تعالیٰ کی ہزار ہا رحمتیں ہمہ وقت برستی ہیں۔ آپ نے تو اس مقام پر پچاس سال کا طویل عرصہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے ذکر اور عشق ومحبت کی مستی وسرشاری میں بسر کیا۔ اس آستانہ عالیہ کا تقدس احاطہ بیان سے باہر ہے۔

سیر الاولیا میں تحریر ہے کہ سلطان المشائخ خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے پانچ مرید ایک دن شہر میں ایک دعوت پر گئے۔ واپس لوٹے تو تھوڑی دیر کے لیے باغ میں ایک درخت کے نیچے بیٹھ گئے، جہاں انھیں سرور وانبساط کی ایک عجیب کیفیت محسوس ہوئی۔ انھوں نے اس بارے میں حضرت محبوب الٰہی سے استفسار کیا تو آپ نے فرمایا: ''ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس درخت کے سائے میں کبھی کوئی صاحب درد بیٹھا ہے، یہ سب اسی کی تاثیر ہے''۔

ریاضت ومجاہدہ:

گویند سنگ لعل شود در مقامِ صبر
آرے شود ولیک بہ خونِ جگر شود

(حافظؔ)

ترجمہ: کہتے ہیں کہ صبر کرنے سے پتھر بھی لعل بن جاتا ہے۔ ہاں، بن جاتا ہے لیکن اس میں بہت خون جگر صرف ہوتا ہے۔

جب نبی کریم ﷺ ایک غزوہ سے واپس تشریف لائے تو فرمایا: ''رَجَعْنَا مِنَ الْجِهَادِ الْاَصْغَرِ اِلَى الْجِهَادِ الْاَكْبَر'' یعنی ہم جہادِ اصغر سے جہادِ اکبر (نفس کے خلاف جہاد) کی طرف لوٹے ہیں۔

اللہ کے راستے میں کفار سے لڑنا واقعی بڑا جہاد ہے، کیونکہ ایک مسلمان اللہ کی خاطر اپنی عزیز ترین متاع یعنی جان کا نذرانہ پیش کر دیتا ہے۔ لیکن اللہ کی رضا کی خاطر ہمہ وقت نفس سے جہاد کرنا افضل ترین عمل ہے۔ اس لیے اسے جہاد اکبر قرار دیا گیا ہے۔ جہاد کا راستہ اتنا دشوار اور کٹھن ہے گویا تلوار کی دھار پر چلنے کے مترادف ہے۔ خواہشات پر قابو پانا اللہ کے فضل و کرم کے بغیر ممکن نہیں۔ حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم نے حالت جنگ میں، جب دشمن ان کی گرفت میں تھا، صرف اس لیے چھوڑ دیا کہ اس نے آپ کے چہرہ مبارک پر تھوک دیا تھا۔ آپ تو محض خدا کی رضا کی خاطر جنگ کرنا چاہتے تھے۔ اب جبکہ اپنی ذات اور نفس کی خواہش آمادۂ قتل دکھائی دینے لگی تو آپ نے نفس کشی کرتے ہوئے جہاد اصغر کے مقابلے میں جہاد اکبر کو اختیار کیا اور اپنے دشمن کو معاف کر دیا۔ یہ ایک ایسا باریک نکتہ ہے کہ اسے سمجھنا اور اس پر عمل پیرا ہونا درحقیقت تائید ایزدی کے بغیر ممکن نہیں۔ صوفیا اور فقرا تمام زندگی اللہ تعالیٰ کی خاطر اپنے نفس سے جہاد کرتے رہے۔ ایسے خوش نصیب لوگ رضائے الٰہی کی خاطر مال و دولت اور اولاد غرض کہ ہر نعمت سے دست بردار ہو جاتے ہیں۔

حضرت امام غزالیؒ نے جب درس و تدریس کو خیر باد کہ کر صوفیا کا طریقہ اختیار کیا تو بارہ سال تک جنگلوں اور بیابانوں میں ریاضت و مجاہدہ فرماتے رہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں حصول علم کے بعد صوفیا کے طریقے کی طرف متوجہ ہوا تو مجھے معلوم ہوا کہ ان کا طریقہ علم و عمل سے تکمیل کو پہنچتا ہے۔ ان کے علم و عمل کا حاصل، نفس کی گھاٹیوں کو طے کرنا، اخلاق ذمیمہ اور صفات خبیثہ سے پاک ہونا ہے۔ تاکہ اس کے ذریعے دل کو غیر اللہ سے پاک کیا جائے اور اسے صرف ذکر الٰہی سے آراستہ ہونے کی سعادت حاصل ہو جائے۔ اس طرح ہر سمت محبوب کا دیدار ممکن ہو سکے۔ بقول میر دردؒ:

چاروں طرف سے صورتِ جاناں ہو جلوہ گر

دل صاف ہو ترا تو ہے آئینہ خانہ کیا

قبلہ سرکار جیؒ نے بھی اپنی تمام زندگی، اللہ کے فضل و کرم اور اس کی توفیق سے نفس کے خلاف ریاضت و مجاہدہ میں گزار دی۔ مجاہدے کے ابتدائی سالوں میں آپ کئی کئی دن چائے کے صرف ایک دو پیالوں پر گزار دیتے۔ آپ کے اندر اللہ تعالیٰ نے عشق کی ایسی آگ بھر دی تھی کہ دسمبر اور جنوری کی انتہائی سرد اور یخ بستہ راتوں میں بھی حجرے کی کھڑکی کھولے رکھتے۔ بعض اوقات پوری رات محویت کے عالم میں گزر جاتی۔ بقول دانائے شیراز:

خواب و خورت ز مرتبہ عشق دور کرد

آندم رسی بدوست کہ بے خواب و خورشوی

ترجمہ: سونے اور کھانے پینے کے شغف نے تمہیں عشق کے مرتبے سے دور کر دیا ہے۔ جس لمحے تم سونے، کھانے پینے سے فارغ ہو جاؤ گے محبوب تک پہنچ جاؤ گے۔

تکیہ شریف میں منتقل ہونے کے بعد زمین پر ایک دری اور چٹائی کا بستر ہوتا، جس پر استراحت فرماتے ہوئے آپ کے نازک جسم پر نشان پڑ جاتے تھے۔ ایک دن بابا جی سرکارؒ نے فرمایا کہ "آپ چٹائی پر کم از کم ایک گدا ہی ڈلوا لیں تاکہ سوتے وقت آپ کو کوئی تکلیف نہ ہو۔ بارہا ایسا ہوتا کہ آپ بغیر کسی کو بتائے باہر سے پانی لینے تشریف لے جاتے۔ گھڑا آپ کے سر پر ہوتا۔ جب گاؤں کے لوگ آپ کو کنکھیوں سے دیکھتے تو آپ اپنے نفس سے مخاطب ہو کر کہتے "تجھے شرم تو آتی ہو گی مگر میں تیری اس تحقیر پر مجبور ہوں۔" تکیہ شریف کی آبادی کے ابتدائی دنوں میں آپ اکثر باغ سے لکڑیاں کاٹ کر لاتے۔ اگر کوئی مہمان آتا تو اپنے ہاتھ

Marfat.com

سے روٹی پا رہے تھے۔

تکیہ شریف میں منتقل ہونے سے پہلے کا واقعہ ہے کہ ایک دن موضع شاہ محمد میں حضرت بابا جی سرکار بھی تشریف فرما تھے۔ انھیں نجانے کیا خیال آیا کہ فرمانے لگے " آپ خوانزادے ہیں، فقیری مشکل کام ہے، اس کے لیے انا کو مارنا پڑتا ہے اور در بدر بھیک مانگنی پڑتی ہے۔" آپ نے بڑے ادب اور تحمل سے بابا جی سرکار کی بات سنی اور تھوڑی دیر بعد خاموشی سے اٹھے اور ان کی گودڑی لے کر گھر گھر روٹی کے لیے صدا دینے لگے۔ کسی نے آپ کی سوتیلی ماں کو اطلاع کر دی کہ آپ گاؤں میں بھیک مانگ رہے ہیں۔ وہ پریشان ہو کر گھر سے باہر نکل آئیں اور آپ سے کہا "خدا کے لیے اور جو کچھ مرضی ہو کر لو، یہ کام نہ کرو کیونکہ لوگ ہمیں طعنے دیں گے۔" ادھر اس واقعہ کی خبر بابا جی سرکار کو بھی ہو گئی۔ آپ جب حجرے میں واپس لوٹے تو بابا جی نے استفہامیہ انداز میں پوچھا "یہ کیا کر دیا، میں نے تو صرف بات ہی کی تھی؟" آپ نے عرض کیا "یہ بھی کوئی مشکل کام ہے۔ نفس کشی میں شرم کس بات کی۔"

بذل مال و جاہ و ترک نام و ننگ
در طریق عشق اول منزل است

ترجمہ: دولت اور منصب کی قربانی اور عزت و شہرت سے ہاتھ دھو لینا، عشق کے راستے میں پہلی منزل ہے۔

درحقیقت خاندانی تعصب اور دنیاوی عزت و ناموس سے چھٹکارا حاصل کرنا، عشق کے راستے کا پہلا سنگ میل ہے۔ تکیہ شریف میں منتقلی کے ابتدائی چند سال آپ نے تنگی و عسرت میں بسر کیے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی تائید و نصرت سے آپ کے قدم کبھی نہ ڈگمگائے۔ فتوحات کا

Marfat.com

سلسلہ شروع ہوا تب بھی آپ نے کسی چیز کی جانب نظر اٹھا کر نہ دیکھا۔ اگر ایک ہاتھ سے کچھ آیا تو دوسرے ہاتھ سے اسی وقت فی سبیل اللہ دے دیا اور خود درویشوں کے ساتھ سوکھی روٹی کھانے کو ہی ترجیح دی۔

باطنی تربیت:

حضرت سرکار جیؒ کی دنیا سے بے رغبتی اور راہ سلوک اختیار کرنے کا سبب حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی ؒ المعروف غوث اعظم کی روحانی ملاقات تھی اور آپ کو چشتیہ فیض خواجہ خواجگان حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ المعروف خواجہ غریب نواز سے ملا تھا۔ لیکن فیض صحبت حضرت بابا محبت علی خانؒ سے تھا، جو تادم آخر قائم رہا۔

حضرت بابا جی سرکارؒ اور آپ کے درمیان انتہائی پیار اور محبت کا رشتہ تھا۔ اسی انس کی وجہ سے بابا جی سرکار آپ کو (منا) کہہ کر یاد کرتے تھے۔ جب حالت جذب میں ہوتے تو فرماتے: ''میری زندگی کا حاصل محمد افضل خان ہے'' مزید یہ کہ ''جس نے معنوی سیّد کو دیکھنا ہے وہ ہمارے خان صاحب کو دیکھ لے۔ کیونکہ انھوں نے اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے عشق میں سب کچھ لٹا دیا اور خود بھی جل کر راکھ ہو گئے ہیں۔

ہر کہ عاشق شد جمال ذات را
اوست سیّد جملہ موجودات را

ترجمہ: جو کوئی حسن ذات کا عاشق ہو گیا وہی تمام مخلوقات کا سردار ہے۔

سیرت النبی ﷺ کے باب ''بعد از وصال نبیؐ'' میں مذکور ہے کہ سید احمد سون کا اصل نام شیخ احمد سون ولد شیخ محمد بن الیاس تھا۔ انھیں سیّد احمد کہنے کی وجہ یہ تھی کہ ایک رات ان کے والد صاحب کو جناب نبی پاک ﷺ نے خواب میں فرمایا کہ تمہارا بیٹا شیخ احمد میرے

فرزندوں میں شامل ہے، اسے سیّد احمد کہنا۔ اس کے بعد انھیں شیخ احمد کی جگہ سیّد احمد کہا جانے لگا۔

بیعت و اِرادت:

سرکارِ دو عالم ﷺ کی شفقت و کرم کے کیا کہنے کہ جسے چاہیں اپنی نوازشات اور اکرام کی بارش برساتے ہوئے اسے اپنے عشق سے نواز دیں اور اسی عشق کے سبب عاشق صادق کو معنوی سیّد کہلانے کا حق حاصل ہو جائے۔ حضرت سلمان فارسیؓ کو حضور ﷺ نے اپنی آل میں سے فرمایا کہ اسی عشق کے سبب حضرت خواجہ فریدالدین گنج شکرؒ نے اپنے حقیقی فرزند کو فرزندِ نانی اور حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کو فرزندِ جانی قرار دیا تھا۔

قبلہ سرکار جیؒ کی روحانی تربیت تمام تر وہبی تھی۔ حضرت سیدنا غوث اعظمؒ، حضور خواجہ غریب نوازؒ اور مخدوم علاؤالدین علی احمد صابر کلیریؒ سے آپ کو بطریق اویسیہ باطنی فیض حاصل ہوا۔

اولیاء کرام کے حالات و واقعات میں ایسی کئی مثالیں موجود ہیں کہ روحانی طور پر مستفیض کرنے والے بزرگ اور فیض یاب ہونے والے کے درمیان زمانی بُعد ہوتا ہے۔ لیکن بطریق اویسیہ عالم روحانیت میں فیض رسانی کے لیے زمان و مکاں کی کوئی قید نہیں۔ حضرت بایزید بسطامیؒ نے حضرت امام جعفرؒ کی روح سے اور حضرت ابوالحسن خرقانیؒ نے حضرت بایزید بسطامیؒ کی روح پُر فتوح سے فیض پایا۔ حالانکہ ہر دو حضرات کے درمیان صدیوں کے زمانی فاصلے موجود تھے۔ اسی طرح حضرت بوعلی قلندرؒ نے، جن کا اصل نام شرف الدین ہے، مولائے کائنات حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روحانی فیض پایا تھا۔ اسی نسبت سے آپ بوعلی قلندر مشہور ہو گئے۔ لیکن بہر حال سالک کو کسی سلسلہ تصوف میں داخل

Marfat.com

ہونے اور نسبت حاصل کرنے کے لیے شیخ کامل کے دست مبارک پر ظاہری بیعت بھی کرنی پڑتی ہے تاکہ یہ سند عالم شہادت میں حضور نبی کریم ﷺ سے متصل ہو جائے۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی خدمت میں ایک دن آپ کے صاحبزادے کی بیعت کے متعلق عرض کیا گیا کہ انھوں نے دہلی میں حضرت قطب الدین بختیار کاکیؒ کی قبر مبارک سے بیعت کی ہے۔ یہ سن کر حضرت بابا فرید الدینؒ نے فرمایا: ''حضرت قطب الاقطاب ہمارے پیر و مرشد ہیں۔ اگر قبر سے بیعت جائز ہوتی تو ہم بھی کرتے۔ بیعت تو صرف حیات ظاہری میں ہوتی ہے۔ اس کے لیے شیخ کا عالم ظاہر میں ہونا ضروری ہے اور یہی سنت صحابہ اور طریق اولیاء ہے''۔

حضرت سرکار جیؒ، حضرت بابا محبت علی خانؒ کو ہی اپنا پیر و مرشد تصور کرتے تھے۔ حالانکہ نہ تو زندگی میں کبھی بابا جی سرکارؒ نے یہ کہا کہ آپ میرے مرید ہیں اور نہ حضرت سرکار جیؒ کی زبان سے ہم نے سنا کہ بابا جیؒ میرے پیر و مرشد ہیں۔ جبکہ بابا جیؒ، سرکار جیؒ کے متعلق فرماتے کہ ''یہ میرا بھائی ہے، اللہ تعالیٰ نے اسے رزق بھی دیا ہوا ہے، میں تو یہاں مسافر ہوں۔'' لیکن جیسی عزت و احترام آپ بابا جی سرکارؒ کی فرماتے تھے، اپنے پیر و مرشد کی ایسی عزت موجودہ زمانے میں کسی مرید کے بس کی بات نہیں۔

ایک دن بابا جی سرکارؒ نے آپ سے فرمایا: ''منا! میں تمہارے ساتھ ہوں اور ہر وقت تمہارے لیے دعا گو ہوں۔ اللہ تعالیٰ تمہیں دین و دنیا کی بادشاہی عطا فرمائے، چونکہ میرا طریقہ ظاہری بیعت سے متعلق نہیں۔ مجھے روحانی فیض کا زیادہ حصہ مجذوبوں کے واسطے سے عطا ہوا ہے۔ لیکن مجھے لگتا ہے کہ تمہاری وساطت سے مخلوق خدا اولیاء و مشائخ کے روحانی فیوض سے مستفید ہوگی، اس لیے یَدُ اللّٰہِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ کی ابدی و سرمدی نعمت پانے کے لیے کسی

Marfat.com

مرد کامل کے ہاتھ پر بیعت کرلو۔ چنانچہ قبلہ سرکار جیؒ نے تعمیل ارشاد کرتے ہوئے ۱۹۳۶ء میں درگاہ عالیہ اجمیر شریف کے ایک بزرگ حضرت سید محمد حنیف شاہ صاحبؒ سے سلسلۂ چشتیہ نظامیہ سلیمانیہ میں بیعت کرلی۔ حضرت شاہ صاحب قبلہ، شہباز طریقت، امام الواصلین حضرت خواجہ شاہ محمد سلیمان تونسویؒ کے جانشین حضرت خواجہ شاہ اللہ بخش تونسویؒ المعروف خواجہ کریم غریب نواز کے مرید وخلیفہ تھے۔ آپ کی بیعت کے ایک سال بعد ۱۹۳۷ء میں حضرت شاہ صاحبؒ انتقال فرماگئے۔

حلیہ مبارک، عادات واطوار اور معمولات:

جیسا کہ پہلے مذکور ہوا، آپ کی ولادت موضع شاہ محمد کے معروف پٹھان قبیلہ دلہ زاک کے ایک خوش حال گھرانے میں ہوئی۔ بچپن ناز ونعم میں گزرا۔ آثارِ سعادت ابتدا ہی سے چہرے پر نمایاں تھے۔ گاؤں کے بڑے بوڑھے بتاتے ہیں کہ عنفوان شباب میں ''خان جی'' انتہائی خوش پوش اور وضع دار تھے۔ پشاوری زریں کلاہ پر لنگی باندھتے۔ معروف قیمتی کپڑے سن پروف کا کوٹ زیب تن کرتے۔ یہ لباس اس دور کے شرفا ورؤسا کا امتیاز سمجھا جاتا تھا۔ خاندانی وجاہت نے شخصیت کو مزید پُر وقار بنادیا تھا۔

قد میانہ مائل بہ درازی، رنگ سرخ وسپید، گھنی ڈاڑھی، کشادہ پیشانی، پیوستہ ابرو، رخسار پُر گوشت، متناسب الاعضا، جلال وجمال کے حسین امتزاج کا پرکشش کتابی چہرہ، جسے گہری سوچ کا غماز سکوت ہمہ وقت اپنے حصار میں رکھتا۔ طبعاً کم گو تھے۔ لیکن عشق وعرفان کی پرخار وادی میں قدم رکھتے ہی سب رنگ ڈھنگ بدل گئے۔

ما قصہ سکندر و دارا نہ خواندہ ایم
از ما بجز حکایت مہر و وفا مپرس

Marfat.com

نفس کشی، ریاضت و مجاہدہ کی کثرت اور کم خوری کی وجہ سے آہستہ آہستہ پیرانہ سالی کے آثار نمایاں ہونے لگے۔ لیکن اس کے باوجود چہرہ ہمیشہ شگفتہ و پر کشش رہا۔ پاکیزگی و نفاست آخر تک مزاج کا حصہ رہی۔

گرمیوں میں سفید ململ کا کرتہ اور تہ بند باندھتے تھے۔ پاؤں میں کھڑاؤں استعمال کرتے تھے۔ جبہ و دستار اور عبا و قبا کے تکلفات سے یکسر بے نیاز تھے۔ ظاہر و باطن میں سادہ تھے، لیکن اس سادگی میں بھی بڑی پُرکاری تھی۔

آپ عادات واطوار میں خواجگان چشت اہل بہشت کی طرح اخلاق حسنہ کا ایک اعلیٰ نمونہ تھے۔ ظاہر ہے سچا صوفی اور ولی وہی ہے جو ہوائے نفس سے کلی طور پر پاک اور ظاہر و باطن میں آقائے دو جہاں ﷺ کی سیرت پاک کا عملی نمونہ ہو۔ خود آنحضرت ﷺ کے بارے میں اللہ رب العزت کا فرمان ہے:

وَاِنَّکَ لَعَلٰی خُلُقٍ عَظِیْمٍ○

ترجمہ: بے شک آپ خلق عظیم کے بلند منصب پر فائز ہیں۔

نبی پاک ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

اَکْمَلُ الْمُؤمِنِیْنَ ایماناً اَحْسَنُھُمْ خُلُقاً○

ترجمہ: کامل ترین ایمان والا وہ ہے جس کے اخلاق سب سے اچھے ہیں۔

اسی موضوع پر مولانا روم نے یوں طبع آزمائی فرمائی ہے:

من ندیدم در جہاں جستجو

ہیچ اہلیت بہ از خوئے نکو

ترجمہ: میں نے راہ سلوک وطلب میں اچھے اخلاق سے بڑھ کر اور کوئی خوبی نہیں دیکھی۔

Marfat.com

حضرت سرکار جیؒ کو اللہ تعالیٰ کی ذات پر کامل توکل اور بھروسہ تھا۔ جس کی وجہ سے آپ کو قلبی استغنا کے ساتھ ساتھ ترک و تجرید میں بھی درجہ کمال حاصل تھا۔ بقولِ شاعر:

ہر کرا جامہ ز عشقے چاک شد

او ز حرص و عیب کلی پاک شد

ترجمہ: جس شخص نے عشق کا لباس زیب تن کرلیا وہ حرص و ہوا اور عیوب سے پوری طرح پاک ہوگیا۔

آپ نے بھی اپنا سب کچھ راہ خدا میں لٹا دیا اور آستانہ عالیہ سے ملحقہ زمین لنگر اور مسجد کے لیے وقف کر دی۔ آپ تو ایسے لوازمات دنیا سے لاتعلق ہو گئے تھے جیسے کوئی شخص کسی سرائے میں اس یقین و اعتماد کے ساتھ قیام پذیر ہو کہ وہاں کی کسی چیز کے ساتھ اسے کوئی سروکار نہیں۔ آپ فرماتے تھے کہ درویش کی ملکیت میں اپنی جان بھی نہیں ہوتی چہ جائیکہ کہ وہ مال و جائیداد کا مالک بن بیٹھے۔ آپؒ، نبی کریم ﷺ کی اس حدیث مبارک کا عملی نمونہ تھے جس میں آپ ﷺ نے حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے فرمایا: ''دنیا میں اس طرح زندگی بسر کر گویا تو غریب الدیار ہے یا مسافر اور اپنے آپ کو اہل قبور میں شمار کر''۔

سالک وہ ہے جو ہر حال میں اپنے مالک حقیقی کی رضا پر راضی رہتا ہے۔ غریب پروری اور درویش نوازی کی صفت اللہ تعالیٰ نے آپ کو بدرجہ اتم عطا فرمائی تھی۔ آپ نے ہمیشہ غربا و مساکین کے ساتھ تعلق رکھا۔ کسی خان، نواب، حاکم یا کسی دنیادار کو کبھی درخورِ اعتنا نہیں سمجھا۔ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اللہ تعالیٰ تقویٰ اور عاجزی پسند فرماتے ہیں۔ غربا اور مساکین کے بارے میں فرماتے کہ انھیں اپنی لغزشوں اور کوتاہیوں پر اللہ تعالیٰ کے حضور ندامت و پشیمانی ہوتی ہے، اس لیے ان کی غلطیاں اور کوتاہیاں بھی کمزور اور قابلِ معافی ہوتی

Marfat.com

ہیں۔اس کے برعکس دنیا دار اُمرا کو ہم گناہوں پر غرور وتکبر کرتے دیکھتے ہیں۔ یہ لوگ اپنی لغزشوں پر ندامت محسوس نہیں کرتے۔ بلکہ احساس تکبر کے تحت گناہ پر گناہ کئے چلے جاتے ہیں۔ دراصل تمام گناہوں کی جڑ یہی غرور وتکبر ہے۔ شیطان تکبر کی وجہ سے ہی راندۂ درگاہ قرار دیا گیا تھا۔

آپ عموماً خاموش رہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کی زبان مبارک میں ایسی تاثیر رکھی تھی کہ آپ کی باتیں سن کر غم زدہ لوگ اپنے رنج وغم بھول جاتے تھے اور ان کے دل دنیا سے متنفر ہو جاتے تھے۔ کتابوں میں اولیاء اللہ کی پہچان مذکورہ ہے کہ ان کے چہروں پر نظر پڑتی ہے تو خدا یاد آتا ہے۔ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے والوں پر اللہ تعالیٰ کا ایک خاص کرم یہ ہے کہ وہ تھوڑی روزی پر قناعت کرتے ہیں اور اپنے رازق کی اس عنایت پر ہمیشہ شاداں وفرحاں نظر آتے ہیں۔ حضرت عبداللہ ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''کامیاب وبامراد ہوا وہ بندہ جسے حقیقتِ اسلام نصیب ہوئی۔ اسے روزی بقدر کفاف ملی اور اللہ تعالیٰ نے اسے اس قدر قلیل روزی پر بھی قانع بنا دیا''۔

آپ نے تمام عمر کسی دنیاوی چیز کی خواہش کی نہ ہی کسی کی غیبت پسند کی۔ اقبال نے اپنے کلام میں مردِ مومن کی جن صفات کا ذکر کیا ہے وہ آپ کی ذات مبارک میں بدرجہ اتم پائی جاتی تھیں۔

خاکی و نوری نہاد بندۂ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
اس کی اُمیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
اس کی ادا دلربا اس کی نگاہ دلنواز

Marfat.com

آپ کی شفقت و رافت کا یہ عالم تھا کہ اگر کوئی شخص ایک دفعہ آپ سے ملاقات کر لیتا تو ہمیشہ یہی سمجھتا کہ جس قدر آپ کو اس سے انس و محبت کا تعلق ہے، ایسا شاید ہی کسی اور سے ہو۔ کوئی اجنبی آپ کی محفل میں آ جاتا تو آپ کی سحر انگیز شخصیت سے اس قدر مانوس ہو جاتا، جیسے برسوں کا شناسا ہو۔ یہی کمال ولایت ہے۔ کیونکہ اللہ کے دوست اس کی مخلوق کے لیے باعث رحمت ہوتے ہیں۔ آپ نے بھی اس رحمت خاص کو انتہائی خلوص و محبت سے مخلوق خدا میں تقسیم فرمایا۔ اس الفت و محبت کی تاثیر تھی کہ پرندے بھی آپ سے خوف محسوس نہیں کرتے تھے۔ بارہا ایسا ہوا کہ آپ تنہا تشریف فرما ہوتے تو پرندے پاس آ کر بیٹھ جاتے اور بلا خوف و خطر ادھر اُدھر پھرتے رہتے۔ مگر جوں ہی کوئی دوسرا آتا تو فوراً اڑ جاتے۔ مشائخ چشت کی طرح آپ کا طریق بھی صلح کل تھا۔ بقول خواجہ میر درد:

عالم سے اختیار کی ہر چند صلح کل
پر اپنے ساتھ مجھ کو شب و روز جنگ ہے

قبلہ سرکار جیؒ صبح ۹ بجے کے قریب حجرے سے باہر تشریف لاتے اور زائرین کو شرف باریابی بخشتے۔ دوپہر کو تھوڑی دیر کے لیے قیلولہ فرماتے۔ نماز ظہر سے عصر تک اوراد و وظائف میں مشغول رہتے۔ جبکہ عصر کے بعد تھوڑی دیر چہل قدمی فرماتے۔ نماز مغرب کے بعد حسب منشا کھانا تناول کرتے۔ عشا کی نماز آپ رات گئے دیر سے ادا کرتے تھے۔ جبکہ تلاوت کلام پاک فجر کی نماز کے بعد فرمایا کرتے تھے۔ چوبیس گھنٹوں میں صرف تین چار گھنٹے سونے کا معمول تھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر استقامت عطا کی تھی کہ تمام عمر معمولات میں ذرہ برابر فرق نہ آیا۔

تکیہ شریف میں اقامت اختیار کرنے کے بعد کبھی کسی کی مرگ یا شادی میں شمولیت کے لیے تکیے سے باہر گئے اور نہ ہی کسی دنیادار کی دعوت قبول کی۔ قیام پاکستان سے پہلے باقاعدگی سے حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے عرس پر اجمیر شریف حاضری دیتے تھے۔ لیکن

Marfat.com

بعد میں صرف دو مرتبہ ۱۹۶۲ء اور ۱۹۶۴ء میں حاضر ہوئے۔ البتہ حضرت شیخ فرید الدین گنج شکرؒ کے عرس مبارک پر ہمیشہ حاضر ہوتے رہے۔ حضرت بابا فضل الدین چشتی صابریؒ کے عرس پر کلیام شریف بھی با قاعدہ حاضر ہوتے رہے۔ یہ عرس ۳۰- دسمبر (پوہ کی سترہ) سے شروع ہو کر ۹- جنوری کو اختتام پذیر ہوتا ہے۔ لیکن ۱۹۶۴ء کے بعد آپ وہاں بھی نہ جا سکے۔ البتہ حضرت بابا محبت علی خانؒ جب تک موضع کھیدو (نزد منگ، ہری پور) میں مقیم رہے، ان کے ہاں ہر سال موسم سرما میں ہفتہ عشرہ کے لیے ضرور تشریف لے جاتے۔ بقول الطاف حسین حالیؔ :

کون و مکاں سے ہے دل وحشی کنارہ گیر
اس خانماں خراب نے ڈھونڈا ہے گھر کہاں

Marfat.com

عجز و انکسار:

تصوف سراسر خدمت اور مخلوق کی بھلائی چاہنے کا نام ہے۔ خدمت خلق تب تک ممکن نہیں جب تک انسان اپنے اندر عجز و انکسار پیدا نہ کر لے اور اللہ کی مخلوق کو اپنے سے بہتر نہ سمجھ لے۔ کہا جاتا ہے کہ "شنیدہ کے بود مانند دیدہ" ویسے تو سب ہی زبانی کلامی عجز و انکسار کا اظہار کرتے ہیں، لیکن عمل کے وقت بڑا کٹھن اور مشکل مرحلہ درپیش ہوتا ہے۔

فروتنی ست نشانِ رسیدگانِ کمال
کہ چون سوار بہ منزل رسد، پیادہ شد

ترجمہ: منزل کمال پر پہنچ جانے والوں کی نشانی ہے کہ ان میں عاجزی آجاتی ہے، جیسے کوئی سوار منزل پر پہنچتا ہے تو پیادہ ہو جاتا ہے۔

قبلہ سرکار جیؒ نے ایک کھاتے پیتے گھرانے میں جنم لیا اور ناز و نعمت میں پرورش پائی، لیکن راہ فقر میں قدم رکھتے ہی اللہ تعالیٰ نے آپ کو عاجزی وانکساری کی وہ دولت عطا فرمائی، جسے دیکھ کر عقل انسانی دنگ رہ جاتی ہے اور بے ساختہ زباں سے یہ شعر نکلتا ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

قبلہ سرکار جیؒ نے کبھی کسی چیز کی ملکیت کا دعویٰ نہیں کیا۔ ہمیشہ فساد اور انتشار پیدا کرنے والوں کی دلپذیر انداز میں اصلاح فرمائی۔ اگر آستانہ عالیہ میں کبھی درویشوں کے درمیان کوئی تلخ کلامی ہو جاتی تو آپ اظہار ناپسندیدگی کے طور پر وہاں سے اٹھ جاتے یا فرماتے کہ'' آپ لوگ مجھے کیوں تنگ کرتے ہیں۔ اگر آپ کو مجھ سے کوئی تکلیف ہے تو میں یہاں سے چلا جاتا ہوں''۔ جھگڑا مٹانے کا یہ طریقہ حسن اخلاق کا کتنا خوبصورت انداز ہے۔ اس طرح آپ دوسروں کی لغزشوں کو موضوع بحث بنانے سے گریز فرماتے اور اصلاح کے لیے بالعموم بالواسطہ طریقہ اختیار فرماتے۔

ایک دفعہ سائیں حیات نامی ملنگ تکیہ شریف میں آیا تو اسے فالج کا عارضہ لاحق ہو گیا۔ وہ اکثر خانقاہوں اور مزارات پر حاضری دیتا اور حالت سفر میں ہی رہتا تھا۔ جب بیماری نے غلبہ پایا تو قبلہ سرکار جیؒ نے اس کے علاج کا بندوبست کیا اور درویشوں کو اسے مالش کرنے کا حکم دیا تاکہ اسے پسینہ آئے اور مرض میں افاقہ ہو۔ سائیں حیات خود میں محو رہنے والا ایک سرمست انسان تھا۔ وہ اپنے آپ پر توجہ دینے کے قابل نہیں تھا۔ مہینوں غسل نہ کرنے کی وجہ سے اس کے جسم پر میل کی دبیز تہ جمی ہوئی تھی۔ آپ کے حکم کے باوجود گھن اور کراہت کی وجہ سے کسی درویش نے بھی اس کے قریب جانا پسند نہ کیا۔ دوسرے دن آپ کو سائیں حیات کے

Marfat.com

ساتھ ہونے والی کوتاہی کا علم ہوا تو آپ کو بہت دکھ ہوا۔ رات کو جب سب سو گئے تو آپ نے خود سائیں حیات کے جسم پر مالش کی۔ جس کی وجہ سے اسے کھل کر پسینہ آیا اور وہ افاقہ محسوس کرنے لگا۔ صبح جب درویشوں کو پتہ چلا تو بہت شرمندہ ہوئے۔ انھیں مخاطب کرتے ہوئے آپ نے فرمایا: ''تم اس سے کراہت محسوس کرتے تھے۔ کیا وہ اللہ کا بندہ نہیں ہے؟ تمہیں کیا معلوم اللہ کے نزدیک کون زیادہ پسندیدہ ہے؟ اس کی بے نیازی سے ڈرنا چاہیے''۔

خاکسارانِ جہاں را بحقارت منگر

تو چہ دانی کہ درایں گرد سوارے باشد

ترجمہ: دنیا میں خاک آلودہ لوگوں کو حقارت کی نظر سے نہ دیکھ۔ تجھے کیا خبر کہ اس گرد میں کوئی شہسوار موجود ہو۔

میرے لیے اللہ ہی کافی ہے:

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ ایک دفعہ خواب میں مجھے ایک درویش کی زیارت ہوئی۔ وہ تکیہ شریف کے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ بہت سے لوگ ان کے پیچھے آرہے تھے۔ وہ کسی کی طرف نظر التفات سے نہیں دیکھتے تھے۔ میرے قریب آکر بیٹھ گئے۔ سلام و دعا کے بعد حال دریافت کیا۔ پھر فرمایا کہ میرے پاس زمین کے اختیارات ہیں۔ اگر آپ پسند کریں تو میں بہت سی زمین اور جائیداد آپ کے نام لکھ دوں۔ میں نے عرض کیا: ''اگر لوگوں کی زمین اور جائیداد مجھے لینی ہوتی تو میں اپنی جائیداد کیوں چھوڑتا۔ آپ براہ کرم اس جائیداد وغیرہ سے کسی دوسرے شخص کو نواز دیں، میرے لیے یہی کافی ہے کہ مجھ سے میرا اللہ راضی ہو جائے۔''

اس خواب کے چند دن بعد بانڈی اخون کا ایک شخص، جس کا نام کالا بابا تھا، آپ

Marfat.com

کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میری اولاد نہیں ہے اگر اجازت مرحمت فرمائیں تو میں اپنی تمام جائیداد آپ کے نام منتقل کرا دوں۔

آپ اس کی بات سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''بابا! تمھاری جائیداد تمھارے وارثوں کو نصیب ہو۔ میں تو خود بھی تکیہ شریف کی اراضی سے سبکدوش ہونا چاہتا ہوں۔ میرا ارادہ ہے کہ کسی گمنام جگہ پر جا کر اپنا وقت یادِ خدا میں گزار دوں۔''

قیامِ پاکستان سے کچھ عرصہ پہلے ایک انگریز تکیہ شریف میں آیا۔ وہ آپ کی دلپذیر شخصیت سے بہت متاثر ہوا۔ اس نے درخواست کی کہ اگر آپ اجازت دیں تو میں زائرین کے لیے یہاں مکانات اور رہائشی حجرے تعمیر کرا دوں۔ آپ نے اس سے معذرت کرتے ہوئے فرمایا: '' مجھے تعمیرات سے اتنی دلچسپی ہوتی تو میں اپنا گھر بار چھوڑ کر اس ویران جگہ کیوں آباد ہوتا''۔ دراصل اس طرح کی کوئی اعانت قبول کرنا آپ کے مزاج کے خلاف تھا۔

در دہر آنکہ نیم نانے دارد
و ز بہر نشست آشیانے دارد
نے خادمِ کسے بود ، نہ مخدومِ کسے
گو شاد بزی کہ خوش جہانے دارد

ترجمہ: جسے دنیا میں آدھی روٹی میسر ہے اور رہنے کے لیے کوئی ٹھکانا فراہم ہے، وہ کسی کا محتاج ہوتا ہے اور نہ کوئی اس کا محتاج ہوتا ہے۔ اسے کہو کہ سلامت رہے کیونکہ اس کی زندگی کتنی مثالی ہے۔

راہِ فقر میں قدم رکھنا آسان کام نہیں کہ چند چلے کھینچ لیے اور آستانہ بنا کر بیٹھ گئے۔ اس مقام پر تو اللہ کے بندوں کو گوناگوں امتحانات اور آزمائشوں سے گزرنا پڑتا ہے۔

Marfat.com

بقول حافظ:

شب تاریک وبیم، موج وگرداب چنین حائل

کجا دانند حالِ ما سبکسارانِ ساحل ہا

ترجمہ: تاریک رات ہے، موجوں کا ڈر ہے اور ایسے ایسے بھنور راستے میں ہیں، ساحلوں پر بیٹھے ہوئے بے پرواہ لوگوں کو ہمارے حال کی کیا خبر؟

فاقہ، دکھ، بیماری، جنت اور حور وقصور کا لالچ، دنیاوی مال ودولت کے انبار، مخلوق کا رجوع اور کشف وکرامات کا چکر ایک نہ ختم ہونے والا امتحان ہے، جس میں بندہ اللہ رب العزت کی توفیق وعنایت کے بغیر سرخرو نہیں ہوسکتا۔ حضرت ابو عمامہؓ سے ایک حدیث روایت ہے کہ حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا: ''اللہ نے میرے سامنے یہ بات رکھی کہ وہ میرے لیے مکہ کی وادی سونے سے بھردے۔ میں نے عرض کیا کہ میرے پروردگار! میں اپنے لیے یہ نہیں مانگتا۔ بلکہ میں تو یہ پسند کرتا ہوں کہ جب بھوک لگے تو تجھے یاد کروں۔ تیرے سامنے گریہ وزاری کروں اور جب تیری عنایت سے رزق عطا ہو تو پیٹ بھرنے کے بعد تری حمد وثنا بیان کروں اور شکر ادا کروں۔''

مذکورہ حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ مختار کل ہونے کے باوجود اپنی ذات کے لیے کوئی خواہش نہیں رکھتے تھے۔ جبکہ خالق کائنات نے دنیا کے سارے خزانے آپ ﷺ کے سامنے رکھ دیئے۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: ''اگر آپ نہ ہوتے تو میں زمین وآسمان پیدا ہی نہ کرتا''۔

جو کچھ بھی ہے، جہاں بھی ہے، سب اُنؐ کے دم سے ہے

تخلیق کائنات ہے صدقہ حضورؐ کا

Marfat.com

اس کے باوجود بھی نبی کریم ﷺ نے دنیا و مافیہا کی کسی چیز کو آنکھ اٹھا کر نہیں دیکھا بلکہ فرمایا:

اَللّٰهُمَّ بِالرَّفِيْقِ الْاَعْلٰیO

اس طرح کے بے شمار واقعات سید الانبیاء آقائے دوجہاں ﷺ کے غلاموں کے تذکروں میں موجود ہیں۔ ان تمام واقعات سے دنیا و مافیہا سے بے اعتنائی و لاتعلقی کا درس ملتا ہے۔

لنگر کا اجرا اور قبولِ فتوح:

قبلہ سرکار جیؒ کا ارادہ باقاعدہ خانقاہ بنانے کا تھا نہ ہی آپ نے لنگر جاری کرنے کی بابت کبھی سوچا تھا۔ لیکن قدرت کی طرف سے یہ بات آپ کے دل میں ڈال دی گئی کہ مال و زر کا صحیح مصرف، بزرگانِ دین کے نام پر فاتحہ دلوا کر لنگر تقسیم کرنا ہے۔ خداوند تعالیٰ کے حضور، بھوکوں کو کھانا کھلانے سے افضل کوئی عمل نہیں۔ قرآن مجید میں بھی غریبوں، مسکینوں اور محتاجوں کو کھانا کھلانے کی ترغیب دی گئی ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًاO

ترجمہ: وہ اللہ کی محبت میں غریبوں، یتیموں اور قیدیوں کو کھانا کھلاتے ہیں۔

دنیا کے تمام مذاہب میں حقوق العباد کی ادائیگی اور بندگان خدا کی دستگیری کو انتہائی پسندیدہ عمل قرار دیا گیا ہے۔ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کے ملفوظات میں ایک واقعہ درج ہے کہ ایک بزرگ تاتاریوں کے ہاتھوں گرفتار ہوئے۔ ان کے خانوادۂ طریقت میں سے ایک شخص وہاں موجود تھا، جو چنگیز خان کے دربار میں رسوخ لکھتا تھا۔ آپ کا مرید چاہتا تھا کہ کسی طرح آپ کی مدد کی جائے۔ اس نے بہت سوچ و بچار کی کہ وہ کس طرح اپنے مرشد کے فضائل و مناقب بیان کر کے ان کی رہائی ممکن بنا سکتا ہے؟ اگر چنگیز خان کے دربار

Marfat.com

میں ان کی عبادت اور کشف و کرامات کا ذکر کرتا تو امکان تھا کہ چنگیز خان ان فضائل کو درخورِ اعتنا نہ سمجھتا۔ آخر اس نے چنگیز خان کو رام کرنے کے لیے ان کی یہ فضیلت بیان کی کہ ان کے والد بہت اچھی شخصیت کے حامل تھے۔ وہ لوگوں کو کھانا کھلایا کرتے تھے۔ چنگیز خان نے پوچھا: اپنوں کو کھانا کھلاتے تھے یا بیگانوں کو؟ اس شخص نے جواب دیا کہ اپنوں کو تو ہر کوئی کھلاتا ہے، وہ بیگانوں اور ناآشنا لوگوں کو کھلاتے تھے۔ یہ سن کر چنگیز خان بہت خوش ہوا اور کہنے لگا کہ وہ شخص کتنا عظیم ہوگا جو بیگانوں کو کھانا کھلاتا تھا۔ اس نے فوراً ان کی رہائی کا حکم صادر کیا اور نہ صرف ان سے معذرت کی بلکہ انھیں خلعت فاخرہ سے بھی نوازا۔

حضرت سیدنا غوث اعظمؓ کا فرمان ہے کہ ''میں نے تمام اعمال کی چھان بین کی ہے، سب سے افضل عمل لوگوں کو کھانا کھلانا ہے۔ اگر میرے پاس دنیا بھر کے خزانے آجائیں تو میں سب کے سب بھوکوں پر صرف کر دوں''۔

قبلہ سرکار جیؒ چاند کی چھ اور گیارہ کو بالترتیب حضرت خواجہ غریب نوازؒ کی چھٹی شریف اور سیدنا غوث اعظمؓ کی گیارہویں شریف کے ختم کا اہتمام فرماتے تھے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کو گیارہویں کے ختم کے لیے کچھ نذر پیش کرنا چاہی تو آپ نے قبول نہ کی اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا: ''یہ نذر کسی اور پیر کی خدمت میں پیش کر دینا، میں یہاں نذر و نیاز لینے نہیں بیٹھا۔ اللہ تعالیٰ نے ایک آگ میرے اندر لگا رکھی ہے۔ جب یہ سب کچھ ختم ہوگا تو میں یہاں سے کہیں اور چلا جاؤں گا''۔ اسی شب حضور غوث اعظمؓ کی طرف سے یہ تنبیہ کی گئی کہ اب تمہاری مرضی نہیں چلے گی، جو کچھ بھی تمھیں بغیر طلب ملے وہ لینا ہوگا۔ کیونکہ وہ ہماری طرف سے ہوتا ہے۔ اس طرح لنگر کے ذریعے غریبوں مسکینوں کو کھانا ملتا رہے گا۔ اگر تمہارا جی چاہے تو اسے استعمال کر لو ورنہ بے شک دوسروں کے لیے وقف کر دو۔ اس کے بعد آپ

Marfat.com

بلا حیل و حجت ہدیہ و نذرانہ قبول کر لیتے مگر اس طرح کہ ایک طرف سے کچھ آتا تو دوسری طرف غربا و مساکین میں تقسیم ہو جاتا۔ اس میں سے اپنی ذات کے لیے کچھ بھی روا نہ رکھتے۔

''فوائد الفواد'' میں بزرگوں کی خدمت میں پیش کی جانے والی نذر و نیاز سے متعلق حضرت نظام الدین اولیاءؒ کا ایک ملفوظ درج ہے۔ آپ نے فرمایا: جو بے طلب پیش کیا جائے لے لینا چاہیے۔ ایک دن جناب رسالت مآب ﷺ نے حضرت عمر فاروقؓ کو کوئی چیز عنایت فرمائی۔ امیر المومنینؓ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! میرے پاس یہ چیز موجود ہے۔ آپ اہل صفہ میں سے کسی کو عطا فرما دیں یا کسی اور ضرورت مند کو مرحمت فرما دیں۔ جناب نبی پاک ﷺ نے فرمایا: اے عمر! بغیر مانگے اگر کوئی کچھ دے تو لے لو۔ اس میں سے استعمال کرو اور اگر چاہو تو صدقہ بھی کر دو۔

صوفیاء کرام کی خدمت میں لوگ جو ہدیہ یا تحفہ پیش کرتے ہیں، وہ ان کے ذاتی مقاصد پر صرف نہیں ہوتا۔ وہ اسے جمع نہیں کرتے بلکہ رسول اللہ ﷺ کی سنت کے مطابق اللہ تعالیٰ کی رضا کی خاطر تقسیم کر دیتے ہیں۔

توکل اور تعمیر مسجد:

آپؒ توکل علی اللہ کے اعلیٰ مرتبے پر فائض تھے۔ اس لیے عمر بھر کسی دنیاوی منفعت کی خواہش نہیں کی۔ مجھے ربع صدی کا طویل عرصہ آپ کی خدمت میں حاضر رہنے کا شرف حاصل رہا۔ لیکن اس دوران میں خلوت و جلوت میں کبھی آپ سے دنیا کی کسی خواہش پر گفتگو نہیں سنی۔ اپنے وصال سے چار پانچ برس قبل صرف ایک خواہش کا اظہار فرمایا اور وہ بھی تعمیر مسجد کی خواہش۔ مسجد کی چھت کچی لکڑی سے بنی ہوئی تھی۔ بارش کے دنوں میں پانی مسجد کے اندر ٹپکنے لگتا تھا۔ ایک دن آپ نے فرمایا: ''یوں تو تمام کائنات اللہ تعالیٰ ہی کی

Marfat.com

ملکیت ہے، لیکن مساجد کو خصوصاً اللہ کا گھر ہونے کی نسبت حاصل ہے۔اس لیے اگر مسجد کی چھت پختہ ہو جائے تو بہتر ہے''۔ میں نے عرض کیا: ''اگر آپ اجازت فرمائیں تو مسجد کشادہ بھی کر دی جائے اس لیے کہ اعراس کے مواقع پر نمازیوں کے لیے جگہ تنگ ہو جاتی ہے۔'' آپ چونکہ تعمیرات وغیرہ کو پسند نہیں فرماتے تھے، اس لیے خاموش ہو گئے۔ کچھ دیر بعد فرمایا: ''میری اجازت اس شرط پر ہو گی کہ تعمیر کے لیے کسی کے سامنے دستِ سوال دراز نہ کیا جائے''۔ میں نے عرض کی: ''حضور! آپ سے میرا یہ وعدہ ہے کہ اسی طرح ہوگا۔'' آپ نے دوبارہ فرمایا کہ'' میں صرف تکیہ شریف سے باہر لوگوں کے متعلق نہیں کہہ رہا، بلکہ ان دوست احباب کے متعلق بھی میری یہی رائے ہے، جو آستانہ عالیہ سے تعلق و نسبت رکھتے ہیں کہ ان سے بھی اظہار حاجت نہ کیا جائے۔کسی درویش کے لیے مخلوق کے سامنے دستِ سوال دراز کرنا مطلق حرام ہے۔عنداللہ نیکی وہی مقبول ہے، جس کی بندہ کو استطاعت ہو''۔

باطنی نعمت کی بشارت:

قبلہ سرکار جیؒ نے بیان فرمایا کہ جب میں نے گاؤں کی رہائش ترک کی اور تکیہ شریف میں منتقل ہوا تو ایک رات خواب میں یہ آواز سنائی دی کہ فتنہ و فساد کا دور دورہ ہے، ایمان بچانا مشکل ہو گیا ہے۔مولویوں کے وعظ و نصیحت نہ سننا، وہ تمہیں صرف یہی بتائیں گے کہ فلاں نیکی کا کتنا اجر و ثواب ہے اور فلاں کام کا کتنا گناہ و عذاب ہے۔اس کے علاوہ وہ کچھ نہیں جانتے۔اجر و ثواب کے تمام مسائل اپنی جگہ صحیح و درست ہیں، لیکن ہر انسان سے اتنی ہی باز پرس ہو گی جتنی اس کی طاقت ہے۔اگر اللہ تعالیٰ اتنی ساری روحانی طاقت عطا کر دیں کہ انسان دوسروں کو گمراہی سے نکال کر راہ راست پر لا سکے تو بہت بہتر ورنہ حضور علیہ الصلوٰۃ

Marfat.com

والسلام اسے ناپسند فرماتے ہیں کہ آدمی دوسروں کی وجہ سے خود بھی دنیاوی خواہشات میں مبتلا ہو جائے۔ اب تو ہر طرف بدبو ہی بدبو ہے۔ جو تھوڑی بہت روحانی خوشبو اللہ تعالیٰ نے عطا کی ہے اسے سنبھال کر رکھنا۔

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں: ''دیکھو بیٹا! جو دل ہوا و ہوس میں مشغول ہو، اس کی خاطر تم اپنا قلبی تعلق اللہ عزّ وجل سے ہرگز منقطع نہ کرو۔ ہاں اگر تم ایسا دل پاؤ جو تمہارے دل سے گرامی تر ہو تو اس کو راحت پہنچانے کے لیے بے شک اپنے دل کو مشغول کرو ورنہ رک جاؤ، اس لیے کہ بندوں کے لیے اللہ ہی کافی ہے۔''

بازیچہ ایست طفل فریب ایں متاعِ دہر
بے عقل مردماں کہ در ایں مبتلا شوند

ترجمہ: دنیا کا ساز و سامان بچوں کو بہلانے پھسلانے والا کھلونا ہے۔ وہ لوگ بے عقل ہوتے ہیں جو اس میں مبتلا ہو جاتے ہیں۔

بنام دوست سرمستم:

سید چن پیر شاہ مرحوم (ساکن-گہرخان) کی والدہ آپ کی بہت عقیدت مند تھیں۔ چونکہ تکیہ شریف میں خواتین کی حاضری سختی سے ممنوع تھی اس لیے وہ آستانہ عالیہ میں حاضر نہ ہو سکتیں۔ البتہ جب آپؒ نماز عصر کے بعد چہل قدمی کے لیے تکیہ شریف سے باہر تشریف لے جاتے تو راستے میں آپ کا انتظار کرتیں اور ہمیشہ ''قلندر جی سرکار'' کہہ کر آپ سے مخاطب ہوتیں۔ ہمیں اس بات کی سمجھ نہیں آتی تھی کہ وہ آپ کو قلندر جی سرکارؒ کیوں کہتی ہیں۔ ایک دن میں نے دریافت کیا کہ ماں جی! آپ سرکار جی قبلہ کو قلندر کیوں کہتی ہیں؟ تو انھوں نے کہا کہ میری والدہ پر جنوں کا سایہ تھا۔ وہ جب آتے تو کہتے کہ تکیہ شریف والے خان صاحب اس

Marfat.com

وقت کے قلندر ہیں۔اس لیے میں بھی آپ کو قلندر جی کہہ کر مخاطب کرتی ہوں۔آپؒ اکثر بوعلی قلندرؒ کا یہ شعر پڑھا کرتے تھے:

قلندر بوعلی ہستم بنام دوست سرمستم
دل اندر عشق او بستم نمی دانم کجا رفتم

ترجمہ: میں بوعلی قلندر ہوں،محبوب کے نام پر سرمست ہوں۔ میں نے اس کے عشق میں دل لگالیا،خود مجھے نہیں معلوم کہ میں کہاں گیا۔

مریدوں کی ضعیف الاعتقادی اور فکرِ آخرت :

قبلہ سرکار جیؒ کبھی کسی بات پر غصے کا اظہار نہیں فرماتے تھے۔لیکن جب کوئی جاہل مرید اپنی ضعیف الاعتقادی کی وجہ سے اسلام اور تصوف سے ایسی تعلیمات منسوب کرتا جو دین اسلام کی روح کے منافی ہوتیں تو آپ کو بہت ملال ہوتا۔آپ ایسے جاہل پیروں اور مریدوں کو سخت ناپسند فرماتے تھے۔بعض پیر اپنے مریدوں کو یہ یقین دلاتے ہیں کہ انھیں کسی بات کی پرواہ نہیں ہونی چاہیے کیوں کہ ان کے تمام مرید بغیر حساب بخش دیے جائیں گے۔ تصوف سے متعلقہ اس طرح کا گمان رکھنے والی شخصیات کو اکثر آپ کی ناپسندیدگی کا سامنا کرنا پڑتا۔ایسی باتیں سن کر آپ کا چہرہ سرخ ہو جاتا اور فرماتے: ''اس طرح تو حضرت سیدنا غوث اعظمؒ نے فرمایا ہے یا پھر نائب رسول حضرت خواجہ غریب نوازؒ اپنے مریدوں کی اس انداز میں دستگیری فرما سکتے ہیں۔کسی اور کی یہ مجال نہیں کہ وہ ایسا دعویٰ کرے۔سرعام ایسی باتیں وہی لوگ کرتے ہیں جنھیں حقیقت کا علم نہیں ہوتا۔اللہ تعالیٰ کی ذات تو ہر چیز سے بے نیاز ہے۔اس کی بارگاہ میں اگر کوئی شے قبول ہے تو وہ عاجزی وانکساری ہے۔ایسی باتیں درحقیقت اللہ والے نہیں کرتے۔دنیاوی زندگی میں اگر کسی پیر کو سر میں درد ہو جائے تو وہ سب

Marfat.com

کچھ بھول جاتا ہے۔ جبکہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور آقائے دو جہاں ﷺ کی رحمت کے سوا کوئی کسی کا مددگار نہیں ہوگا۔''

اس حوالے سے آپ نے بیان فرمایا کہ ایک مرتبہ مجھے ایک مہلک مرض لاحق ہو گیا۔ دوسرے تیسرے ماہ جسم سے خون اس طرح نکل جاتا جیسے کسی نے کپڑا نچوڑ دیا ہو۔ اس وجہ سے مجھے بہت کمزوری محسوس ہوتی۔ اس بیماری کے دوران میں اگر صبح کے وقت وضو کرتا تو ظہر تک تکلیف رہتی۔ ایک دفعہ ماہِ صفر میں مجھ پر بیماری کا شدید حملہ ہوا۔ اس مہینے کے آخری منگل کو حضرت خواجہ اویس قرنیؒ کا ختم شریف تھا۔ مغرب کے وقت وضو کی ضرورت محسوس ہوئی۔ میں نے اس خوف سے کہ اگر تازہ وضو کیا تو تمام رات تکلیف میں گذرے گی، اللہ کے حضور التجا کی کہ اے باری تعالیٰ! تیرا گنہگار بندہ ہوں، اپنے حبیب پاک صاحب لولاک ﷺ کے صدقے اتنی ہمت اور توفیق عطا فرما کہ آرام وسکون سے نماز ادا کرسکوں۔ اسی رات خواب میں کیا دیکھتا ہوں کہ محشر برپا ہے۔ سورج کی تمازت کا یہ عالم ہے کہ بیان سے باہر ہے۔ مخلوق خدا چڑیا کے بچوں کی طرح پیاس سے منہ کھولے بلبلا رہی ہے۔ نفسانفسی کے عالم میں کوئی کسی کا پرسانِ حال نہیں۔ ایک شخص میری جانب آتا ہے، میرا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف لے جاتا ہے اور کہتا ہے۔ آپ اتنے گھبرا گئے ہیں؟ دنیا کی تکلیف آخرت کی تکلیف کے مقابلے میں کوئی حیثیت نہیں رکھتی۔ دنیا میں ڈاکٹر اور حکیم علاج کے لیے، دوست احباب تیمارداری کے لیے اور رشتہ دار ہر طرح کی خاطرداری کے لیے موجود ہیں، جبکہ آخرت میں سوائے اعمال صالح اور اللہ کی رحمت کے کوئی پرسانِ حال نہ ہوگا۔

ایک مادر زاد ولی اللہ سے ملاقات:

قبلہ سرکار جیؒ نے اجمیر شریف کے سفر کے بارے میں ایک واقعہ بیان کیا کہ اجمیر

Marfat.com

شریف میں عرس کے موقع پر ایک مادر زاد ولی سے میری ملاقات ہوئی۔ ان کی عمر سولہ سترہ سال کے لگ بھگ تھی۔ ہر وقت ''میراں میراں'' پکارتے رہتے تھے۔ اس طرح وہ حضرت غوث اعظمؒ کو یاد کرتے تھے۔ وہاں دوران قیام، انھیں مجھ سے انس ہو گیا اور وہ میرے ساتھ ہی رہنے لگے۔ میرے دریافت کرنے پر انھوں نے بتایا کہ حضور شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کے حکم کی تعمیل میں یہاں حاضر ہوں۔ بڑے مستجاب الدعا بزرگ تھے۔ ایسے لوگوں کی زبان سے نکلی ہوئی بات کو اللہ کریم پورا کر دیتے ہیں۔ ایک دن سخت گرمی پڑ رہی تھی۔ ہر شخص پریشان اور مضطرب دکھائی دیتا تھا اور بارش کے لیے دعا گو تھا۔ جب ان سے بارش کے لیے دعا کی درخواست کی گئی تو انھوں نے نگاہ اٹھا کر آسمان کی طرف دیکھا اور زبان سے کچھ کلمات کہے۔ شام سے پہلے ہی مطلع ابر آلود ہو گیا، خوب بارش ہوئی اور موسم خوشگوار ہو گیا۔

قبلہ سرکارؒ نے فرمایا کہ ایک دن ہم دونوں دربار سے باہر ایک جگہ بیٹھے تھے۔ ہم نے دیکھا کہ ایک ملنگ دس بارہ چیلوں کے ساتھ چرس کے سگریٹ پی رہا ہے۔ اس نے ہمیں بھی دعوت دی کہ آؤ بابا سوٹا لگاؤ، تمہارے سب غم مٹ جائیں گے۔ لیکن ہم نے اس کی بات پر توجہ نہ دی۔ جب اس نے اصرار کیا تو میراں غوث پاکؒ کا فقیر جلال میں آ گیا اور ملنگوں پر برستے ہوئے کہا کہ تم لوگ خود تو گمراہ ہو ساتھ دوسروں کو بھی خراب کرتے ہو۔ بتاؤ! کیا مولا علیؓ اور غوث پاکؒ نے کبھی چرس پی تھی یا کیا والئی ہندؒ نے کبھی اسے منہ لگایا تھا؟ ان کی باتوں میں اتنا اثر تھا کہ مارے خوف کے سب ملنگوں نے چپ سادھ لی۔ یوں لگتا تھا کہ انھیں سانپ سونگھ گیا ہو۔ میں نے ملنگ سے پوچھا کہ اس قبیح فعل کا تمہارے پاس کوئی جواز ہے؟ اس نے کہا کہ میرے پیر صاحب پیتے تھے اس لیے میں ان کی سنت کے طور پر پیتا ہوں۔ میں نے کہا: سبحان اللہ! کیا پیر تھے اور کیا مرید! وہ شخص بھلا پیر کہلانے کا کس طرح

Marfat.com

مستحق ٹھہرے گا جو خود صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت کے خلاف عمل کر رہا ہو۔ ہدایت کا راستہ اتباع سنت سے ہی ملتا ہے۔ خلاف سنت عمل سے گمراہی اور ضلالت کے سوا کیا حاصل ہوگا۔ ہادی عالم ﷺ کی سنت کی پیروی صالحین کے نزدیک ہمیشہ مقدم رہی ہے۔ صاحب ارشاد فقرا جن کے ذمے مخلوق خدا کی راہنمائی کا فریضہ ہوتا ہے، اس حد تک شریعت اور سنت مبارکہ کی پیروی کرتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامیؒ نے زندگی بھر صرف اس وجہ سے خربوزہ نہیں کھایا کہ معلوم نہیں سرور عالم ﷺ نے اسے کس طرح استعمال فرمایا تھا۔

کیفیت ہا خیزد از صہبائے عشق
ہست ہم تقلید از اسمائے عشق

کامل بسطام در تقلید فرد
اجتناب از خوردن خربوزہ کرد

عاشقی؟ محکم شو از تقلیدِ یار
تا کمند تو شود یزداں شکار

ترجمہ: عشق کی شراب سے کئی کیفیتیں پیدا ہوتی ہیں۔ پیروی بھی عشق کے ناموں سے ایک نام ہے۔ حضرت بایزید بسطامیؒ پیروی رسول ﷺ میں کامل و اکمل تھے۔ انھوں نے خربوزہ کھانے سے اجتناب کیا۔ عاشق ہو تو محبوب کی پیروی میں پختہ تر ہو جاؤ تاکہ تمہاری کمند یزداں کو بھی شکار کرے۔

قتیل عشق خان جیؒ:

اَوْلِيَائِیْ تَحْتَ قَبَائِیْ لَا يَعْرِفُهُمْ غَيْرِیْ ○

مولانا روم فرماتے ہیں:

صد ہزاراں بادشاہانِ مہاں
سرفرازانند ازاں سوئے جہاں

نام شاں از رشک حق پنہاں بماند
ہر گدائے نام شاں را نخواند

ترجمہ: طریقت کے لاکھوں بڑے بڑے بادشاہ جو اس عالم بالا سے سرفراز ہیں، ان کا نام رشک حق سے مخفی ہے۔ ہر درویش (اہل اللہ) ان کا نام ظاہر نہیں کر سکتا۔

قبلہ سرکار جیؒ نے ظاہری طور پر مخلوق خدا کے سامنے خود کو عیاں ہونے دیا نہ ہی آپ کے باطنی درد و سوز کو کوئی سمجھ سکا۔ حضرت بابا جی محبت علی خانؒ نے ایک دفعہ بابو محمد ایوب صاحب (ساکن-سرائے صالح) سے فرمایا: ''یہ لوگ کتنے کم نصیب ہیں کہ اللہ کی رحمت کا دریا ان کے پاس سے بہ رہا ہے اور وہ اس سے فیضیاب نہیں ہوتے''۔ پھر آپ نے فرمایا کہ مجھے روحانی طور پر بتایا گیا ہے کہ خواجہ محمد افضل خان قتیل عشق اور مظلوم ہیں۔ ان کا شمار صابرین میں ہوتا ہے لہٰذا ان کے سامنے کوئی بھی سخت لہجے میں بات نہ کرے۔ مجھے ان کے عجز و انکسار سے ڈر لگتا ہے کہ میری کسی بات سے ان کا دل خفا نہ ہو جائے۔

سنگ آزار مزن بر دلِ ارباب صفا
کامد آساں شکن ایں شیشہ و مشکل پیوند

ایک عجیب خواب:

ایک دفعہ خواب میں آپ کو کسی اجنبی جگہ منتقل کیا گیا۔ یہ مقام زیر زمین واقع تھا۔ آپ نے وہاں اولیاء اللہ کا اجتماع دیکھا۔ جب آپ وہاں پہنچے تو نماز کا وقت تھا اور صفیں کھڑی ہو چکی تھیں۔ صرف آخری صف میں ایک آدمی کے لیے جگہ باقی تھی۔ آپ بھی ادائیگی

Marfat.com

نماز کے لیے خالی جگہ پر کھڑے ہو گئے۔ نماز کے بعد امام صاحب نے نمازیوں سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''وہ صاحب جو آخری صف میں شامل ہوئے ہیں، انھیں میں ہر جگہ دیکھتا ہوں۔ لیکن آج تک معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ کون ہیں؟'' امام صاحب کے اس فرمان کے بعد تمام مقتدیوں نے مڑ کر دیکھا ہی تھا کہ آپ فوراً دروازے سے باہر نکل گئے اور امام صاحب بلند آواز سے پکارے ''دیکھو! وہ پھر غائب ہو گئے ہیں''۔

آزمائش کا سامنا:

قبلہ سرکارجیؒ بارہا دنیاوی آزمائشوں سے دوچار ہوئے۔ ایک مرتبہ دسمبر یا جنوری کے مہینے میں حضرت بابا فریدالدین گنج شکرؒ کے عرس میں شرکت کے لیے آپ پاکپتن شریف حاضر ہوئے۔ ان دنوں تنہا سفر کرنا پسند کرتے تھے۔ رات کو منعقد ہونے والی محفل سماع کے اختتام پر تھوڑی دیر آرام کی غرض سے ایک درخت کے نیچے کمبل بچھا کر لیٹ گئے۔ زمین ٹھنڈی تھی اور ہوا بھی خنک تھی۔ چنانچہ نماز فجر کے بعد سردی کی وجہ سے آپ کو تیز بخار ہو گیا۔ آپ نے جب محسوس کیا کہ طبیعت زیادہ بگڑ رہی ہے تو ہری پور واپسی کا قصد کیا۔ آپ ہری پور پہنچے تو صبح کی نماز کا وقت ہو چکا تھا۔ نماز کے لیے سٹیشن کے سامنے بنی ہوئی مسجد میں تشریف لے گئے۔ ٹھنڈے پانی سے وضو کرنے کی وجہ سے بخار میں مزید اضافہ ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر پیدل تکیہ شریف پہنچے۔ اب بخار نے شدت اختیار کر لی تھی۔ یہ کیفیت مسلسل اکیس دن رہی۔ اس دوران میں آپ نے کھانے میں کوئی چیز نہ لی۔ اس لیے کمزوری حد سے زیادہ ہو گئی۔ حضرت بابا محبت علی خانؒ آپ کی بیماری کا سن کر تشریف لائے اور آپ کی صحت یابی کے لیے آستانہ عالیہ کے دوسرے درویشوں کے ساتھ مل کر تمام رات نوافل ادا

Marfat.com

کیے۔ بائیسویں روز قبلہ سرکارؒ نے آنکھ کھولی اور چائے کی ایک پیالی نوش فرمائی۔

اس رات خواب میں عالمِ غیب سے آواز آئی کہ اتنے دن آپ نے کچھ نہیں کھایا پیا۔ اگر چند روز مزید صبر کرتے تو لوگوں کو پتہ چل جاتا کہ کوئی اللہ کا بندہ یہاں موجود ہے۔ درحقیقت قدرت کی طرف سے یہ ایک آزمائش تھی۔ اللہ کے فضل وکرم نے آپ کی دستگیری کی۔ آپ نے سرورِ عالم ﷺ کے وسیلے سے فی الفور جواب دیا کہ مجھے اس سے کیا غرض کہ لوگ مجھے جانیں یا نہ جانیں۔ اگر میرا اللہ مجھ سے راضی ہے تو مجھے بس یہی کافی ہے۔

آدابِ عشق، کیفیت جذب اور ذوق سماع:

منبع ولایت حضرت سیدنا علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا قول ہے: ثِبَاتُ النَّفْسِ بِالْغِذَآءِ وَ ثِبَاتُ الرُّوحِ بِالْغِنَاءِ. یعنی نفس غذا کی وجہ سے زندہ ہے اور روح کی حیات راگ کے ساتھ ہے۔

صوفیا کرام کے مخصوص احوال وشعائر میں ایک کیفیت اللہ تعالیٰ سے محبت کی ہے: وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ نسبتِ عشق ایک ایسی روحانی کیفیت ہے کہ اللہ تعالیٰ جسے ایک مرتبہ بخش دیں وہ پلک جھپکنے میں سال ہا سال کی ریاضت ومجاہدے سے گزر جاتا ہے۔

طے شود جادۂ صد سالہ بہ آہے گاہے

عشق کی اسی صلاحیت کو موضوع بناتے ہوئے علامہ اقبال فرماتے ہیں:

عشق کی اک جست نے طے کر دیا قصہ تمام

اس زمین و آسماں کو بے کراں سمجھا تھا میں

قبلہ سرکارؒ کو بھی اللہ تعالیٰ نے یہ جذبۂ عشق ومحبت بدرجہ کمال عطا کر رکھا تھا۔

Marfat.com

اسی وجہ سے آپ کی محفل میں بیٹھنے والوں پر عجز و انکسار اور سرور و انبساط کی ایک ایک روحانی کیفیت طاری رہتی، جو احاطہ تحریر میں نہیں لائی جا سکتی۔ العشق نار یحرق ماسوی اللہ ○ جہاں عشق کی آمد ہوتی ہے وہاں ماسوی کا وجود باقی نہیں رہتا۔ عاشق صادق ہر لمحہ فنا و بقا کے مراحل طے کرتا ہے۔

کشتگانِ خنجر تسلیم را

ہر زماں از غیب جانِ دیگر است

ترجمہ: تسلیم و رضا کے خنجر سے شہید ہونے والوں کو ہر لمحے غیب سے نئی زندگی ملتی رہتی ہے۔

اور بالآخر بندہ اس مقام پر فائز ہو جاتا ہے، جس کی طرف محبوب الٰہی عطا کی درج ذیل رباعی میں اشارہ کیا گیا ہے۔

طالب تھا مگر صورتِ مطلوب رہا

یہ وصل کا انداز عطا خوب رہا

اللہ رے حیرت کی کرشمہ سازی

باقی نہ محب اور نہ محبوب رہا

اسی عشق کی وجہ سے حضرت صدیق اکبرؓ نے گھر کا تمام مال و اسباب لا کر آپ ﷺ کے قدموں میں ڈھیر کر دیا۔

پروانے کو چراغ تو بلبل کو پھول بس

صدیقؓ کے لیے ہے خدا کا رسول بس

آتش عشق کو تیز تر کرنے کے لیے مشائخ چشت سماع کی محفلوں کا انعقاد کیا

Marfat.com

کرتے تھے۔ لیکن ان محافل میں حدود شرعی کا پورا لحاظ رکھا جاتا تھا۔ قبلہ سرکار جیؒ بھی آستانہ عالیہ میں محفل سماع کا اہتمام فرماتے تھے۔ محفل میں ہر شخص باوضو شریک ہوتا اور سر ڈھانپ کر بیٹھتا۔ خلاف شرع حرکت کی سختی سے ممانعت تھی۔ صوفیائے کرام کا عارفانہ کلام سن کر آپؒ پر غلبہ وحال کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے آپ کو اس قدر جذب وضبط اور عالی ظرفی سے نوازا تھا کہ آپ کے جسم میں کبھی کوئی حرکت یا جنبش نہ ہوتی۔ البتہ چہرہ مبارک سے اس کیفیت کے آثار نمایاں ہوتے کہ انار کی طرح سرخ ہو جاتا اور دائیں ہاتھ کی انگشت شہادت حرکت میں آجاتی۔ اس عالم میں حاضرین محفل پر بھی ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ بارہا ایسا بھی ہوا کہ تمام محفل پر گریہ طاری ہو گیا۔ بقول شاعر:

یارب! چہ چشمہ ایست محبت کہ من ازو
یک قطرہ آب خوردم و دریا گریستم

ترجمہ: یااللہ! یہ محبت کیسا چشمہ ہے کہ میں نے اس سے ایک قطرہ پیا ہے اور سمندر جتنے آنسو بہا دیئے ہیں۔

یہ حضرت ہی کا فیضان نظر ہے کہ آج بھی تکیہ شریف کی محفل سماع میں صاحبان ذوق اور اہل علم کثیر تعداد میں شریک ہوتے ہیں۔ دراصل دین بذات خود عشق ہے اور یہ عشق ہی تہذیب و شائستگی کی بنیاد ہے۔ یہی عشق جذب کی کیفیت سے ہمکنار کرتا ہے اور عاشق صادق کو آداب و قیود کا پابند بھی رکھتا ہے۔ عجب نوع کی آزادی اور پابندی مکتب عشق کے دستور میں شامل ہے۔ بقول اقبالؒ:

Marfat.com

دین سراپا سوختن اندر طلب
انتہایش عشق و آغازش ادب
زندگی را شرع و آئین است عشق
اصلِ تہذیب است دیں، دیں است عشق
دیں بگیر از صحبت اربابِ عشق

ترجمہ: طلب حق میں سراپا جلتے رہنے کا نام ہی دین ہے۔ ادب اس کا آغاز ہے اور عشق اس کی انتہا ہے۔ عشق ہی زندگی کی شریعت اور اس کا قانون ہے۔ تہذیب کی بنیاد دین پر ہے اور دین کی بنیاد عشق پر ہے۔

اقبال انھی اربابِ عشق کے آستانوں پر حاضری کی تلقین کرتے ہیں:

کیمیا پیدا کن از مشت گلے
بوسہ زن بر آستان کاملے

ترجمہ: اگر مٹھی بھر مٹی سے کندن کا کام لینا چاہتے ہو تو کسی مرد کامل کے آستانے پر بوسہ دو۔

آپؒ سے نسبت کا طریقہ:

ملت عشق از ہمہ دیں ہا جدا است
عاشقاں را مذہب و ملت خدا است

ترجمہ: عشق کی ملت تمام مذہبوں سے الگ تھلگ ہے۔ عاشقوں کا مذہب بھی خدا ہے اور ان کی ملت بھی خدا ہے۔

آپؒ کے ارشادات سے یہ حقیقت روز روشن کی طرح عیاں ہے کہ آپ کو عشق کی نعمت وہبی طور پر عطا ہوئی تھی۔ حضرت سیدنا غوث اعظمؒ اور حضرت خواجہ غریب نوازؒ

Marfat.com

سے بھی براہ راست روحانی فیوض عطا ہوئے تھے۔ لیکن آپ نے مروجہ دستور کے مطابق نہ تو کسی کو شجرہ عطا کیا اور نہ ہی خلافت سے نوازا۔ آپ فرماتے تھے کہ ''اصل بیعت و ارادت تو محبت پیر و مرشد ہے۔ علاوہ ازیں جتنے بھی قواعد مروّج ہیں، وہ معیّن ہیں۔ ان کی پابندی کی جانی چاہیے۔ یہی صوفیائے کاملین کی سنت ہے۔ لیکن ان کے ترک سے بھی بیعت میں کوئی نقص واقع نہیں ہوتا۔ بیعت سے مراد شیخ کامل کو اپنی ذات کا اختیار دے دینا ہے۔ مرشد کامل وہ ہے جو تمہارے اندر اس طرح سما جائے کہ خود تمہارے لیے بھی اپنے اندر جگہ نہ رہے۔''

اوقات ہماں بود کہ با یار بسر شد

باقی ہمہ بے حاصلی و بے خردی بود

ترجمہ: لمحات وہی تھے جو محبوب کے ساتھ بسر ہو گئے۔ باقی سب لا حاصلی اور جہالت تھی۔

''اخبار الاخیار'' میں سلطان المشائخ حضرت خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا ملفوظ درج ہے کہ اگر کوئی شخص کسی پیر سے کہے کہ میں آپ کا مرید ہوں تو وہ مرید ہو جاتا ہے۔ کیونکہ مرید کا وہ فعل ارادت ہے، جس کا ہونا ازبس ضروری ہے۔ ایسے ہی اگر کوئی پیر کسی سے کہے کہ تو میرا مرید ہے، لیکن وہ شخص اس بات کو دل سے قبول نہ کرے تو وہ مرید نہیں ہو سکتا کیوں کہ وہ ارادت نہیں رکھتا۔

محبت شیخ ہی اصل میں بیعت ہے:

حضرت وارث علی شاہؒ، مورث اعلیٰ سلسلہ چشتیہ وارثیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر تمہیں ہم سے محبت ہے تو بس تم ہمارے مرید ہو اور یہ محبت روز محشر بھی ختم نہیں ہو گی''۔ حضرت وارث علی شاہؒ کی سوانح حیات میں درج ہے کہ آپ نے بعض لوگوں کو غائبانہ بیعت فرمایا

Marfat.com

تھا۔ یعنی کسی نے آپ کی خدمت میں عریضہ لکھ کر بیعت کی استدعا کی تو آپ نے فرمایا: ''اسے لکھ دو کہ اگر تجھے مجھ سے محبت ہے تو تُو میرا مرید ہے''۔ بیعت کے لیے خلوص وارادت اور محبت ہی سب سے اہم چیز ہے۔

''دعائے حزب البحر'' کے مصنف حضرت شیخ ابوالحسن شاذلیؒ، امام حسنؓ کی اولاد میں سے تھے۔ آپ کے حلقہ ارادت میں ہزارہا علما وصوفیا داخل ہوئے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ ہمارے ہاں شجرہ وسند کی کوئی ضرورت نہیں۔ ہمارے اصل مربی حضور نبی کریم ﷺ ہیں۔ آپ کی سنت کے اتباع میں ہمیں یہ مقام حاصل ہوا ہے۔

قبلہ سرکار جیؒ نے ابتدا میں کسی کو مرید نہیں کیا۔ اگر کوئی ارادہ ظاہر کرتا تو آپ بیعت کے لیے اسے حضرت پیر غلام محی الدین المعروف بابو جیؒ (گولڑہ شریف) کی خدمت میں بھیج دیتے۔ لیکن آپ کے ساتھ بھی اس کی روحانی وابستگی قائم رہتی۔ ایک دفعہ خواب میں آپ کو حضرت پیر مہر علی شاہؒ گولڑوی کی زیارت ہوئی۔ ان کے ہاتھ میں ایک فہرست تھی جس میں پینتالیس افراد کے نام درج تھے۔ قبلہ پیر صاحب نے آپ سے فرمایا کہ یہ آپ کے بھیجے ہوئے آدمی ہیں، ان کی نسبت آپ کے ساتھ ہی رہے گی۔ اس کے بعد قبلہ سرکار جیؒ نے کسی شخص کو بیعت کی غرض سے گولڑہ شریف نہیں بھیجا۔

قبلہ سرکار جیؒ کے ارادت مندوں میں روز بروز اضافہ ہوتا گیا۔ آپ کے تمام عقیدت مند خود کو آپ کے دامن کرم سے وابستہ سمجھتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ذریعے مخلوق خدا کو راہنمائی عطا کی۔ لیکن آپ نے اس فیض کو کبھی اپنی بڑائی یا عظمت کا حوالہ نہ بننے دیا۔ آپ اپنی تعریف بالکل پسند نہیں فرماتے تھے۔ کیونکہ آپ کے نزدیک ہر توفیق خدا

وندتعالیٰ کی عنایت کریمی کی مرہون ہے۔آپ کے وصال کے بعد ایک مولوی صاحب نے آپ کے ایک ارادت مند جعفر خان صاحب (ساکن-الدرۃ غازی) سے دریافت کیا کہ آپ کہاں کے مرید ہیں؟ جعفر خان نے تکیہ شریف شاہ محمد سے اپنی وابستگی کا اظہار کیا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ وہ تو باضابطہ بیعت نہیں کرتے۔ پھر انھوں نے بیعت کے متعلق ایسی باتیں کیں کہ جعفر خان صاحب متذبذب ہو گئے۔لیکن جواباً صرف یہ کہا کہ مجھے کسی اور خانقاہ میں وہ روحانی سکون حاصل نہیں ہوا جو آستانہ عالیہ شاہ محمد میں ملا ہے۔اس وجہ سے میں قبلہ سرکار جیؒ کو اپنا پیر و مرشد تصور کرتا ہوں۔ جہاں تک ہاتھ میں ہاتھ دے کر بیعت ہونے کا سوال ہے تو میں جب بھی آستانہ عالیہ پر حاضر ہوا، آپ کے دست مبارک کو یہ سمجھ کر بوسہ دیا کہ آپ میرے پیر و مرشد ہیں۔اس گفتگو کے چند دن بعد جعفر خان صاحب نے خواب میں دیکھا کہ وہ تکیہ شریف میں حاضر ہیں اور قبلہ سرکار جیؒ بھی اس کوٹھڑی میں تشریف فرما ہیں جس میں عرس مبارک کے موقع پر قل شریف کا ختم ہوتا تھا۔ خان صاحب قدم بوسی کے لیے کوٹھڑی میں داخل ہوئے تو آپؒ انھیں دیکھ کر مسکرائے اور اس فقیر (محبوب احمد، المعروف بابو جی، خاک نشین آستانہ عالیہ ہذا) کو بلا کر فرمایا کہ علاقہ چھچھ سے تعلق رکھنے والا یہ میرا خاص آدمی ہے اس کا خیال رکھنا۔جعفر خان کے مطابق اس خواب کے بعد مجھے انتہائی مسرت اور قلبی سکون حاصل ہوا اور میرے دل میں موجود خلش ختم ہو گئی۔

کرتا ہوں پسِ مرگ بھی حل مشکلِ عالم
بے بس ہوں پہ، ناخن کی طرح عقدہ کشا ہوں

Marfat.com

ترکِ سکونت کا ارادہ اور مجذوب کی راہنمائی:

قبلہ سرکار جیؒ باقاعدہ کسی خانقاہ کی تعمیر کا ارادہ نہیں رکھتے تھے، بلکہ وہ تو اپنی اقامت گاہ کو صرف ایک کچی کوٹھڑی تک محدود رکھنا چاہتے تھے۔ آپ نے موضع شاہ محمد سے دور ایک ویران جگہ کا انتخاب بھی اسی وجہ سے کیا تھا کہ کاروبارِ حیات سے مکمل فراغ حاصل کر کے زندگی کا بقیہ حصہ یادِ الٰہی میں بسر کر سکیں۔ لیکن رفتہ رفتہ لوگوں میں آپ کی شہرت ہونے لگی تو تکیہ شریف میں ارادت مندوں کی حاضری کا سلسلہ زور و شور سے شروع ہو گیا۔ جس سے یکسوئی اور تخلیہ مفقود ہوتا جا رہا تھا۔ آہستہ آہستہ آپ کو ہجومِ خلائق سے وحشت ہونے لگی۔ چنانچہ آپ نے ارادہ کر لیا کہ یہ جگہ فروخت کر کے چپکے سے کسی گمنام جگہ منتقل ہو جائیں۔ مگر کسی طرح یہ خبر حضرت بابا محبت علی خانؒ تک پہنچ گئی۔ بابا جی سرکار آپ کے پاس تشریف لائے اور دریافت کیا کہ میری اطلاع کے مطابق آپ یہ جگہ فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ آپؒ نے اثبات میں جواب دیا۔ حضرت بابا جیؒ کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور فرمایا: ''منا! تم نے تمام جائیداد لٹا دی مگر میں نے کبھی تمہیں منع نہیں کیا۔ اب جو تھوڑی سی جگہ بچ رہی ہے تم اسے بھی فروخت کرنا چاہتے ہو۔ آخر تمہیں اس جگہ سے کیا پریشانی لاحق ہے؟ یہاں کوئی غریب مسکین آ جائے تو اسے رات بسر کرنے کی سہولت میسر آ جاتی ہے اور پھر میرا بھی تمھارے سوا کوئی ٹھکانہ نہیں۔ اگر تم یہاں نہیں رہو گے تو میں کس کے پاس رہوں گا؟'' قبلہ سرکار جیؒ نے اپنی زندگی میں بابا جیؒ کے احکام سے کبھی روگردانی نہیں کی تھی۔ چنانچہ آپ نے ان کی خواہش کا احترام کرتے ہوئے تکیہ شریف کی جگہ فروخت کرنے کا ارادہ ترک کر دیا۔

بعض حالات کے پیشِ نظر کچھ عرصہ بعد آپ نے دوبارہ ترکِ سکونت کا ارادہ کر لیا۔ اس دفعہ آپ نے اپنے پروگرام کے بارے میں کسی کو خبر تک نہ ہونے دی۔ اتفاق کچھ

اس طرح ہوا کہ آستانہ عالیہ میں گیارہویں شریف کی محفل منعقد ہوئی۔رات کو موضع گہرخان کے ایک اوباش شخص نے بندوق سے فائر کر کے اپنے آپ کو زخمی کر لیا۔اس کے باپ کی گاؤں میں پرانی دشمنی چلی آ رہی تھی۔اس نے تھانے میں رپورٹ درج کرائی کہ میرے بیٹے کو تکیہ شریف سے وابستہ کسی شخص نے گولی ماری ہے۔لیکن اللہ تعالیٰ کے فیصلے انسان کی سمجھ اور توقع سے باہر ہوتے ہیں۔وہ شخص اپنی بد باطنی کی وجہ سے ذلیل وخوار ہوا اور اس پر خودکشی کا مقدمہ بھی قائم ہو گیا۔انھی دنوں آپ کو خواب میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کی زیارت ہوئی۔حضرت خواجہ غریب نوازؒ نے فرمایا: ''یہاں کے لوگ مروت ومحبت کی ابجد بھی نہیں جانتے۔حسد وبغض اور بدنیتی ان کے خمیر کا جزوِ اعظم ہے۔ان لوگوں میں آپ کا مزید رہنا مناسب نہیں۔لہٰذا یہاں سے ہجرت کر کے کسی دوسری جگہ چلے جائیں''۔یہ حکم ملتے ہی آپ بغیر کسی کو اطلاع دیے ہری پور سے روانہ ہو گئے اور گولڑہ شریف میں حضرت پیر مہر علی شاہؒ کے مزار پر دعا وفاتحہ کی غرض سے حاضری دی۔مزار شریف پر حاضری کے بعد تھوڑی دیر آرام کے لیے مسجد میں تشریف لے گئے۔

یہ قیام پاکستان سے قبل کی بات ہے۔اس زمانے میں درگاہ گولڑہ شریف میں زائرین کا اتنا ہجوم نہیں ہوتا تھا جتنا آج کل ہے۔اس وقت مسجد خالی تھی۔البتہ کونے میں ایک نابینا حافظ بیٹھے تھے، جو وضع قطع سے مجذوب لگ رہے تھے۔آپؒ خاموشی سے حافظ صاحب سے ذرا ہٹ کر بیٹھ گئے۔تھوڑی دیر تو خاموشی رہی۔پھر وہ مجذوب خود کلامی کرتے ہوئے آپ کا نام لے کر کہنے لگے کہ خان جی کو ناسمجھ لوگوں نے تنگ کر رکھا ہے، اسی باعث اب وہ کسی دوسری جگہ ہجرت کرنا چاہتے ہیں وغیرہ وغیرہ۔غرض انھوں نے آپ کی حیات مبارکہ سے متعلق بہت سے حقائق من وعن بیان کر دیے۔پھر فرمانے لگے کہ بابا جی کو تار مل گیا ہے وہ

Marfat.com

انھیں کسی دوسری جگہ نہیں جانے دیں گے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد حافظ صاحب یہ کہتے ہوئے باہر نکل گئے کہ بابو جی صاحب کے محفل میں آنے کا وقت ہو چکا ہے۔

قبلہ سرکار جیؒ نے مسجد سے باہر جا کر انھیں تلاش کیا لیکن ان کا کہیں نشان نہ ملا۔ مجذوب کی گفتگو سننے کے بعد آپ درگاہ شریف سے پیدل گولڑہ اسٹیشن آئے اور راولپنڈی جانے والی گاڑی کا انتظار کرنے لگے کہ راولپنڈی پہنچ کر کسی ایسی جگہ بسیرا کیا جائے جہاں کسی کو خبر نہ ہو۔ تھوڑی دیر بعد اسٹیشن سے یہ اعلان ہوا کہ گاڑی ایک گھنٹہ لیٹ ہے۔ ایک گھنٹہ گزرنے کے بعد دوبارہ اعلان ہوا کہ گاڑی فنی خرابی کی وجہ سے اڑھائی گھنٹے تاخیر سے آئے گی۔ گاڑی کی خرابی کی بظاہر کوئی وجہ دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ یہ انگریزوں کا دور حکومت تھا۔ گاڑیاں نظام الاوقات کی پابندی کرتی تھیں۔ اچانک قبلہ سرکار جیؒ کو دربار شریف کی مسجد والے مجذوب کی خود کلامی یاد آ گئی۔ تب آپ سمجھ گئے کہ یہ تو بات ہی کچھ اور ہے۔ چنانچہ آپ نے فوراً ترک سکونت کا ارادہ ترک کر دیا۔ گولڑہ شریف اسٹیشن سے پیدل ترنول تشریف لائے اور وہاں سے بذریعہ بس واپس تکیہ شریف پہنچے۔ اس وقت تو آپ کو پتہ نہ چل سکا کہ نابینا حافظ صاحب نے جس بابا جی کو تار موصول ہونے کے بارے میں بتایا تھا، وہ کون تھے۔ لیکن بعد میں آپ پر منکشف ہوا کہ اس سے مراد حضرت غوث اعظمؒ کی ذات والا صفات تھی۔

خلوت گزینی :

حضرت داتا گنج بخشؒ فرماتے ہیں کہ درویش کا قلب ذاتِ الٰہی کے علاوہ کسی اور سے وابستہ نہیں ہوتا۔ جب درویش کی محبت دنیا و مافیہا سے لاتعلق ہو جاتی ہے تو اسے اشیائے کائنات سے وحشت ہونے لگتی ہے اور یہ بہت بلند درجہ ہے۔

Marfat.com

شش جہت اب تو تنگ ہے ہم پر
اُس سے ہوتے نہ ہم دو چار اے کاش

۱۹۷۴ء میں قبلہ سرکار جیؒ تکیہ شریف کو ایک سال کے لیے خیر آباد کہہ کر آبادی سے تین چار کلومیٹر دور موضع مراد آباد کے ایک غار نما مکان، جسے مقامی زبان میں ''بھورا'' کہتے ہیں، میں مقیم ہو گئے۔ جس طرح پہاڑ تراش کر غاریں بنائی جاتی ہیں اس طرح ہری پور کے علاقے میں مٹی کے ٹیلے کھود کر غار نما کمرے تیار کیے جاتے ہیں۔ ان کمروں میں قیام کا فائدہ یہ ہے کہ انسان کا تعلق باہر کی دنیا سے مکمل طور پر منقطع ہو جاتا ہے۔ اس طرح خلوت میں دلجمعی اور یکسوئی کا حصول آسان ہو جاتا ہے۔ آپؒ وہاں موسم سرما کے تین چار ماہ ضرور قیام فرماتے۔ وہاں دن کو اکا دُکا ملاقاتی حاضر ہوتا البتہ رات کو بالکل تخلیہ ہوتا۔ راقم الحروف کو وہاں بھی بطور خادم ہمہ وقتی حاضری کا شرف حاصل رہا۔

قبلہ سرکار جیؒ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اہل اللہ کی خلوت گزینی میں بڑی حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں کہ وہ مخلوق خدا کو حقیر و گنہگار سمجھ کر ان سے علیحدگی اختیار کرتے ہیں۔ بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اس پُر فتن دور میں کوئی خدا کا بندہ ایسا نہیں کہ اللہ نے جو رزق اسے عطا کیا ہے، وہ اس پر راضی رہے اور آخرت کی فکر کرے، جو اصل حیات ہے۔ لوگ پیروں فقیروں کے پاس اس لیے جاتے ہیں کہ ان کی دعا سے وہ راتوں رات لکھ پتی بن جائیں۔ جو شخص اللہ کی رضا کی خاطر دنیا کو ٹھکرا چکا ہو، اسے دوسروں کی دنیا سے کیا غرض۔

آپؒ تاسف بھرے لہجے میں فرمایا کرتے تھے کہ پچاس سالہ عہد حیات میں مجھے ایک انسان بھی ایسا نہیں ملا جو محض حصول معرفت خداوندی کے لیے میرے پاس آیا ہو۔ لوگ کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض لے کر یہاں آتے ہیں۔

آپؒ فرماتے تھے کہ جس قسم کی نفسانی خواہش میں مبتلا کوئی شخص ملنے آتا ہے، اسی

Marfat.com

طرح کا اثر طبیعت پر ہوتا ہے۔ بقول مولانا روم:

از لقائے ہر کسے چیزے خوری

وز قران ہر کسے چیزے بری

ترجمہ: ہر کسی کی ملاقات سے تمہیں کچھ حاصل ہوتا ہے۔ ہر کسی سے مل کر تمہیں کوئی فائدہ ہوتا ہے۔

ایک دن آپؒ صبح سویرے محفل میں تشریف لائے تو فرمایا: آج رات خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا ابلوی کتا منہ کھولے میری طرف آرہا ہے۔ میں اس سے کراہت محسوس کر رہا ہوں اور چاہتا ہوں کہ وہ میری طرف نہ آئے۔ لگتا ہے آج کسی دنیا دار شخص سے ملاقات ہوگی۔ ابھی آپ یہ بات کر ہی رہے تھے کہ ایک فرعون طبع شخص دروازہ سے داخل ہوا۔ سلام کر کے محفل میں بیٹھ گیا۔ آپ نے اس کے ساتھ کوئی بات نہ کی۔ کچھ دیر بعد وہ بولا: بڑی پرسکون جگہ ہے۔ تب بھی آپ اس کی طرف متوجہ نہ ہوئے۔ مایوس ہو کر اس نے بس اتنا کہا کہ میرے لیے دعا ہی کر دیں اور اٹھ کر چلا گیا۔ ان دنوں وہ حکومت کے زیر عتاب تھا۔

خواب میں انتقال کی پیش گوئی:

وصال سے ایک سال قبل آپ نے ایک خواب بیان کرتے ہوئے ارشاد فرمایا: ''میں دیکھتا ہوں کہ میرا آخری وقت ہے۔ میری روح جسم عنصری سے پرواز کر گئی اور میری میت کے پاس کھڑی رو رہی ہے کہ میں نے اتنا عرصہ اس جسم خاکی میں گزارا ہے اور اب اس سے جدا ہو رہی ہوں۔ اس وقت میرے قریب کوئی نہیں تھا۔ بعد میں لوگ آئے اور میں انھیں دیکھتا رہا۔'' یہ خواب سن کر میں نے آپ سے عرض کیا کہ ہمارا اب کون ساٹھکانہ ہے۔ ہم آپ

Marfat.com

کے قدموں میں ہی رہیں گے۔ اللہ تعالیٰ آپ کا سایہ ہمارے سروں پر قائم رکھے۔ لیکن اللہ کی شان بے نیازی دیکھیں کہ آپ کا خواب حرف بہ حرف درست ثابت ہوا۔ جب آپ نے رحلت فرمائی، میں ہی صرف آپ کی خدمت میں موجود تھا۔ آپ کے انتقال سے کچھ دیر پہلے مجھ پر غنودگی طاری ہوگئی۔ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاءؒ کے ملفوظات میں درج ہے کہ آپ نے کسی بزرگ کے بارے میں فرمایا کہ وہ انتقال کے وقت اکیلے تھے۔ اپنے اور غیروں میں سے کوئی بھی ان کے پاس موجود نہیں تھا۔ غرض وہ تھے اور حق تعالیٰ۔ یہ کیفیت بڑی عالی شان اور بلند مرتبہ ہوتی ہے۔

حیاتِ مستعار کے آخری ایام اور سفرِ آخرت:

اَلْمَوْتُ جَسْرٌ یُوْصِلُ الْحَبِیْبَ اِلَی الْحَبِیْبِ o

ترجمہ: موت ایک پل ہے جو دوست کو دوست سے ملاتا ہے۔

۲۸- جنوری ۱۹۸۷ء بروز بدھ آدھی رات کو آپ نے بائیں بازو میں ہلکا سا درد محسوس کیا۔ دوسرے دن تکلیف اتنی بڑھ گئی کہ سانس لینا بھی دشوار ہوگیا۔ ۳۰- جنوری کو بروز جمعہ آپ کو ''بھورہ'' سے تکیہ شریف منتقل کیا گیا۔ آپ کے معالج حکیم عمر بن سعید تھے۔ ڈاکٹری دوا آپ نے کبھی استعمال نہیں کی تھی۔ بیماری کی شدت کی وجہ سے حکیم صاحب نے آپ کو کوئی دوا وغیرہ نہ دی۔ آپ نے تقریباً دس دن سید زمان شاہ صاحب گیلانی (ساکن سلطان پور- حویلیاں) کی تجویز کردہ ادویات استعمال کیں۔ لیکن مطلق افاقہ نہ ہوا۔ بلکہ مرض میں شدت پیدا ہوگئی۔ آپ کی بگڑتی ہوئی صحت کی وجہ سے ڈاکٹر محبوب الرحمٰن نے آپ کو ملٹری ہسپتال راولپنڈی منتقل کرنے کا مشورہ دیا لیکن آپ نے وہاں جانے سے انکار کر دیا۔ سائیں فقر الدین کے مشورے اور سردار نصیر احمد (ساکن ڈبران- ایبٹ آباد) کے توسط

سے ڈاکٹر رونق زمان خان زادہ، ماہر امراض سینہ کو بلوایا گیا۔ ڈاکٹر صاحب نے ایک نسخہ تجویز کیا، جس سے آپ کی طبیعت میں بہتری کے آثار ظاہر ہوئے۔ دوسرے دن ڈاکٹر صاحب آپ کو دیکھنے ہری پور آئے۔ ان کے علاج سے آپ کی صحت روز بروز بہتر ہونے لگی۔ علاج کے دوران میں ڈاکٹر صاحب نے مشورہ دیا کہ اس دفعہ آپ روزے نہ رکھیں۔ لیکن آپ نے فرمایا کہ ''رمضان المبارک بڑا بابرکت مہینہ ہے، میں روزے نہ رکھ کر اس کی برکتوں سے محروم نہیں رہوں گا، کیا خبر آئندہ برس یہ ماہ مبارک نصیب ہو یا نہ ہو۔'' چنانچہ آپ نے بڑے اہتمام سے تمام روزے رکھے اور شدید بیماری کی حالت میں بھی شب بیداری کا معمول ترک نہ فرمایا۔ اسی دوران میں ماہر امراضِ قلب سے بھی آپ کا معائنہ کرایا گیا۔

عیدالاضحیٰ کی صبح سے آپ کے بلغم میں خون آنے لگا۔ ڈاکٹر رونق زمان صاحب کی ہدایت پر آپ کو ایبٹ آباد میں ان کے گھر منتقل کر دیا گیا۔ ہفتہ عشرہ کے علاج کے باوجود آپ کی طبیعت سنبھل نہ سکی۔ ڈاکٹر نرگس مرحومہ نے، عبیداللہ صاحب درانی المعروف باباجان کی عقیدت مند تھیں، آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ میں آپ کو علاج کے لیے اپنے ساتھ راولپنڈی لے جانا چاہتی ہوں۔ چونکہ ڈاکٹر صاحبہ آپ سے بھی عقیدت رکھتی تھیں اس لیے آپ ان کے اصرار پر خاموش ہو گئے اور ان کی استدعا کے مطابق دو دن راولپنڈی میں ان کے گھر گزارے۔ تیسرے دن آپ نے فرمایا: ''مجھے ڈاکٹروں کے پاس کیوں گھماتے پھرتے ہو۔ میں تکیہ شریف واپس جانا چاہتا ہوں۔'' خوراک کافی دنوں سے متروک تھی۔ تھوڑا سا دودھ نوش فرماتے یا وقفے وقفے سے پانی کا تقاضا کرتے۔ ایک دن حالت استغراق میں فرمانے لگے کہ مجھے فریدی پیالے (بابا فریدالدین گنج شکرؒ کی طرف اشارہ ہے) میں پانی دو۔ صابر پاک (سید علاؤالدین علی احمد صابریؒ) شہنشاہ ہیں، انھوں نے مجھ مسکین کو جلا کر راکھ کر دیا ہے۔ مشیت ایزدی کے سامنے انسان کی تمام تدبیریں دھری رہ جاتی ہیں۔

Marfat.com

وہی ہوتا ہے جو اسے منظور ہوتا ہے۔ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیْدُ O

جب خویش و اقارب کو آپ کی ناسازی طبع کا علم ہوا تو وہ عیادت کے لیے حاضر ہونے لگے۔ لیکن آپ تین چار منٹ سے زیادہ کسی کو اپنے پاس نہ ٹھہراتے اور دعا دے کر رخصت فرما دیتے۔ ۶- ستمبر ۱۹۸۷ء کو حضرت بابا جی محبت علی خانؒ آپ کے کمرے میں تشریف لائے تو اس وقت آپ حالت استغراق میں تھے۔ ان کی آمد پر آپ نے آنکھیں کھولیں اور انھیں الوداعی نظروں سے دیکھا۔ پھر ہمیں حکم دیا کہ بابا جی سرکار کو ان کے کمرے میں لے جائیں اور عرض کریں کہ آپ بار بار عیادت کی زحمت نہ فرمایا کریں۔ جب بابا جی سرکارؒ نے حال دریافت کیا تو آپ نے جواباً صرف ''اللہ'' فرمایا اور خاموش ہو گئے۔ بابا جی نے آپ کے لیے دعا فرمائی اور کافی دیر آپ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامے رکھا۔

اسی دن ۱۰ بجے صبح صاحبزادہ طیب الرحمٰن مرحوم (اللہ ان کے درجات بلند فرمائے) چھوہر شریف سے تشریف لائے اور فرمایا کہ مجھے قبلہ سرکار جیؒ کی ناسازی طبع کے بارے میں مطلق خبر نہ تھی۔ آج رات خواب میں والد صاحب کی زیارت ہوئی۔ انھوں نے مجھے سرزنش کی کہ تم ابھی تک تکیہ شریف والے خان جی کی عیادت کے لیے نہیں گئے۔ کچھ دیر بعد قبلہ سرکار جیؒ نے صاحبزادہ صاحب موصوف کو دعا دے کر رخصت کر دیا۔ ۷- ستمبر کو عشاء کے بعد آپ پر پھر استغراقی کیفیت طاری ہو گئی۔ وقفے وقفے سے پانی طلب فرماتے تھے۔ راشد پرویز مرحوم (ساکن- پانڈک) میرے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر تھا۔ رات دو بجے میں نے اسے آرام کے لیے باہر بھیج دیا۔ چار بجے آپ نے حکم دیا کہ مجھے اٹھاؤ اور پینے کے لیے پانی طلب فرمایا۔ میں نے بشیر احمد مرحوم کی مدد سے آپ کو سہارا دے کر بٹھا دیا۔ آپ نے بمشکل دو چار گھونٹ پانی پیا اور ہم نے حسب الحکم دوبارہ بستر پر لٹا دیا۔ تب آپ

Marfat.com

نے آنکھیں بند کر لیں ۔ میں دیوار کے ساتھ ٹیک لگا کر بیٹھ گیا۔ تھوڑی دیر بعد مجھ پر ایسی غنودگی طاری ہوئی کہ صبح کی نماز کے بعد راشد مرحوم نے بیدار کیا اور کہا ''بابو جی! ذرا سرکار جی قبلہ کی طرف دیکھیے ۔'' میں یک دم اٹھا اور دیکھا تو چہرہ مبارک قبلہ رخ تھا۔ آنکھیں بند تھیں اور روح مبارک قفس عنصری سے پرواز کر چکی تھی ۔ اس طرح آسمان ولایت کا یہ ماہ تاباں لگ بھگ ۷۱ سال دلوں کے تاریک گوشے اپنے نور ایمانی سے منور کرتا ہوا، ۸- ستمبر ۱۹۸۷ء بمطابق ۱۴- محرم الحرام ۱۴۰۸ھ بروز منگل روائے نیلگوں سے کہیں دور انسانی نگاہوں سے ہمیشہ کے لیے اوجھل ہو گیا۔ اناللہ وانا الیہ راجعون ۔

فَسُبْحٰنَ الَّذِیْ بِیَدِہٖ مَلَکُوْتُ کُلِّ شَیْءٍ وَّاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ٥

ترجمہ: پاک ہے وہ ذات جس کے ہاتھ میں ہر چیز کا اختیار ہے اور سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

مرگ صاحب دل جہان را کلفت است
شمع چوں خاموش گردد داغِ محفل می شود

(بیدل)

ترجمہ: کسی صاحب دل کی وفات دنیا کے لیے تکلیف کا باعث ہوتی ہے۔ جس طرح جب شمع بجھتی ہے تو پوری محفل کو تکلیف پہنچتی ہے۔

تمہارے بعد اندھیرا رہے گا محفل میں
بہت چراغ جلائیں گے روشنی کے لیے

تجہیز و تکفین:

منگل کے دن ہی شام ۵ بجے نماز جنازہ کا اعلان کر دیا گیا۔ آپ کے جسد مبارک کو پہلا غسل دے کر چارپائی تکیہ شریف کے صحن میں شامیانے کے نیچے رکھ دی گئی۔ قرب و جوار میں آپ کے وصال کی خبر جنگل کی آگ کی طرح پھیل گئی۔ اردگرد کے دیہات سے ہزاروں مرد و زن پروانوں کی طرح اُمڈ آئے۔ آپ کی زندگی میں تکیہ شریف میں خواتین کا آنا ممنوع تھا۔ لیکن آپ کی آخری زیارت کے لیے کچھ حدود و قیود کے ساتھ خواتین کو اجازت دے دی گئی۔ ستمبر کا مہینہ تھا۔ بارش نہ ہونے کی وجہ سے گرمی زوروں پر تھی۔ لیکن ہر شخص اس قدر ملول و غمزدہ تھا کہ اسے گرمی کا احساس نہیں ہو رہا تھا۔ خواتین آستانہ عالیہ میں ایک طرف سے داخل ہوتیں اور آپ کے چہرہ مبارک کی زیارت کر کے دوسری طرف سے نکل جاتیں۔ آستانہ عالیہ کے نزدیک ایک قطعہ زمین نماز جنازہ کے لیے تیار کیا گیا۔ تقریباً ساڑھے چار بجے آپ کے جسد مبارک کو آخری غسل دے کر تکیہ شریف سے اٹھایا گیا تو مخلوق خدا میں کہرام مچ گیا۔ لوگ چارپائی سے لپٹ لپٹ کر روتے تھے۔ ہر شخص کی خواہش تھی کہ وہ آپ کی چارپائی کو کندھا دے۔

پیر سید زمان شاہ صاحب گیلانی نے نماز جنازہ کی امامت کی۔ نماز جنازہ میں ہر مکتبہ فکر سے تعلق رکھنے والے علمائے کرام اور عام لوگوں نے شرکت کی۔ سجادہ نشین دربار بابا فضل الدین کلیامیؒ بیماری کے باوجود نماز جنازہ میں شریک ہوئے۔ شام سات بجے کے قریب آپ کو سپرد خاک کر دیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ طیب الرحمٰن صاحب قادری سجادہ نشین دربار عالیہ چھوہر شریف نے مزار مبارک پر چادر چڑھائی۔

صدق و اخلاص و صفا باقی نہ ماند
آں قدح بشکست و آں ساقی نہ ماند

ترجمہ: نہ سچائی رہی، نہ خلوص اور نہ ہی صفائے باطن۔ وہ جام ٹوٹ گیا اور وہ ساقی نہ رہا۔

جس دن آپ کی تدفین عمل میں آئی، اس دن تکیہ شریف کے در و دیوار پر ایک عجیب غم و یاس کی کیفیت چھائی ہوئی تھی۔ قرآن مجید میں ایک جگہ ارشاد ہے:

فَمَا بَکَتْ عَلَیْهِمُ السَّمَاءُ وَالْاَرْضُ وَمَا کَانُوْ مُنْظَرِیْنَ ٥

ترجمہ: اُن پر نہ تو آسمان و زمین روئے اور نہ انھیں مہلت دی گئی اس لیے کہ وہ ایماندار نہیں تھے۔

جب کہ حدیث پاک میں ہے کہ مومن کے مرنے پر زمین و آسمان چالیس دن تک روتے ہیں۔ اس آیت کی تفسیر میں مولانا عبدالماجد دریابادی نے ''تفسیر ماجدی'' میں تحریر فرمایا ہے کہ پہلے یہ حقیقت ذہن نشین کر لیجیے کہ کائنات کی کوئی بھی شئے خواہ وہ بڑی ہو یا چھوٹی، کسی نہ کسی درجے میں احساس و شعور رکھتی ہے۔ اس کے بعد یہ سمجھیے کہ آسمان و زمین میں بھی ان کے مرتبہ کے لائق شعور ضرور موجود ہے۔ اسی سے وہ بندۂ مومن کے مرتبے کا ادراک کر کے اس کی وفات پر غمگین ہوتے ہیں۔

حکیم کائنات اور دانائے فطرت حضرت رسالتمآب ﷺ نے فرمایا کہ ''مومن جب مرتا ہے تو آسمان کا وہ دروازہ، جس سے اس کے عمل کا صعود ہوتا تھا اور وہ دروازہ جس سے اس کے رزق کا نزول ہوتا تھا، اس پر روتے ہیں''۔

حضرت علی کرم اللہ وجہہ الکریم کا فرمان ہے: ''جب مومن مرتا ہے تو زمین پر نماز پڑھنے کی جگہ اور آسمان پر اس کے عمل صعود کی جگہ اس پر روتی ہے''۔

جنازہ پر ابابیل کا ہجوم:

ایک حیران کن واقعہ یہ پیش آیا کہ جب نمازِ جنازہ ادا کی جا رہی تھی تو ابابیل کا ایک بڑا جھنڈ جنازہ گاہ پر مسلسل منڈلاتا رہا۔ نماز کے بعد آپ کی چارپائی وہاں سے اٹھائی گئی تو وہ ابابیل آناً فاناً غائب ہو گئیں۔ یہ منظر جنازہ گاہ میں موجود ہر شخص نے دیکھا۔ اسی رات بارانِ رحمت بھی ہوئی اور موسم خوشگوار ہو گیا۔

آپ کے وصال کے بعد ایصالِ ثواب کے لیے کئی روز تک قرآن خوانی کا اہتمام کیا جاتا رہا اور غرباء و مساکین کو کھانا کھلایا جاتا رہا۔ آپ کا جاری کردہ غوثیہ معینیہ لنگر، اللہ کے فضل و کرم سے اب تک جاری و ساری ہے۔ آپ کا مزار مبارک بھی ان شاء اللہ روزِ حشر تک مرجع خاص و عام رہے گا۔

چراغی را کہ ایزد بر فروزد
ہر آں کہ تف کند ریشش بسوزد

ترجمہ: جو چراغ اللہ نے روشن کیا ہو، کوئی بجھانے کے لیے پھونک مارے تو خود اس کی داڑھی جل جاتی ہے۔

بعد از وصال خواب میں زیارت:

قرآن پاک میں اہل جنت پر اللہ رب العزت کی مہربانیوں اور نوازشوں کا بار بار ذکر کیا گیا ہے کہ انھیں وہاں سونے چاندی کے کنگن پہنائے جائیں گے اور وہ ریشمی تکیوں پر براجمان ہونگے۔ اللہ تعالیٰ کے کرم کی انتہا کون جان سکتا ہے۔

قبلہ سرکار جیؒ کے وصال کے بعد دل اکثر غمزدہ رہتا تھا کہ ہم آپ کے سایۂ شفقت

Marfat.com

سے محروم ہو گئے ہیں ۔ ایک دفعہ خواب میں دیکھتا ہوں کہ آپ محفل خانے والی پرانی نشست گاہ میں تشریف فرما ہیں اور کانوں میں سونے کے مندرے ڈالے ہوئے ہیں۔ میں بڑے ذوق وشوق کے ساتھ آپ کے ہاتھ چومتا ہوں اور عرض کرتا ہوں کہ آپ تو وفات پا گئے ہیں، وہ سامنے آپ کی قبر مبارک ہے۔ آپ" مسکرا کر جواب دیتے ہیں: ہاں! تم ٹھیک کہتے ہو، وہاں اتنی دیر رہا ہوں جتنی دیر ڈاکٹر کسی مریض کو ٹیکہ لگا کر بے ہوش رکھتا ہے۔

اسی طرح حافظ غلام یٰسین صاحب (سرگودھا) کو، جو آپ کے خادمِ خاص رہے ہیں، ۱۹۹۲ء کے سیلاب کے دنوں میں آپ کی زیارت ہوئی۔ آپ نے انھیں ارشاد فرمایا: حافظ صاحب! اختر حسین سے کہنا کہ غریب ونادار لوگوں کو مفت دوا دیا کرے۔

(اختر حسین بگوی کا میڈیکل سٹور ہے اور اس کے ہاتھ میں اللہ نے بڑی شفا رکھی ہے۔)

Marfat.com

کشف وکرامات
اور
رویائے صادقہ

خرم دل آنکسے کہ معروف نہ شد
در جبّہ و درّاعہ و در صوف نہ شد
سیمرغ صفت بعرش پروازی کرد
درکنجِ خرابۂ جہاں بوف نہ شد

ترجمہ: کتنا خوش بخت ہے وہ دل جو مشہور و معروف نہ ہوا۔ اس نے جبہ، عمامہ اور خرقہ نہ پہنا۔ وہ شخص سی مرغ کی طرح عرش کی طرف پرواز کر گیا، دنیا کے کھنڈرات کے کسی کونے میں اُلو نہ بنا۔

''فوائد الفواد'' میں نظام المشائخ حضرت نظام الدین اولیا محبوب الٰہیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیا پر کرامت کا چھپانا اس طرح فرض کیا ہے جس طرح انبیاء کرام پر معجزے کا ظاہر کرنا ضروری ٹھہرایا ہے۔ پس اگر کوئی شخص اپنی کرامت کا اظہار کرتا ہے تو وہ ایک فرض کو ترک کرتا ہے۔ سلوک کے سو درجے مقرر کیے گئے ہیں۔ ان میں سترواں (۱۷) درجہ کشف و کرامت کا ہے۔ اگر سالک اس درجے میں رہ جائے تو باقی تراسی درجوں تک کیسے پہنچے گا۔

حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں کہ جس شخص نے چاہا کہ وہ لوگوں میں مشہور ہو جائے، وہ رسوا ہوا۔ کسی عارف کا قول ہے کہ اگر تم اللہ کے ہاں قدر و منزلت چاہتے ہو تو لوگوں میں شہرت کا خیال ترک کر دو۔

اولیا کرام کے مختلف درجے ہیں۔ اس درجہ بندی میں غوث، قطب، ابدال، اخیار، نُجبا، اوتاد اور نُقبا شامل ہیں۔ مذکورہ درجہ بندی کے علاوہ بھی اللہ تعالیٰ کے کچھ عشاق ایسے ہوتے ہیں جنہیں اللہ تعالیٰ سے صرف ''اُسی'' کے لیے محبت ہوتی ہے۔ اس میں کسی

Marfat.com

بھی قسم کے تصنع یا بناوٹ کی آمیزش نہیں ہوتی۔ یہ عاشقانِ صادق اپنے صدق وخلوص کے صلے میں اللہ تعالیٰ سے کسی مادی وروحانی انعام کے طلب گار نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کا مطلوب ومقصود صرف اللہ ہی ہوتا ہے۔ حضور سیدنا غوث اعظمؒ کے فرمان کے مطابق ان عشاق کا مقام اولیاء اللہ سے بلند ہوتا ہے۔ حضرت سرکار جی قبلہؒ اکثر فرمایا کرتے تھے:

''عشق ماہی دے وچ اساں کشف وکرامات والا چال نہیں سکھیا۔''

لیکن اپنی جگہ یہ بھی ایک اٹل حقیقت ہے کہ بعض انسان جنھیں اللہ تعالیٰ اپنی مخلوق کی ہدایت وفیض رسانی کا ذریعہ بناتا ہے۔ ریاضت ومجاہدہ کے ذریعے اپنی روح کو مجلی و مصفی کر لیتے ہیں۔ حدیث رسول ﷺ کی رو سے وہ ایسے بلند مرتبے پر فائز ہوتے ہیں کہ ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ اور ان کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں بن جاتی ہیں۔

زمین وآسمان کی وسعتیں ان کے سامنے سمٹ جاتی ہیں۔ ان کی دعائیں قبول اور ارادے پورے ہوتے ہیں اور اللہ جل مجدہٗ پکار کر فرماتے ہیں: هٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ اَوْ اَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

لیکن اللہ کے یہ مخلص بندے تسلیم ورضا کے ایسے مقام پر فائز ہوتے ہیں کہ سب کچھ عطا ہونے کے باوجود بھی ان کی نظر میں اس کی کوئی وقعت واہمیت نہیں ہوتی۔

یہی وجہ ہے کہ قبلہ سرکار جیؒ نے اپنی تمام زندگی اللہ تعالیٰ اور حضور نبی کریم ﷺ کے عشق میں گمنامی میں بسر کر دی۔ آپ نے اپنے آپ کو مخلوق خدا سے ہمیشہ پوشیدہ رکھا۔ ظاہری نمود ونمائش سے سخت متنفر رہے۔ کبھی آپ کی زبان سے یہ نہیں سنا گیا کہ میں فقیر ہوں یا صاحب تصرف۔ ہمیشہ یہی فرمایا کرتے کہ اللہ کے نیک بندوں سے پیار ہے اور اولیاء اللہ کا نام لیوا ہوں۔ انھی کے وسیلے سے اللہ تعالیٰ کی رحمت کا طلب گار ہوں۔ مگر مشک کو اگر دس

Marfat.com

پردوں میں چھپا کر رکھا جائے تب بھی وہ اپنا آپ ظاہر کر دیتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کے سچے اور نیک بندے کب پوشیدہ رہ سکتے ہیں۔ دستورِ خداوندی ہے کہ اپنے ولیوں اور دوستوں کو کسی نہ کسی بہانے مخلوق میں ظاہر و نمایاں کر دیا جاتا ہے۔ بقول شاعر:

نگاہیں کاملوں پر پڑ ہی جاتی ہیں زمانے کی
کہیں چھپتا ہے اکبر پھول پتوں میں نہاں ہو کر

آپ کی دعا و برکت سے مخلوقِ خدا نے بڑا فیض پایا۔ لا علاج و مایوس لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے شفا عطا فرمائی۔ جب کہ آسیب زدہ لوگ تکیہ شریف کی حدود میں داخل ہوتے ہی تندرست ہو جاتے۔ جنات آپ کے پاس حاضر ہونے سے گریز کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہ بیان کرتے کہ ہمیں آپ کے سامنے جاتے ہوئے شرم آتی ہے۔ وہ اللہ کے سچے ولی ہیں۔

پروفیسر محمد نواز صاحب (ساکن سرائے صالح) کو ابتدائے جوانی میں ایک جن کا سایہ ہو گیا۔ چونکہ بابو محمد یوسف مرحوم قبلہ سرکار جیؒ کے دیرینہ عقیدت مند تھے۔ اس لیے وہ اپنے چچا زاد بھائی کو آپ کی خدمت میں لائے۔ جن نے نواز صاحب کو چھوڑ دیا اور آپ کا عقیدت مند بن گیا۔ وہ جن ہمیشہ دوسروں کو نصیحت کرتا تھا کہ آپ کی محفل میں باادب بیٹھا کریں۔ ایک دفعہ قبلہ سرکار جیؒ نے اس سے، جب وہ نواز صاحب کے ساتھ آیا، دریافت فرمایا کہ تم لوگوں کو ناحق تنگ کرتے ہو اور وجہ یہ بتاتے ہو کہ انھوں نے تمہارے بچے مار دیے ہیں یا کوئی اور بہانہ کرنے لگتے ہو۔ ایسا کیوں کرتے ہو؟ اس نے عرض کیا کہ یہ سب ہمارے جھوٹے بہانے ہیں۔ دراصل ان لوگوں پر اللہ تعالیٰ کی ناراضگی ہوتی ہے۔ جس کی وجہ سے ہم ان پر مسلط ہو جاتے ہیں۔ ایسے سینکڑوں لوگ آپ کی توجہ سے فیضیاب ہوئے۔ یہ سلسلہ اب بھی جاری ہے اور ان شاء اللہ تا ابد جاری رہے گا۔ بقول عطا:

Marfat.com

ڈھونڈو بھی تو کب ان کے نشاں ملتے ہیں
اس دور میں کب سیف زباں ملتے ہیں
ہے خوں کی جگہ عشق رگوں میں جن کی
وہ طائر لاہوت کہاں ملتے ہیں

تکیہ شریف میں جنات کی حاضری :

حکیم بہادر مرحوم (ساکن شیخ البانڈی۔ ایبٹ آباد) کا آپ سے تعارف ایک جن کی وساطت سے ہوا۔ انھوں نے بتایا کہ میں گلیات کے کسی گاؤں میں ایک مریض دیکھنے گیا۔ اس کے پڑوس میں ایک عورت پر آسیب کا سایہ تھا۔ اتفاقاً اسی دن وہ جن بھی حاضر ہو گیا۔ مجھے پتہ چلا تو میں پڑوس کے گھر میں مریضہ کی عیادت کے لیے گیا۔ میں نے دیکھا کہ اہل خانہ اور جن کے درمیان بات چیت ہو رہی تھی۔ گھر والوں نے جن سے کہا کہ تم نے عہد شکنی کی ہے۔ جبکہ تم نے وعدہ کیا تھا کہ سال میں صرف ایک مرتبہ آؤ گے۔ جن نے جواب دیا، مجھے اعتراف ہے کہ یہ وعدہ خلافی ہے۔ دراصل میں اپنے ساتھیوں کے ہمراہ تکیہ شریف شاہ محمد میں حضرت خواجہ معین الدین چشتیؒ کے عرس پر آیا تھا۔ آج عرس ختم ہوا تو میرے ساتھی واپس اجمیر شریف چلے گئے اور میں آپ لوگوں کی طرف آ گیا۔ اب میں وعدہ کرتا ہوں کہ آئندہ کبھی وعدہ خلافی نہیں کروں گا۔ حکیم بہادر بابا کا بیان ہے کہ جن کی زبانی تکیہ شریف کے بارے میں سن کر مجھے وہاں جانے کا اشتیاق ہوا۔ چنانچہ میں حضرت سرکار جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ چند گھڑیاں آپ کی صحبت میں کیا بیٹھا کہ وہیں کا ہو کر رہ گیا۔

Marfat.com

لاعلاج مرض سے شفا:

موضع مراد آباد کے مستری رحمت دین کا بڑا بیٹا صفدر پیٹ کے کسی مرض میں مبتلا تھا۔ سول ہسپتال ایبٹ آباد میں اس کے یکے بعد دیگرے دو آپریشن ہوئے، جو ناکام ہو گئے۔ ڈاکٹروں نے دیکھا کہ اس کا زندہ رہنا محال ہے تو اسے ہسپتال سے فارغ کر دیا۔ کچھ عرصہ بعد جب اس کی حالت زیادہ خراب ہوگئی تو گھر والوں نے اسے پی۔او۔ایف ہسپتال واہ فیکٹری میں داخل کرا دیا۔ جہاں اس کا تیسرا آپریشن ہوا اور وہ بھی ناکام ہو گیا۔ اب اس کی حالت یہ ہوگئی کہ جو خوراک اسے دی جاتی وہ آپریشن کے زخم سے باہر آ جاتی۔ اس حالت میں اسے گھر واپس لایا گیا۔

اس کا باپ اور بھائی قبلہ سرکار جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ جو سرمایہ تھا وہ ہسپتال کی نذر ہو گیا اور اب تو صفدر کے بچنے کی امید بھی باقی نہیں رہی۔ اس کے چھوٹے چھوٹے بچے ہیں ان کا کیا بنے گا؟ آپ اللہ تعالیٰ کے حضور صفدر کی شفایابی کے لیے دعا فرمائیں۔ آپ نے فرمایا: ''اللہ کی رحمت سے ناامید نہیں ہونا چاہیے۔ وہ چاہے تو سوکھی کھیتی بھی ہری ہو جاتی ہے۔'' پھر آپ نے مریض کے حق میں دعا فرمائی اور پانی دم کر کے دیا کہ اسے پلاتے رہیں۔ مزید کسی دوا کی ضرورت نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو شرف قبولیت بخشا اور رفتہ رفتہ مریض کی صحت یابی کے آثار نمایاں ہونے لگے اور وہ چند ماہ میں بالکل تندرست ہو گیا۔

کینسر کا علاج:

ماما اشرف (ساکن۔ گہر خان) کے گھر سے حضور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کے سالانہ عرس کے موقع پر ڈالی نکلتی تھی۔ وہ بھی آپ کے عقیدت مندوں میں شمار ہوتے تھے۔

Marfat.com

ایک دفعہ ان کی ٹانگ پر ایک موذی پھوڑا نکل آیا۔ جس نے رفتہ رفتہ کینسر کی شکل اختیار کر لی۔ مشنری ہسپتال ٹیکسلا کے ڈاکٹروں نے مشورہ دیا کہ ٹانگ کاٹ دی جائے ورنہ کینسر تمام جسم میں پھیل جائے گا۔ ماما اشرف کے گھر والے انھیں چار پائی پر ڈال کر تکیہ شریف لے آئے اور زار و قطار رونے لگے۔ مریض نے خود بھی قبلہ سرکار جیؒ سے درخواست کی کہ میری صحت یابی کے لیے دعا فرمائیں ورنہ میری ٹانگ کاٹ دی جائے گی اور میں معذور ہو جاؤں گا۔ قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ تم واویلا مت کرو۔ اللہ تعالیٰ قادر مطلق ہے، حقیقی شفا اسی کے ہاتھ میں ہے، حکیم اور ڈاکٹر تو محض وسیلہ ہیں۔ پھر آپ نے کچھ پڑھ کر ان کی ٹانگ پر اپنا ہاتھ پھیرا تو اللہ کے فضل و کرم سے ایک ماہ کے اندر ان کی ٹانگ بالکل ٹھیک ہوگئی۔ البتہ تھوڑا سا لنگڑا پن آ گیا۔ جب ماما اشرف دوبارہ ڈاکٹروں کے پاس معائنہ کے لیے گئے تو ڈاکٹر یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ اسقدر موذی پھوڑا کس طرح ٹھیک ہو گیا۔ بقول اقبال:

ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشا، کار ساز

سلبِ مرض:

جب تک حضرت بابا جی محبت علی خانؒ موضع کھیدو میں مقیم رہے، آپ موسم سرما میں دس بارہ دن کے لیے ان کے پاس ضرور تشریف لے جاتے۔ آپ کی موجودگی میں ایک مولوی صاحب موضع منگ سے ملاقات کے لیے حاضر ہوئے۔ مولوی صاحب تیسرے کے بخار میں مبتلا تھے۔ اس دن بخار کی باری تھی۔ آپ کی محفل میں بیٹھتے ہی مولوی صاحب کو کپکپی ہونے لگی اور اتنا شدید بخار چڑھا کہ ان کی ہڈیاں چٹخنے لگیں۔ قبلہ سرکار جیؒ کو مولوی صاحب پر بڑا ترس آیا۔ آپ نے اپنا کمبل اتار کر ان کے جسم پر ڈال دیا۔ اللہ تعالیٰ کی شان کریمی سے

Marfat.com

تقریباً دس منٹ میں بخار اتر گیا۔ مولوی صاحب کے بقول اس واقعہ کو چالیس سال گذر گئے ہیں پھر مجھے کبھی تیسرے کا بخار نہیں ہوا۔

ایک دفعہ موضع علی خانگی کی ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حاضر خدمت ہوئی اور عرض کیا کہ خان جی! میرا بچہ بیمار ہے اس کی ناک اور منہ سے خون آتا ہے۔ ڈاکٹروں نے جواب دے دیا ہے کہ ہمارے پاس اس کا کوئی علاج نہیں۔ میں اسے آپ کی خدمت میں لائی ہوں، دعا فرمائیں کہ میرا بچہ ٹھیک ہو جائے۔ آپ نے اسے پانی دم کر کے دیا اور فرمایا کہ اسے اب پھر ڈاکٹر کے پاس لے جاؤ۔ اگلے دن وہ عورت دوبارہ آئی اور بتایا کہ بچے کے گلے میں جونک تھی، جو نکل آئی ہے اور اب وہ بالکل ٹھیک ہو گیا ہے۔

اقبال خان اور چڑیل:

آبادی اور تعمیر و ترقی کے لحاظ سے ساٹھ سال پہلے کے اور موجودہ ہری پور میں زمین آسمان کا فرق دکھائی دیتا ہے۔ اس وقت ذرائع آمدورفت کی حالت نہایت ناگفتہ بہ تھی۔ روزمرہ استعمال کی اشیا بذریعہ ریل گاڑی دوسرے شہروں سے آتیں اور پھر انہیں بیل گاڑیوں پر اسٹیشن سے شہر پہنچایا جاتا۔ اس زمانے میں ہری پور اور ریلوے سٹیشن کا درمیانی علاقہ بالکل ویران اور اجاڑ ہوا کرتا تھا۔ عصر کے بعد ڈر کے مارے کوئی اس راستے سے گزرنے کی جرات نہیں کرتا تھا۔ اس علاقے میں کئی حادثات پیش آ چکے تھے اور چند آدمی تو جان سے بھی ہاتھ دھو بیٹھے تھے۔

ایک شام قبلہ سرکار جیؒ کے خادم عجب گل مرحوم کے بھائی اقبال خان کی بیل گاڑی اسٹیشن کے سامنے سے تیزی سے گزری۔ ہوٹل پر بیٹھے ہوئے آدمیوں نے دوڑ کر

Marfat.com

اسے روکا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اقبال خان گاڑی میں بے ہوش پڑا ہے۔ بیل بھی سہمے سہمے ہیں۔ اقبال خان کو اس کے گھر پہنچایا گیا اور عجب سائیں کو اطلاع کر دی گئی۔ سائیں عجب گل جاتے جاتے قبلہ سرکارؒ سے پانی دم کرا کے لے گیا۔ اس نے گھر پہنچ کر اقبال خان کے منہ پر پانی کے چھینٹے مارے تو وہ ہوش میں آ گیا۔ لیکن کچھ دیر بعد دوبارہ بے ہوش ہو گیا۔ سائیں عجب گل اسے اپنے ہمراہ تکیہ شریف لے آیا۔ یہاں آ کر اقبال خان دوسرے دن بالکل ٹھیک ہو گیا۔ اس نے بتایا کہ وہ بیل گاڑی لے کر شہر سے اسٹیشن جا رہا تھا تو اسے 'سوکہ' کے قریب ایک چڑیل دکھائی دی، جس کا قد آسمان سے باتیں کر رہا تھا اور اس کے دانت اور آنکھیں بہت ڈراونی تھیں۔ وہ اس کی طرف آ رہی تھی۔ اسے دیکھتے ہی مارے خوف کے وہ بے ہوش ہو گیا۔ اب وہی چڑیل اسے تکیہ شریف کی چار دیواری سے باہر نظر آتی ہے۔ اس نے چڑیل کو یہ کہتے ہوئے بھی سنا کہ افسوس تم میرے وار سے بچ گئے۔ اس جگہ میرا زور نہیں چلتا ورنہ میں تمہیں زندہ نہ چھوڑتی۔ اس واقعہ کے ہفتہ عشرہ بعد وہیں ایک اور شخص اسی طرح خوف زدہ ہو کر مر گیا۔

طوائف سے جاں خلاصی:

سرائے صالح کا ایک نوجوان ایک طوائف کی محبت میں گرفتار ہو گیا۔ وہ ملازمت پیشہ تھا، تنخواہ میں جو کچھ ملتا طوائف کی نذر کر دیتا۔ اس کے والدین بہت پریشان تھے۔ انھوں نے اسے راہِ راست پر لانے کے لیے ہر حربہ استعمال کیا۔ لیکن اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ جوان بھی اپنی اس کیفیت سے بیزار تھا۔ طوائف اس کے دل و دماغ پر اس طرح مسلط ہو گئی کہ اسے دیکھے بغیر اسے چین نہیں آتا تھا۔ اسے پتہ چلتا کہ کہیں اس طوائف کا گانا ہے تو وہ وہیں پہنچ جاتا اور جو کچھ پاس ہوتا نچھاور کر دیتا۔ اس کے ایک تھانیدار دوست نے جو

Marfat.com

اولیاءاللہ سے عقیدت رکھتا تھا، مشورہ دیا کہ تم جس مصیبت میں گرفتار ہو اس کا علاج کسی عام پیر فقیر کے پاس نہیں ہے۔ البتہ اللہ کا ایک مقبول بندہ میرے علم میں ہے جس کی دعا اور توجہ سے تمھیں اس مصیبت سے چھٹکارا مل سکتا ہے۔ وہ جوان اپنے دوست کے بتائے ہوئے پتہ پر قبلہ سرکارؒ کے پاس حاضر ہوا۔ لیکن زبان سے اپنا مدعا بیان نہ کر سکا۔ اس طرح اس نے بغیر لب کشائی کے چار پانچ مرتبہ آپ کی خدمت میں حاضری دی۔ آپ کے فیضِ صحبت ونظر سے ہی اس کے دل سے طوائف کا خیال محو ہو گیا۔ اس نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ وہ نوکری چھوڑ کر مستقلاً آپ کی خدمت میں رہنا چاہتا ہے۔ لیکن آپ نے اسے ملازمت کرتے رہنے کا حکم دیا اور فرمایا: ''تم اپنے والدین کی خدمت کرتے رہو کہ اسی میں سعادت دارین ہے۔'' بعد میں یوں ہوا کہ وہ طوائف اس جوان کے پیچھے آئی، مگر وہ چونکہ اسے اپنے دل سے نکال چکا تھا، اس لیے اسے کوئی اہمیت نہ دی اور وہ مایوس ہو کر واپس چلی گئی۔ لوگ حیران تھے کہ ایک وقت تھا جب یہ طوائف اس نوجوان سے بات کرنا بھی گوارا نہیں کرتی تھی اور آج اس کے پیچھے مارے مارے پھر رہی ہے اور وہ اسے کوئی اہمیت نہیں دیتا۔

تھانیدار کا عبرت ناک انجام:

صوفی فضل الرحمٰن مرحوم (ساکن- پانڈک) کا والد خانی زمان مرحوم آپ کا عقیدت مند تھا۔ وہ گورنمنٹ انٹرمیڈیٹ کالج ہری پور میں مالی تھا۔ کالج کے قریب باغ میں رات کو ایک شخص قتل کر دیا گیا۔ پولیس شک کی بنیاد پر خانی زمان کو پکڑ کر لے گئی۔ ہری پور کے بااثر لوگوں نے پولیس کو اس کی بے گناہی کے ثبوت پیش کیے، لیکن تھانیدار نے کسی کی نہ سنی اور دورانِ تفتیش خانی زمان کو سخت اذیتیں دیں۔

ایک رات سائیں گوہر الرحمن آپ کے پاؤں دبا رہا تھا کہ آپ اچانک اٹھ کر بیٹھ گئے اور فرمانے لگے مجھے خانی زمان کے چیخنے چلانے کی آواز سنائی دے رہی ہے، شائد وہ کسی مصیبت میں مبتلا ہے۔ دوسرے دن پتہ چلا کہ پولیس رات بھر اسے پانی میں کھڑا کر کے مارتی رہی۔ جنوری کا مہینہ تھا اور سخت سردی تھی۔ آپ ایک بے گناہ شخص پر پولیس کی زیادتیوں کی وجہ سے سخت پریشان تھے۔ آپ نے اس ظالم تھانیدار کے متعلق فرمایا: ''اللہ اسے ایسی سزا دے کہ وہ ہمیشہ کے لیے عبرت کا نشان بن جائے''۔ خدا کا کرنا ایسا ہوا کہ تھانیدار کا شہر کے ایک سرپھرے مفرور سے جھگڑا ہو گیا۔ تھانیدار نے اسے گرفتار کرنا چاہا تو اس نے تھانیدار کو ڈنڈے مار مار کر لہولہان کر دیا۔ تھانیدار نے اس بے عزتی کی وجہ سے ہری پور سے اپنا تبادلہ کروا لیا۔ اس طرح خانی زمان کو اللہ تعالیٰ نے اس کے مظالم سے نجات دلائی۔

کھانے میں برکت:

جس طرح انبیاء علیہم السلام کو معجزے عطا ہوئے۔ اسی طرح اولیاء اللہ کو کرامات سے نوازا گیا۔ حضرت ابوطلحہؓ نے ایک دن سرکار دو جہاں ﷺ کو اپنے گھر کھانے کی دعوت دی۔ سرکار دو عالم ﷺ صحابہ کرام کو، جو اس وقت آپ کی خدمت میں حاضر تھے ہمراہ لے گئے۔ کھانا بہت کم افراد کے لیے تیار کیا گیا تھا۔ زیادہ مہمان دیکھ کر صاحب خانہ پریشان ہوئے تو ان کی زوجہ محترمہ نے تسلی دی کہ سرور عالم ﷺ کا وجود سراپا خیر و برکت ہے۔ آپ کی موجودگی میں کوئی چیز کیسے کم ہو سکتی ہے؟ چنانچہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے روٹیوں کے ٹکڑے کر کے ان پر گھی کا کپہ نچوڑ دیا اور کچھ دعائیہ کلمات فرمائے۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ دس دس افراد مل کر کھانا کھائیں۔ تمام حاضرین نے سیر ہو کر کھایا اور کافی مقدار میں

کھانا بچ بھی گیا۔

قبلہ سرکار جیؒ کی حیات مبارکہ میں بھی ایک دفعہ ایسی ہی صورتِ حال پیش آئی۔ گیارہویں شریف کا ختم تھا۔ صرف تیرہ کلو چاول پکائے گئے تھے۔ اتفاقاً قوالوں کی دو پارٹیاں آگئیں اور قرب وجوار سے ڈیڑھ سو کے قریب لوگ بھی جمع ہو گئے۔ ان دنوں سرکار جیؒ قبلہ خود لنگر تقسیم فرمایا کرتے تھے۔ لنگر کے انچارج نے عرض کی کہ مہمان زیادہ آ گئے ہیں جبکہ لنگر تھوڑا ہے۔ لہٰذا مزید بندوبست کرنا پڑے گا۔ آپ نے اس کی بات سن کر صرف اتنا فرمایا کہ لوگوں کو کھلانے کے لیے ترتیب سے بٹھا دو۔ پھر اپنے ہاتھ سے لنگر تقسیم فرمایا۔ تمام حاضرین کو جب کھانا دیا جا چکا تو دیگ کی چادر اٹھا کر دیکھا گیا۔ معلوم ہوا کہ ابھی دیگ میں مزید کچھ افراد کے لیے کھانا موجود ہے۔

ڈھلتے ہیں تجلی میں عطا ان کے بدن
اسرار کی صورت میں وہی جلوہ فگن
جو کشتۂ تسلیم و رضا ہیں ان کی
ہو کیوں نہ ہر اک سانس چراغ ایمن

آپ کی دعا سے باران رحمت:

آپ کے انتقال سے چند سال قبل موسم گرما میں دو تین ماہ تک کوئی بارش نہ ہوئی۔ بہت سے کنویں بالکل خشک ہو گئے اور جو باقی بچے ان میں بھی پانی کی سطح خطرناک حد تک نیچے چلی گئی۔ پانی کی دستیابی اب تقریباً ناممکن ہوتی جا رہی تھی۔ ہری پور کے قرب وجوار میں ہر روز مختلف مقامات پر نمازِ استسقاء ادا کی جاتی، لیکن بارش نہ ہوتی۔ ایک دن آپؒ حجرہ سے باہر تشریف فرما تھے کہ ملک محمد اسلم مرحوم (ساکن۔ گھرخانؒ) اور حاجی فضل داد

Marfat.com

مرحوم (ساکن - مراد آباد) حاضرِ خدمت ہوئے اور عرض کی کہ ہماری بداعمالیوں کی وجہ سے عرصہ دراز سے بارش نہیں ہوئی۔ فصلوں کا جو حال ہونا تھا سو ہوا، اب مویشیوں کی بھی ہلاکت کا ڈر ہے۔ گرمی کی شدت سے بچے بہت پریشان ہیں۔ ہری پور کے تمام سکول بند کر دیئے گئے ہیں۔ اگر آپ اجازت فرمائیں تو تکیہ شریف میں بارش کے لیے نمازِ استسقاء ادا کی جائے۔ ہمیں یقین ہے کہ خداوندکریم آپ کی دعا کے طفیل بارانِ رحمت نازل فرمائیں گے۔ آپ نے اجازت مرحمت فرمادی۔ قرب وجوار کے دیہات میں، تکیہ شریف میں نماز استسقاء کے لیے اعلان کرایا گیا۔ بعض لوگوں نے اس اعلان کا مذاق اُڑایا کہ جگہ جگہ مخلوقِ خدا نمازیں پڑھ رہی ہے لیکن بارش نہیں ہوئی، تکیہ شریف میں نماز ادا کرنے سے بارش کیونکر ہوگی؟ بہر حال نماز میں آپ کے عقیدت مندوں اور شہر کے لوگوں نے کثیر تعداد میں شرکت کی۔ سیّد تصدق حسین شاہ صاحب (ساکن - موئن) نے امامت کرائی۔ قبلہ سرکار جی نے دعا فرمائی اور لنگر تقسیم کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے مقبول بندے کی التجا کی لاج رکھ لی اور شام تک مطلع ابر آلود ہوگیا۔ رات بھر خوب بارش ہوئی اور مذاق اڑانے والوں کو سوائے ندامت کے کچھ ہاتھ نہ آیا۔

مقدمہ قتل کا ملزم بری:

آپ کے ایک عقیدت مند فضل الٰہی بھیا (ساکن - گہر خان) کے جواں سال بیٹے محبوب الٰہی کو، جو کالج میں زیرِ تعلیم تھا گاؤں کے ایک شخص نے بغیر کسی وجہ کے قتل کر دیا۔ اپنے بیٹے کے غم میں تھوڑا ہی عرصہ بعد فضل الٰہی بھی چل بسا۔ مرحوم کا بڑا بیٹا الطاف الٰہی بھی قبلہ سرکار جیؒ کا ارادت مند تھا۔ کچھ عرصہ بعد قاتل کے والد کو گاؤں میں پرانی دشمنی کی وجہ سے کسی نے قتل کر دیا۔ فیلڈ مارشل ایوب خان کا دورِ حکومت تھا۔ اس دور

Marfat.com

میں ایسے اندھے قتل کے مقدمات، جن میں قاتل کا سراغ نہ مل سکتا، جرگے کے سپرد کر دیئے جاتے تھے۔ جرگے والے لمبی تفتیش سے بچنے کے لیے عام طور پر ان لوگوں کو ہی مجرم قرار دیتے جن سے ان دنوں مقتول کی دشمنی چل رہی ہوتی تھی۔ مقتول کے ورثا نے ابتدائی رپورٹ الطاف الٰہی اور دوسرے دو آدمیوں کے خلاف درج کرائی۔ جب کہ قتل ان لوگوں نے نہیں کیا تھا۔

الطاف الٰہی گرفتاری سے قبل آپ سے ملاقات کے لیے تکیہ شریف حاضر ہوا اور قبلہ سرکار جیؒ کی خدمت میں اپنے ساتھ ہونے والی ناانصافی اور قتل کے جھوٹے الزام کے بارے میں عرض کیا۔ اس نے انتہائی مایوسی کے عالم میں قبلہ سرکار جیؒ سے ملاقات کو زندگی کی آخری ملاقات قرار دیا۔ کیونکہ وہ جانتا تھا کہ مقدمہ اگر جرگے کے سپرد ہو گیا تو جرگہ اسے کبھی معاف نہیں کرے گا۔ الطاف الٰہی کی بے بسی اور بے گناہی دیکھ کر آپ کو بڑا ترس آیا۔ کیونکہ کچھ عرصہ بیشتر اس کا نوجوان بھائی قتل ہوا تھا اور والد بھی اسی صدمے میں وفات پا چکا تھا۔ اب اسے بھی جھوٹے مقدمے میں پھنسا دیا گیا۔ قبلہ سرکار جیؒ نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور فرمایا: ''گھبراؤ نہیں، اللہ پر بھروسہ رکھو۔ چند دن کی بات ہے، ان شاء اللہ تم گھر واپس آ جاؤ گے۔'' اللہ رب العزت نے آپ کی زبان سے نکلے ہوئے الفاظ کو پذیرائی عطا کرتے ہوئے ایسے حالات پیدا فرما دیئے کہ چند ہفتوں میں الطاف الٰہی کی ضمانت ہو گئی اور مقدمہ جرگے کے سپرد ہو گیا۔

جنوری کے پہلے ہفتے میں آپ حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے عرس میں شرکت کے لیے کلیام شریف تشریف لے گئے۔ الطاف الٰہی بھی آپ کے ہمراہ تھا۔ ایک دن صبح ناشتے کے بعد آپ نے اس سے مخاطب ہو کر فرمایا: ''میں نے تمہارے لیے حضرت باباجی (حضرت

Marfat.com

بابا فضل دینؒ) کے دربار میں دعا کی تھی۔ آج نصف شب کے قریب عالم غیب سے مجھے آواز سنائی دی کہ ''الطاف الٰہی بری'' اللہ رب العزت علام الغیوب ہے۔ وہی جانتا ہے کہ اس کی مشیت میں کیا ہے''۔ کچھ عرصہ بعد جرگے نے فیصلہ سنایا تو اللہ کے فضل و کرم سے الطاف الٰہی سمیت سب لوگ بری ہو گئے۔ اس فیصلے پر گاؤں والے حیران تھے کیونکہ یہ پہلا مقدمہ قتل تھا جس کا فیصلہ خلاف توقع ہوا۔

تمھارے منہ سے جو نکلی وہ بات ہو کے رہی
جو ہونے والی تھی آخر وہ بات ہو کے رہی
کہا جو شب کو کہ دن ہے تو دن نکل آیا
کہا جو دن کو کہ شب ہے تو رات ہو کے رہی

بقول مولانا روم:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

خواص خان اور فتوح کی فراوانی:

خواص خان مرحوم ایک درویش صفت انسان تھا۔ سلسلہ نقشبندیہ میں آستانہ عالیہ رجوعیہ شریف کا مرید تھا۔ اس کے دل میں ایک تڑپ تھی۔ وہ حصولِ مقصد کی خاطر جہاں بھی کسی اللہ کے بندے کا پتہ چلتا، پہنچ جاتا۔ لیکن گوہر مقصود تھا کہ ہاتھ نہ لگتا۔ بقول کسے ''جوئندہ پائندہ'' جو ڈھونڈتا ہے وہ آخر پا ہی لیتا ہے۔ اس نے اس دوران میں تکیہ شریف کے بارے میں سنا تو آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ کی صحبت اور توجہ کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے

Marfat.com

اسے ذوق وشوق کی وہ دولت عطا کی جو اسے کسی اور جگہ سے حاصل نہ ہو سکی۔ خواص خان کیفیت جذب میں اکثر قرب وجوار کے دیہات میں گھومتا رہتا تھا۔ وہ رات مسجد میں گزارتا۔ اذان اس عقیدت اور شوق سے دیتا کہ اس کی پرسوز آواز سننے کے لیے لوگ منتظر رہتے۔ اس نے ایک دن آپ سے حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضری کے لیے اجازت طلب کی۔ آپ نے زادِ سفر کے طور پر اسے پانچ روپے عطا فرمائے۔ ان دنوں لاہور کا کرایہ پانچ روپے ہوا کرتا تھا۔ بقول خواص خان مرحوم کہ جب میں اڈے پر گیا تو ایک اجنبی شخص آیا اور میری جیب میں کچھ رقم ڈال کر چلتا بنا۔ اس کے بعد راستے میں مجھے جو شخص بھی ملتا، کچھ نہ کچھ دے جاتا۔ میں لاہور سے واپس آیا تو وہ پانچ روپے، جو آپ نے عنایت کیے تھے میرے پاس موجود تھے۔ ایک دن نادانستہ مجھ سے وہ پانچ روپے خرچ ہو گئے۔ اس کے بعد فتوح کا سلسلہ ختم ہو گیا۔

خواص خان نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ رجب المرجب کا چاند نظر آیا تو میں اپنے گھر سے بہت دور تھا۔ میں نے خواب میں دیکھا کہ تکیہ شریف کے راستے میں لوگوں کا بڑا ہجوم ہے۔ سب لوگ کسی اہم شخصیت کے انتظار میں ہیں۔ تھوڑی دیر بعد آسمان سے ایک پالکی زمین کی طرف آتی دکھائی دی۔ لوگ اس کی طرف دوڑے۔ میں نے کسی سے دریافت کیا کہ لوگ پالکی کی طرف کیوں دوڑ رہے ہیں، اس پالکی میں کون ہے؟ ایک شخص نے جواب دیا تمہیں معلوم نہیں آج تکیہ شریف میں سلطان الہند خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کا عرس ہے، جس میں شرکت کے لیے خواجہ غریب نوازؒ بذات خود تشریف لا رہے ہیں۔ چنانچہ میں نمازِ فجر ادا کر کے تکیہ شریف شاہ محمد کی طرف چل پڑا۔ وہاں پہنچا تو واقعی حضرت خواجہ غریب نوازؒ کا عرس منایا جا رہا تھا اور آخری ختمِ قُل جاری تھا۔

Marfat.com

خیر اللہ خان اور سیّد گل پیر کی بد دعا:

خیر اللہ خان آپ کا درباری قوال تھا۔ اس کی طبیعت میں بلا کا غصہ تھا۔ اکثر کسی نہ کسی سے اس کا جھگڑا ہو جاتا۔ قبلہ سرکار جیؒ اسے منع فرماتے تھے کہ وہ کسی کا دل نہ دکھایا کرے، ورنہ کبھی نقصان اٹھائے گا۔ ایک دفعہ وہ میراں موج دریاؒ کی اولاد میں سے ایک صاحب حضرت سیّد گل پیر سے جھگڑ پڑا۔ پیر صاحب نے اُس سے فرمائش کی کہ میرے ایک مرید کی شادی ہے، تمھیں وہاں جا کر قوالی کا اہتمام کرنا ہوگا۔ لیکن خیر اللہ خان نے معذرت کی۔ شاہ صاحب نے بہت اصرار کیا لیکن وہ نہ مانا۔ شاہ صاحب جلال میں آگئے اور فرمایا کہ اگر میں سیّد کا بیٹا ہوں تو تم آئندہ کبھی قوالی نہ کر سکو گے۔ شاہ صاحب سیف زبان بزرگ تھے۔ لوگ ان کی بد دعا سے ڈرتے تھے۔ خیر اللہ خان تکیہ شریف واپس آگیا۔ اس نے اس بارے میں قبلہ سرکار جیؒ سے کوئی بات نہ کی۔ چند دن گزرے کہ اس کے گلے میں ایک گلٹی نمودار ہوئی، جس کی وجہ سے وہ بہت پریشان ہوگیا۔ تب اس نے تمام روداد آپؒ کے گوش گزار کر دی۔ ساتھ ہی اس حقیقت کا اعتراف بھی کیا کہ وہ شاہ صاحب کی حکم عدولی کر کے غلطی کا مرتکب ہوا ہے۔ آپؒ یہ واقعہ سن کر اس سے بڑے خفا ہوئے اور فرمایا کہ تم نے بڑی زیادتی کی ہے۔ مستجاب الدعا ہونے کی وجہ سے شاہ صاحب کی بد دعا کا اثر لازمی تھا۔ خیر اللہ خان رحم کا طلب گار ہوا اور زار و قطار رونے لگا۔ آپ کو اس پر ترس آگیا۔ اُسے دم فرمایا اور گلے میں ڈالنے کے لیے تعویز بھی دیا۔ گلٹی آہستہ آہستہ گلے سے چل کر گردن میں آگئی اور کچھ عرصہ بعد پھٹ گئی۔ جب سیّد گل پیر صاحب کو معلوم ہوا تو انھوں نے آپ کی خدمت میں سلام کہلا بھیجا اور معذرت کی کہ مجھے علم نہیں تھا کہ یہ قوال آپ کے آستان سے وابستہ ہے۔ اگر اسے آپ کا سہارا میسر نہ ہوتا تو یہ کسی صورت جانبر نہ ہو سکتا۔

Marfat.com

اسی طرح ایک مرتبہ خیر اللہ خان دہمتوڑ (ایبٹ آباد) والے شاہ صاحب سے لڑ پڑا اور بیمار ہو گیا۔ اس پر دوا وغیرہ کا مطلق اثر نہیں ہوتا تھا۔ نقاہت روز بروز بڑھتی جا رہی تھی۔ ایک رات وہ خواب میں شاہ صاحب سے جھگڑتے ہوئے بڑبڑانے لگا۔ قبلہ سرکار جیؒ اس کے قریب ہی تشریف فرما تھے۔ آپؒ نے اس کی گفتگو سن لی۔ جب وہ بیدار ہوا تو اس سے دریافت کیا کہ تم نیند میں کس سے باتیں کر رہے تھے؟ اس نے عرض کی کہ چند دن پہلے میری دہمتوڑ والے شاہ صاحب سے لڑائی ہو گئی تھی۔ شاہ صاحب خواب میں آئے اور فرمانے لگے کہ ایک ہفتہ باقی ہے اب بھی آ کر معافی مانگ لو، ورنہ اسی طرح سوکھ سوکھ کر مر جاؤ گے۔ آپؒ کو خیر اللہ خان کی یہ حرکت سخت ناگوار گزری اور فرمایا کہ تمھیں شرم آنی چاہیے۔ تم کیوں ہر ایک سے لڑتے پھرتے ہو؟ پھر پانی دم کر کے اسے پینے کے لیے دیا۔ ہفتہ عشرہ کے بعد اللہ کے فضل و کرم سے وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔ ادھر شاہ صاحب کو بھی اطلاع ہو گئی۔ انھوں نے گل پیر شاہ صاحب کی طرح یہ کہہ کر آپؒ سے معذرت کر لی کہ میرے علم میں نہیں تھا کہ خیر اللہ خان آپؒ کے آستان سے وابستہ ہے۔

حسنین کریمینؓ کی زیارت:

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میدان حشر میں لوگوں کے اعمال کا حساب ہو رہا تھا۔ منصف حقیقی کے احکام کے مطابق ہر ایک کو اس کے اعمال کی جزا و سزا کا سامنا کرنا پڑ رہا تھا۔ لوگ ادھر اُدھر بھاگ رہے تھے اور کسی واقف و آشنا کا سہارا تلاش کر رہے تھے۔ اس ہجوم میں دو خوبصورت جوان بھی کھڑے تھے۔ مخلوق خدا ان کے گرد جمع تھی۔ ان کے چہرے اس قدر نورانی تھے کہ نظر بھر کے دیکھا

نہیں جا رہا تھا۔ وہ ایک ٹکٹ نما پرچی جس کو عنایت فرماتے، اس کا بیڑا پار ہو جاتا۔ مجھے دو فرشتے پکڑ کر ایک طرف لے جا رہے تھے کہ ان شہزادوں کی مجھ پر نظر پڑ گئی۔ وہ فرشتوں کی اس حرکت پر برہم ہوئے اور ان کی گرفت سے مجھے آزاد کرا دیا۔ پھر فرشتوں سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ تم ہمارے آدمیوں کو نہیں پہچانتے۔ فرشتوں نے معذرت کی کہ ہم سے بھول ہو گئی۔

آپ نے فرمایا کہ اس وقت میرے ہمراہ اور بھی بہت سے آدمی تھے جو میرے پیچھے پیچھے آ رہے تھے۔ وہ ان شہزادوں سے کہتے کہ جناب ہم بھی ان کے ساتھ ہیں۔ مگر میں نے انکار میں سر ہلا دیا۔ جب شہزادوں نے مجھ سے دریافت کیا کہ کیا آپ خوف کی وجہ سے ایسا کہہ رہے ہیں؟ تو میں نے جواب دیا: جی ہاں! وہ میری اس کیفیت پر مسکرا دیے اور تسلی دیتے ہوئے فرمایا: گھبرائیے نہیں۔

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ میری دانست میں وہ دونوں شہزادے جوانان جنت کے سردار حضرت امام حسنؓ اور حضرت امام حسینؓ تھے۔ حضور نبی کریم ﷺ حسنین کریمینؓ کے بارے میں فرماتے ہیں:

اَلْحَسَنُ وَالْحُسَيْنُ سَيِّدَا شَبَابِ اَهْلِ الْجَنَّةِ ○

ترجمہ: امام حسنؓ اور امام حسینؓ جوانان جنت کے سردار ہیں۔

اس طرح ایک اور مقام پر ارشاد فرمایا:

''اے اللہ میں ان دونوں سے محبت کرتا ہوں، پس تو بھی ان سے محبت کر اور جو ان سے محبت رکھتا ہے اس سے بھی محبت کر۔''

آپ ﷺ سے کسی نے پوچھا کہ آپ ﷺ کو اہل بیت میں سب سے زیادہ کون پسند

Marfat.com

ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: حسنؓ اور حسینؓ۔

سرکارِ بغدادؒ کی دستگیری:

فرزند نبیؐ ، فاطمہ را نورالعین
لختِ جگر شہنشاہِ بدر و حنین
دِلہا پابوس قطب ربانی را
سلطان الاولیاء ، غوث الثقلین

ترجمہ: حضور رسول کریم ﷺ کے فرزند، حضرت فاطمہؓ کی آنکھوں کے نور۔ بدر و حنین کے شہنشاہ کے لختِ جگر۔ دل اس قطب ربانی کے قدم چومتے ہیں۔ وہ اولیاء کے سلطان، دونوں جہاں کے غوث (شیخ عبدالقادر جیلانیؒ) ہیں۔

اللہ تعالیٰ کس طرح ملائکہ اور اولیاء اللہ کی ارواح کے ذریعے مخلوق خدا اور بالخصوص ان حضرات کی، جنھیں دوسروں کی راہنمائی کے لیے منتخب کیا جاتا ہے، دستگیری فرماتے ہیں۔ عقل اس کا جواب دینے سے قاصر ہے۔ کیونکہ یہ وہ علم ہے جس کا ہم حواسِ ظاہری سے احاطہ نہیں کر سکتے۔ عقل کے پاس اس کا بھی جواب نہیں کہ صدیوں کے زمانی بُعد کے باوجود حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ کیونکر اب بھی اپنے مریدوں کی دیکھ بھال فرماتے ہیں۔ درحقیقت یہ راز وہی سمجھ سکتے ہیں جو کسی کے ہو جاتے ہیں یا کسی کو اپنا لیتے ہیں۔ حضرت سیدنا غوث اعظمؒ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعاً
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ التِّصَالِیْ

ترجمہ: میں روئے زمین کے تمام شہروں کو ہمیشہ رائی کے دانہ کی طرح دیکھتا ہوں۔

Marfat.com

قبلہ سرکار جیؒ کے بچپن کا واقعہ ہے کہ آپ اپنے ہم عمر دوستوں کے ساتھ دریائے دوڑ کی ایک نہر میں نہا رہے تھے، جس کا پانی ایک سرنگ میں سے ہو کر آتا تھا۔ یہ نہر گاؤں کے قریب سے گزرتی تھی۔ ایک جگہ پانی زیادہ گہرا تھا۔ آپ گہرے پانی میں ڈوبنے لگے۔ آپ کے ساتھیوں نے گاؤں میں یہ اطلاع دی کہ آپ پانی میں ڈوب گئے ہیں۔ لوگ دوڑ کر وہاں پہنچے تو یہ دیکھ کر حیران رہ گئے کہ آپ نہر کے کنارے بے ہوش پڑے ہیں۔ وہاں سے اٹھا کر آپ کو گھر لایا گیا۔ دوسرے دن ہوش آیا۔ لیکن یہ معمہ حل نہ ہو سکا کہ آپ کو پانی سے باہر کس نے نکالا تھا۔ آپ فرماتے تھے کہ جب میں تکیہ شریف میں منتقل ہوا تو حضرت غوثِ اعظمؒ نے خواب میں فرمایا: ''ہم تو بچپن سے ہی تمہاری نگہبانی کر رہے ہیں۔ تمہیں وہ وقت یاد نہیں جب تم پانی میں ڈوب گئے تھے، تمہیں پانی سے باہر ہم نے ہی تو نکالا تھا''۔

خواجہ غریب نوازؒ کی غریب نوازیاں:

ایک دفعہ قبلہ سرکار جیؒ حضرت شیخ معین الدین اجمیریؒ کے مزار پر حاضری کے لیے اجمیر شریف گئے۔ خواب میں حضور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ نے ارشاد فرمایا کہ تمہیں اجمیر شریف آنے کی تکلیف اٹھانا پڑتی ہے لہٰذا پاکپتن شریف میں حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے مزار پر حاضری دے لیا کریں۔ اس کے بعد آپ کا یہ معمول رہا کہ حضرت گنج شکرؒ کے عرس مبارک کی تقریبات میں ضرور شرکت کرتے تھے۔ قیام پاکستان سے قبل ایک مرتبہ پاکپتن شریف حاضر ہوئے تو حضرت گنج شکرؒ نے حکم دیا کہ پیران کلیر کے مزار پر بھی حاضری دیں۔ آپ نے حضرت سے خواب ہی میں دریافت کیا کہ پیران کلیر کون بزرگ ہیں؟ اس سے پہلے آپ پیران کلیر سے متعارف نہیں تھے۔ حضرت گنج شکرؒ نے فرمایا: وہ میرے خلیفہ اور

Marfat.com

بھانجے علاؤالدین علی احمد صابرؒ ہیں۔

حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کے حکم کے مطابق آپ نے حضرت علی احمد صابرؒ کے در اقدس پر حاضری دی اور صابری فیض پایا۔ اس خصوصی نسبت کی وجہ سے آپ حضرت فضل الدین چشتی صابریؒ کے عرس میں کلیام شریف بھی حاضری دیا کرتے تھے۔ زندگی کے آخری ایام میں آپ علاج کی غرض سے ایبٹ آباد مقیم تھے۔ ایک روز حالتِ جذب میں فرمانے لگے: ''صابر پاک شہنشاہ ہیں، انھوں نے مجھ مسکین کو جلا کر رکھ دیا ہے۔''

کدام سوختہ جاں دست زد بدامانت

کہ از لباسِ تو بوئے کباب می آید

ترجمہ: کس دل جلے نے تمہارے دامن کو ہاتھ لگایا ہے کہ تمہارے لباس سے کباب کی بو آ رہی ہے۔

تسخیرِ نفس:

قبلہ سرکار جیؒ نے ارشاد فرمایا کہ تکیہ شریف کی سکونت کے ابتدائی دنوں میں مجھے خواب میں بہت سے لوگ گندگی کے ڈھیر پر بیٹھے نظر آئے۔ سبھی لوگ ایک دوسرے سے خوش گپیوں میں مصروف ہیں اور وہ مجھے بھی اپنی طرف بلاتے ہیں، لیکن میں ان سے دور بھاگتا ہوں۔ میں نے دیکھا کہ ایک کتا مجھ سے چمٹنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں اسے پکڑ کر دور پھینک دیتا ہوں۔ لیکن وہ پھر مجھ سے الجھ جاتا ہے۔ آخر تنگ آ کر میں اسے پاؤں تلے روند ڈالتا ہوں۔ وہ دوبارہ زندہ ہو جاتا ہے۔ دو تین مرتبہ اسی طرح ہوا۔ جب اسے دال گلتی نظر نہ آئی تو زبانِ حال سے بولا کہ میں درحقیقت تمہارا نفس ہوں۔ جس طرح تم مجھے مار رہے ہو اس طرح میں کبھی نہیں مرتا۔ میری حقیقی موت ناجائز خواہشات کو مار دینے میں ہے۔

Marfat.com

دیوزادہ نفس را علاج نیست
از عشق بسوز تادیو مسخر گردد

ترجمہ: ابلیس کے شکار نفس کا اور کوئی علاج نہیں ہے۔ اسے عشق کی آگ میں جلا دو تا کہ ابلیس مسخر ہو جائے۔

جس دور میں حضرت بابا محبت علی خانؒ موضع کھیدو میں رہائش پذیر تھے، قبلہ سرکار جیؒ موسم سرما میں ہفتہ عشرہ کے لیے آپ کے ہاں قیام کیا کرتے تھے۔ ہری پور سے بذریعہ بس روانگی ہوتی اور سات کلو میٹر کا سفر پیدل بھی کرنا پڑتا۔ ایک مرتبہ اسی طرح کھیدو جانے کا پروگرام بنا۔ وقت مقررہ پر بوٹا نامی ایک عقیدت مند، جو کسی خان کا ڈرائیور تھا، موٹر کار لے کر حاضر ہوا تا کہ آپ کو بابا جی کی خدمت میں چھوڑ آئے۔ یہ غالباً ۶۰-۱۹۵۹ء کی بات ہے۔ ان دنوں ہری پور میں صرف دو تین امرا کے پاس موٹر گاڑیاں تھیں۔ آپ کار میں سوار ہو کر کھیدو کی طرف روانہ ہوئے اور ہری پور کی سبزی منڈی میں الطاف الٰہی کے پاس رکے تا کہ کچھ سبزی وغیرہ ساتھ لے لیں۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے موٹر گاڑی میں سوار دیکھ کر ادھر اُدھر سے دکاندار اور دوسرے لوگ دوڑے آئے۔ انھیں دیکھ کر میں سمجھ گیا کہ اصل معاملہ کیا ہے؟ چنانچہ کھیدو سے واپس آ کر ایک دن تکیہ شریف سے اکیلا ہی ہری پور کی طرف نکل گیا اور الطاف الٰہی کی منڈی میں جا کر بیٹھ گیا۔ وہی جگہ تھی اور وہی لوگ۔ لیکن آج کوئی میری ملاقات کے لیے نہ آیا۔ میں نے اپنے نفس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: ''آج دیکھ اپنی اصل قدر و قیمت۔ اس دن تو بہت خوش ہوا ہو گا کہ لوگ استقبال کو دوڑے چلے آ رہے ہیں اور ہاتھ پاؤں چومے جا رہے ہیں۔ جب کہ آج موٹر گاڑی نہ ہونے کی وجہ سے کوئی تیرے استقبال کو نہیں آیا۔''

آپ نے فرمایا کہ ''موجودہ دور میں لوگ درویشوں کی قدر و منزلت بھی ان کی

Marfat.com

دنیاوی حیثیت دیکھ کر کرتے ہیں۔ اگر دس بیس آدمی ان کے گرد حلقہ بنائے ہوئے ہوں اور گاڑی بھی موجود ہو تو عموماً یہ سمجھا جاتا ہے کہ اس بزرگ کا مرتبہ بہت بلند ہے۔ حالانکہ فقر و درویشی، عجز و انکساری اور ذلتِ نفس سے عبارت ہے''۔

کبھی ہوئی نہ جہاں میں حکومتِ عشاق
سبب یہ ہے کہ محبت زمانہ ساز نہیں

روحانی علاج گاہ:

جذب وسلوک کے ابتدائی سالوں میں سخت ریاضت ومجاہدے کی وجہ سے آپ کو ایک ایسی بیماری لاحق ہوگئی جس کی وجہ سے نماز کی ادائیگی میں دقت محسوس ہوتی تھی۔ جونہی نماز کے لیے قیام فرماتے، چکرا کر گرتے اور گھنٹوں بے سُدھ پڑے رہتے۔ اس دوران میں آپ کو کوئی آدمی دکھائی دیتا تو تکلیف دوچند ہو جاتی۔ افاقہ بہت دیر بعد ہوتا۔ یہ بیماری آپ کے لیے انتہائی پریشان کن تھی۔ کیونکہ اس کی وجہ سے عبادت وریاضت میں خلل پڑتا تھا۔

انھی دنوں ایک رات نیم خوابی میں آپ کو کسی روحانی ہسپتال میں منتقل کیا گیا۔ عالم غیب سے آواز سنائی دی کہ یہ حضرت محبوب الٰہی خواجہ نظام الدین اولیاؒ کا ہسپتال ہے۔ ترکی ٹوپیاں پہنے دو ڈاکٹر دیر تک آپ کا معائنہ کرتے رہے۔ اس دوران میں وہ آپس میں کوئی مشورہ بھی کر رہے تھے۔ ان کی باتوں سے اندازہ ہو رہا تھا کہ سخت ریاضت ومجاہدہ کے اثرات آپ کے دل ودماغ پر مرتب ہوئے ہیں۔ دونوں ڈاکٹروں نے شکایت کی کہ مریض کو بہت دیر سے پہنچایا گیا ہے۔ اب دل کا علاج تو مشکل ہے البتہ دماغ کا کچھ علاج

Marfat.com

کیا جا سکتا ہے۔ اس کے بعد ایک ڈاکٹر نے آپ کے سر کو تھاما اور دوسرے نے دوا بھر کر سرنج کی سوئی آپ کی پیشانی کے ایک سرے سے گھما کر دوسری طرف نکال دی۔ اس عمل سے نیم خوابی کی کیفیت ختم ہوگئی اور آپ کی آنکھ کھل گئی۔ بیداری کے بعد آپ کو انجکشن کے ذریعے پیشانی میں داخل کی جانے والی دوا کی ٹھنڈک محسوس ہو رہی تھی۔ اس روحانی علاج کے بعد یہ بیماری ہمیشہ کے لیے ختم ہوگئی۔ اب نماز، تلاوت قرآن کریم اور دوسرے اوراد و وظائف ادا کرنے میں دقت محسوس نہیں ہوتی تھی، لیکن کوئی دوسری کتاب بآسانی نہیں پڑھ سکتے تھے۔ حضرت خواجہ نظام الدین محبوب الٰہیؒ کے روحانی ہسپتال میں کیے جانے والے علاج سے آپ کو بفضل خداوندی دوبارہ عبادت و ریاضت جاری رکھنے پر قدرت حاصل ہوگئی۔ علامہ اقبال نے حضرت محبوب الٰہیؒ کے بلند مرتبہ و مقام کو یوں بیان کیا ہے:

ستارے عشق کے تیری کشش سے ہیں قائم
نظام مہر کی صورت نظام ہے تیرا

حضرت بابو جیؒ گولڑوی کے بارے میں اظہارِ عقیدت:

حضرت پیر غلام محی الدین گولڑوی المعروف بابو جیؒ کے انتقال کے چھ ماہ بعد ایک دن آپ نے فرمایا کہ آج رات حضرت بابو جیؒ خواب میں آئے۔ انھوں نے شکوہ کیا کہ دنیا میں میری مصروفیات اتنی زیادہ تھیں کہ مجھے آپ کا علم نہ ہو سکا، جب کہ آپ کو میرے متعلق آگاہی تھی۔ اگر میرے جنازے میں نہیں آسکے تھے تو کم از کم فاتحہ کے لیے ہی تشریف لے آتے۔

اس خواب کے بعد آپ جلد ہی پیر صاحبؒ کے مزار پر حاضر ہوئے۔ آپ فرماتے تھے کہ حضرت بابو جیؒ سچے عاشق رسول ﷺ تھے۔ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ قبلہ

Marfat.com

بابو جیؒ اور میں مدینہ منورہ میں روضہ رسول ﷺ کے اندر کھڑے ہیں۔آسمان سے روضہ انور تک ایک تیز روشنی اتر رہی ہے۔عالم غیب سے یہ آواز سنائی دی کہ یہ اللہ کا راز ہے جسے کوئی نہیں سمجھ سکتا۔

ادب گاہیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنیدؒ و بایزیدؒ ایں جا

خواب میں نانگا باباجسگراں والے کی زیارت:

نواب صاحب لستاں در بند کے قریب جسگراں نامی ایک گاؤں ہے۔قیام پاکستان سے قبل وہاں رحمت اللہ نام کے ایک بزرگ گزرے ہیں۔انھیں ''نانگا باباجسگراں والے'' کے نام سے بھی یاد کیا جاتا تھا۔ان کا انتقال ۱۹۴۳ء میں ہوا۔ان کا شہرہ دور دراز کے علاقوں تک تھا۔لوگ پیادہ پا طویل سفر طے کر کے ان کی زیارت کے لیے حاضر ہوتے۔ان کی زبان سے نکلا ہوا کوئی لفظ خطا نہ جاتا۔روشن ضمیر ایسے تھے کہ میلوں دور سے آنے والے کا پتہ بتا دیتے۔تارک الدنیا اس طرح کہ دن بھر جو نذر نیاز آتی شام تک غریبوں، مسکینوں میں تقسیم فرما دیتے، دوسرے دن کے لیے کچھ بچا کر نہ رکھتے۔اس میں سے عزیزوں اور رشتہ داروں کو بھی کچھ نہ دیتے۔

ایک مرتبہ سرکار جیؒ نے خواب میں ان کی زیارت کی۔انھوں نے گلہ کیا کہ آپ مجھے ملنے نہیں آتے۔آپ نے عرض کیا کہ باباجی آپ گالیاں دیتے ہیں اور مارتے بھی ہیں۔کیا میں گالیاں کھانے آپ کے پاس آؤں؟ نانگا بابا فرمانے لگے: کیا میں پاگل ہوں؟ وہ لوگ جنھیں میں مارتا ہوں، درحقیقت انسانی شکل میں درندے ہوتے ہیں۔اگر میں انھیں نہ

Marfat.com

ماروں تو کیا وہ مجھے یہاں رہنے دیں گے؟ اس خواب کے کچھ عرصہ بعد ننگا بابا کا انتقال ہو گیا۔ قبلہ سرکار جیؒ فرماتے تھے کہ حضرت بابا جی جسگراں والے مقبولان بارگاہ میں سے تھے اور علاقے کے باطنی امور کی نگرانی انھی کے ذمہ تھی۔

الولی (در بند) کا ایک لڑکا علی بہادر قیام پاکستان سے پہلے ہری پور میں پٹوار ٹریننگ سکول میں کورس کر رہا تھا۔ ایک روز کسی واقف کار کے ساتھ قبلہ سرکار جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اسے آپ سے عقیدت ہوگئی اور وہ قلبی طور پر یہیں کا ہو کر رہ گیا۔ وہ روزانہ چھٹی کے وقت تکیہ شریف آتا اور جب تک آپ کو دیکھ نہ لیتا اسے چین نہ آتا۔ ایک دن اسے نجانے کیا سوجھی، اس نے پٹوار سے متعلقہ کتابیں زمین پر دے ماریں اور یہ کہہ کر کہ حرام کھانے کے لیے یہ مصیبت کیوں اٹھاؤں، اس نے ٹریننگ سکول جانا چھوڑ دیا۔ اس کے والد کو اطلاع ملی تو وہ آپ کے پاس آیا اور شکایت کی کہ یہاں ''کچھ'' کھانے پینے کی وجہ سے علی بہادر حواس کھو بیٹھا ہے اور اس نے ٹریننگ لینا چھوڑ دی ہے۔ وہ اسے ساتھ لے کر موہڑہ شریف کے ایک خلیفہ بغدرہ (اٹک) والے پیر صاحب کے پاس گیا۔ لیکن علی بہادر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ پھر اُسے گھوڑے پر بٹھا کر جسگراں والے بابا جی کی خدمت میں لے جایا گیا۔ بابا جی نے علی بہادر کے باپ کو دور سے دیکھتے ہی گالیاں دینا شروع کر دیں اور فرمایا: ''اسے میرے پاس کیوں لائے ہو؟ اسے کوئی نشہ آور چیز نہیں کھلائی گئی۔ اسے تم جہاں سے لائے ہو وہیں واپس لے جاؤ۔ اس کی شفا وہیں مقدر ہے، دربدر پھرنا بے سود ہوگا۔'' بابا جی کی باتیں سن کر علی بہادر کے باپ کی آنکھیں کھل گئیں۔ اسے اندازہ ہوا کہ وہ حضرت قبلہ سرکار جیؒ سے اپنے بیٹے کے متعلق شکوہ کر کے گستاخی کا مرتکب ہوا ہے۔ وہ اسے لے کر دوبارہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ پاؤں پکڑ کر معافی مانگی اور عرض کی کہ میں سمجھا تھا کہ میرا بیٹا

Marfat.com

تکیہ شریف میں رہنے کی وجہ سے منشیات کا عادی ہوگیا ہے۔قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا: تمھیں چاہیے تھا کہ حقیقت حال اپنے بیٹے سے ہی پوچھ لیتے۔اب اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اس کی شادی کردو۔ یہ ان شاء اللہ ٹھیک ہو جائے گا۔آپ کے حکم کے مطابق علی بہادر کی شادی کر دی گئی۔قیام پاکستان سے قبل وہ بمبئی میں ملازم تھا۔پھر اس کی کوئی خبر نہیں ملی۔

دارا و سکندر سے وہ مرد فقیر اولیٰ
ہو جس کی فقیری میں بوئے اسد اللٰہی

حضرت پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ کی نصیحت:

قبلہ سرکار جی نے ایک مرتبہ فرمایا کہ'' مجذوب مجھے ابتدا سے ہی اچھے لگتے تھے۔ اس پسندیدگی کی وجہ میرے نزدیک صرف یہی تھی کہ وہ عشق ومحبت میں اس قدر بےخود و سرمست ہوتے ہیں کہ کسی دوسری طرف ان کا دھیان ہی نہیں جاتا۔اس پُرخطر راہ پر چلتے ہوئے انھیں اپنی جان کی بھی پرواہ نہیں ہوتی۔''

قبلہ سرکار جیؒ کی ملاقات قبلہ پیر مہر علی شاہ گولڑویؒ سے ان کی حیات میں تو نہ ہو سکی، البتہ آپ نے ان کے پہلے عرس پر ان کے مزار پر حاضری دی۔ان ہی دنوں خواب میں پیر صاحب گولڑویؒ کی زیارت ہوئی۔انھوں نے فرمایا:'' آپ کو مجذوبوں کے طریقے میں کشش محسوس ہوتی ہے لیکن اس حقیقت کو بھی یاد رکھیے کہ صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام اس انداز کو پسند نہیں فرماتے۔کیونکہ آپ ﷺ کے نزدیک سب سے افضل طریقہ وہی ہے جس میں سالک تکلیفیں اور صعوبتیں برداشت کرتا ہوا، راہِ سلوک کے مدارج و منازل طے کر کے منزل مراد (رضائے الٰہی) تک پہنچے اور امتِ مصطفوی علیہ التحیۃ والثنا کو فائدہ پہنچاتا رہے۔''

Marfat.com

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ خواب میں کی گئی تلقین کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے میں نے مجاذیب سے رغبت کا سلسلہ ترک کر دیا۔

مولانا سکندر علی مرحوم کا خواب:

مولانا سکندر علی مرحوم نہ صرف آپ کے استاد تھے بلکہ آپ کے والد گرامی کے قریبی دوست بھی تھے۔ ان کا تعلق موضع شاہ محمد سے تھا۔ آپ ان کا بڑا احترام کرتے تھے۔ جب کبھی مولانا صاحب کا آپ سے آمنا سامنا ہوتا تو فرماتے ''افضل تم نے کیا حال بنا رکھا ہے۔ اپنی جائیداد اور گھر بار سنبھالو اور نماز پڑھو۔ بس یہی فقیری ہے۔ معلوم نہیں تمھیں کسی نے کیا کر دیا ہے۔'' آپ ان کی گفتگو احترام سے سنتے لیکن کوئی جواب نہ دیتے تھے۔ چونکہ مولانا مرحوم کو صوفیا سے سوئے ظن تھا اس لیے وہ نجی محفلوں میں بھی یہی کہتے تھے کہ انھوں نے لوگوں کو گمراہ کرنے کے لیے ویسے ہی ڈھونگ رچا رکھا ہے۔

ایک دن علی الصبح مولانا نے ایک آدمی آپ کی خدمت میں بھیج کر درخواست کی کہ میرے لیے دعا فرمائیں میرا خاتمہ بالخیر ہو۔ ساتھ ہی معذرت بھی کی کہ بوڑھا ہو گیا ہوں چل پھر نہیں سکتا ورنہ خود حاضرِ خدمت ہوتا۔ قبلہ سرکار جیؒ اس صورت حال پر حیران ہوئے۔ آپ نے پیغام لانے والے شخص سے دریافت کیا کہ استاد جی کو کیسے یہ خیال آ گیا ہے؟ اس نے عرض کی کہ مولانا کہتے ہیں کہ میرے دل میں صوفیا کی قدر و منزلت بالکل نہیں تھی، بلکہ میں تو خان صاحب کے بارے میں بھی اچھا گمان نہیں رکھتا تھا۔ آج رات میں نے خواب میں دیکھا کہ جامع مسجد دہلی میں علما و صوفیا کا ایک بڑا اجتماع ہے جس میں جناب افضل خان صاحب بخاری شریف کا درس دے رہے ہیں۔ اس لیے انھوں نے مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔

مولانا سکندر علی مرحوم کے بارے میں قبلہ سرکار جیؒ فرماتے تھے کہ ایک دفعہ

Marfat.com

میں اجمیر شریف حاضر ہوا تو حضور خواجہ غریب نوازؒ کے دربار میں مولانا کے پوتے مولانا محمود الرحمٰن سے ملاقات ہوگئی۔انھوں نے بتایا کہ مولانا یہاں جامعہ عثمانیہ معینیہ میں درسِ حدیث دینے آئے ہوئے ہیں۔مولانا محمود الرحمٰن کے اصرار کے باوجود میں نے ان کے ساتھ مولانا کے پاس جانے سے پس وپیش کیا۔میں جانتا تھا کہ مولانا اپنی عادت کے مطابق کوئی بھی ناگوار بات کہہ سکتے ہیں۔شائد محمود الرحمٰن صاحب میری اس کیفیت کو سمجھ گئے۔ انھوں نے بتایا کہ مولانا اب بالکل تبدیل ہو چکے ہیں۔چنانچہ جب میں ان سے ملنے گیا تو اس بات کی تصدیق ہوگئی کہ ان میں غیر معمولی تبدیلی آچکی تھی۔وہ بڑے تپاک سے ملے۔ محمود الرحمٰن صاحب سے کہا کہ انھیں تمام زیارتیں کراؤ اور خاص طور پر خواجہ غریب نوازؒ کے چلّے پر بھی لے جانا۔پھر محمود الرحمٰن صاحب کے بارے میں بتایا کہ محمود تو ہر وقت قوالیاں سنتا رہتا ہے۔میں نے عرض کیا:''استاد جی! آپ کے نزدیک تو یہ سب کچھ بدعت تھا؟''انھوں نے جواب دیا:''اللہ تعالیٰ کی حکمتیں انسان کے ذہن میں نہیں آسکتیں۔میں جب یہاں حاضر ہوا تو مجھ پر منکشف ہوا کہ اولیا اللہ بعد از مرگ بھی زندہ ہوتے ہیں اور خواجہ غریب نوازؒ صرف زندہ ہی نہیں بلکہ ظاہری زندگی سے بھی زیادہ تصرف رکھتے ہیں۔''

محمود الرحمٰن صاحب نے بتایا کہ مولانا کا معمول تھا کہ رات کو دیر تک مطالعہ فرماتے۔دیر سے سونے کی وجہ سے صبح کی نماز اکثر قضا ہو جاتی۔اجمیر شریف کے لوگ حضرت خواجہ غریب نوازؒ کے روضے کا بڑا احترام کرتے تھے۔اباجی جان بوجھ کر سوتے وقت پاؤں مزار شریف کی طرف کرتے اور کہتے کہ یہ تو مر کر مٹی ہو گئے ہیں۔جاہل ارادت مندوں نے عقیدت کا ڈھونگ رچا رکھا ہے۔حقیقت میں کچھ بھی نہیں۔اباجی نے ایک رات سحری کے وقت پانی منگوا کر وضو کیا اور نمازِ تہجد ادا کی۔انھیں خواب میں خواجہ غریب نوازؒ کی زیارت

Marfat.com

ہوئی۔ بڑا نورانی چہرہ تھا۔ فرماتے تھے کہ اتنے بڑے عالم ہو کر غفلت کی نیند سوتے ہو۔ مجھے تمھارے علم کا لحاظ ہے ورنہ تمھیں پتہ چل جاتا کہ اللہ کا ولی زندہ ہوتا ہے یا مردہ۔

ہرگز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق

ثبت است بر جریدۂ عالم دوام ما

سیاسی لیڈروں کی ہوس پرستی:

قیام پاکستان سے دو تین سال قبل قبلہ سرکار جیؒ نے خواب میں دیکھا کہ ایک میدان میں مخلوق خدا کا جمِ غفیر ہے۔ حدِ نگاہ تک انسان ہی انسان نظر آتے ہیں۔ دو بھینسے آپس میں لڑ رہے ہیں۔ دونوں دور سے دوڑ کر ایک دوسرے کی طرف آتے ہیں۔ جب آپس میں ٹکراتے ہیں تو انسانوں کی ایک بڑی تعداد ان کے پاؤں تلے کچلی جاتی ہے۔ جس کے نتیجے میں بہت سی ہلاکتیں ہوتی ہیں۔

آپ نے فرمایا کہ درحقیقت بھینسوں کی وہ جنگ ہندوؤں اور مسلمانوں کے دو قومی نظریے کی جنگ تھی جس کی وجہ سے تقسیم کے وقت ہزاروں انسانوں کا خون پانی کی طرح بہایا گیا۔

اسی طرح قیام پاکستان کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا کہ بھیڑیے زندہ بکریوں کی کھالیں اتار رہے ہیں۔ درحقیقت وہ خودغرض مسلمان لیڈر ہیں، جو بھیڑیوں کی طرح غریب عوام کا خون چوس رہے ہیں۔ لیکن حرص و آز سے ان کا جی نہیں بھرتا۔

اس خطرناک ریاستی استبداد اور حرص و ہوس کے دور میں ایک حدیث پاک کا مطالعہ مفید رہے گا جس کا مفہوم یہ ہے کہ ''اگر دو بھوکے بھیڑیے کسی ریوڑ میں چھوڑ دیے جائیں تو وہ اسے اتنا نقصان نہیں پہنچاتے، جتنا دولت کی ہوس انسان کے دین کو پہنچاتی ہے۔''

ایثار و قربانی کا اجر:

وَيُؤْثِرُوْنَ عَلٰى اَنْفُسِهِمْ وَلَوْكَانَ بِهِمْ خَصَاصَةٌ ۝

مندرجہ بالا آیت کریمہ کے موضوع کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے قبلہ سرکار جیؒ نے واقعہ بیان فرمایا کہ ایک دفعہ میں حضرت شاہ عبداللطیف قادری قلندری المعروف حضرت بری امامؒ (مدفن۔نور پور شاہاں، اسلام آباد) کے عرس میں حاضر تھا۔ رات کو جب محفلِ سماع ختم ہوئی تو آرام کے لیے مجھے ایک قبر کے قریب جگہ ملی۔ جہاں میں کمبل بچھا کر لیٹ گیا۔ جلد ہی نیند نے آلیا۔ میں نے دیکھا کہ صاحب مزار ایک بڑا سا عصا ہاتھ میں پکڑے ہوئے ہیں اور مجھ سے مخاطب ہو کر کہتے ہیں: ''سب سے بڑی عبادت ایثار و قربانی ہے۔ بشرطیکہ اللہ رب العزت اس کی توفیق عطا فرمائے۔''

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ صبح میں نے ایک واقف حال سے دریافت کیا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ اس نے بتایا کہ یہ اس گجر گوالہ کی قبر ہے جو حضرت بری امام کو اپنی بھینسوں کا دودھ پیش کرتا تھا۔ لیکن جب ایک ایک کر کے اس کی تمام بھینسیں مر گئیں، تب بھی اس کی عقیدت و محبت میں کوئی فرق نہ آیا۔ اس کا یہ عمل بری امام کو بہت پسند تھا۔

ہر چہ داری صرف کن در راہِ اُو

ترجمہ: تو جو کچھ رکھتا ہے، اسے اللہ کی راہ میں خرچ کر دے۔

اس لیے اللہ کا فرمان ہے:

لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا ۝

ترجمہ: ہر گز تم نیکی نہیں پا سکتے جب تک تم وہ خرچ نہ کرو جس سے تمھیں محبت ہے۔

Marfat.com

کشمیری نمبردار کا خواب:

قبلہ سرکار جیؒ نے مذکورہ موضوع سے مطابقت رکھنے والا ایک اور واقعہ ذکر فرمایا کہ کشمیر کے ایک مولوی صاحب نے دورانِ گفتگو بتایا کہ ایک دفعہ ان کے گاؤں میں ایک عجیب واقعہ رونما ہوا۔ گاؤں کے نمبردار نے لوگوں کو اکٹھا کیا اور بتایا کہ میں تین دن سے مسلسل خواب میں دیکھ رہا ہوں کہ دریا کے کنارے جو صاحب مزار ہیں، وہ مجھے فرما رہے ہیں کہ دریا کا پانی میری قبر کے قریب آ گیا ہے، اس لیے مجھے یہاں سے کسی دوسری جگہ منتقل کیا جائے۔ گاؤں والوں نے بہ یک زبان اس خدمت کو خوش نصیبی کی علامت قرار دیا۔ اتفاقِ رائے سے ایک دن مزار مبارک کو شق کیا گیا اور جب صاحب مزار کے جسدِ مبارک پر نظر پڑی تو لوگ حیران رہ گئے۔ کیونکہ ان کی میت بالکل تر و تازہ تھی۔ یوں گمان گزرتا تھا جیسے انھیں کچھ دیر پہلے دفن کیا گیا ہے۔ ان کا نورانی چہرہ دیکھ کر یہ محسوس نہیں ہوتا تھا کہ یہ صدیوں پرانے شخص کی میت ہے۔ حیران کن بات یہ تھی کہ انھوں نے دائیں ہاتھ سے اپنی ڈاڑھی پکڑی ہوئی تھی۔ جسد مبارک کو احترام و عقیدت کے ساتھ نسبتاً محفوظ مقام پر دفن کر دیا گیا۔ ہر شخص میت کی تازگی اور چہرے کی نورانیت سے بہت متاثر تھا اور ڈاڑھی پر ہاتھ والے معمے کی حقیقت جاننا چاہتا تھا۔ نمبردار نے ان کی روح پرفتوح کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم قرآن کا اہتمام کیا اور ان بزرگوں سے استدعا کی کہ وہ اس معمہ سے پردہ اٹھائیں۔

چند دن بعد وہ بزرگ دوبارہ نمبردار کو خواب میں دکھائی دیے۔ انھوں نے بیان کیا کہ میری زندگی میں ایک دفعہ سخت قحط پڑا۔ لوگ غلہ کی تلاش میں مارے مارے پھرنے لگے۔ مجھے بھی تین دن بعد ایک روٹی دستیاب ہوئی۔ کھانے کو بیٹھا ہی تھا کہ سائل کی آواز سنائی دی۔ وہ بھی کئی

Marfat.com

دن سے فاقے سے تھا۔ میں نے آدھی روٹی اسے دے دی اور آدھی خود کھائی۔ موت کے بعد اس فقیر کو روٹی دینے کا جو اجر اللہ رب العزت کی طرف سے مجھے عطا ہوا، میں اس پر حیران و ششدر رہ گیا اور اس حسرت میں میرا ہاتھ بے ساختہ داڑھی پر پڑا کہ اگر میں صبر کرتا اور پوری روٹی اسے دے دیتا تو میرے حق میں کتنا اچھا ہوتا۔

مولانا روم فرماتے ہیں:

گفت پیغمبر کہ حق فرمودہ است
من نہ گنجم ہیچ در بالا و پست
در زمین و آسمان و عرش نیز
من نہ گنجم ایں یقین داں اے عزیز!
در دل مومن بگنجم اے عجب
گر مرا جوئی دراں دلہا طلب

ترجمہ: نبی کریم ﷺ نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ میں اونچائی نیچائی میں نہیں سماتا۔ اے عزیز! یہ یقین جانو کہ میں زمین، آسمان اور عرش میں بھی نہیں سماتا۔ کتنی عجیب بات ہے کہ مومن کے دل میں سما جاتا ہوں۔ اگر مجھے ڈھونڈنا چاہتے ہو تو دلوں میں ڈھونڈو۔

خانقاہوں پر محکمہ اوقاف کا قبضہ:

فیلڈ مارشل ایوب خان کے دور حکومت میں محکمہ اوقاف نے ملک کی بڑی بڑی خانقاہوں اور مزارات پر قبضہ کرلیا۔ جس کے خلاف ملک کے طول وعرض میں مختلف خانقاہوں کے سجادہ نشینوں اور متولیوں نے بڑا احتجاج کیا۔ ظاہر ہے اس کاروائی سے خانقاہوں سے تعلق

Marfat.com

رکھنے والا ہر شخص متاثر ہوا۔ قبلہ سرکار جیؒ بھی اس حکومتی اقدام کی وجہ سے فکر مند تھے۔ آپ پر حکومتی کاروائی کا انکشاف ایک خواب کے ذریعے ہوا۔

آپ نے بیان فرمایا کہ خواب میں مَیں حضرت داتا گنج بخشؒ کے مزار پر حاضر ہوں۔ ایک وسیع و عریض میدان میں حدِ نظر تک لوگ جمع ہیں۔ ایک جانب قبلہ بابو جیؒ گولڑوی اپنے چند رفقا کے ہمراہ کسی کے انتظار میں کھڑے ہیں۔ مَیں نے ایک شخص سے دریافت کیا کہ یہ سب لوگ کیوں جمع ہیں؟ حضرت بابو جیؒ کس کے منتظر ہیں؟ اس نے بتایا کہ درگاہوں اور خانقاہوں پر منتظمین اور محافظوں سے ایسی نازیبا حرکات سرزد ہوئی ہیں کہ حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ نے ناراض ہو کر عالمِ روحانیت میں ان مقاماتِ مقدسہ کا انتظام محکمہ اوقاف کے سپرد کر دیا ہے۔ چونکہ گولڑہ شریف کی خانقاہ بھی اوقاف کے سپرد کی جا رہی ہے اس لیے پیر صاحب گولڑہ شریف بھی یہاں حاضر ہیں۔ انھوں نے درخواست کی ہے کہ ہماری درگاہ کا نظام صحیح طریقے سے چل رہا ہے اس لیے اسے واگزار کیا جائے۔ آج اس سلسلے میں حضرت داتا گنج بخشؒ اور حضرت گنج شکرؒ یہاں تشریف لائیں گے اور گولڑہ شریف کی خانقاہ کے متعلق فیصلہ سنائیں گے۔ چند دن بعد پتہ چلا کہ محکمہ اوقاف، عدالت میں مقدمہ ہار گیا ہے اور فیصلہ پیر صاحب گولڑویؒ کے حق میں ہو گیا ہے۔

ایک مرتبہ آپ کو خواب میں حضرت بری امامؒ کی زیارت ہوئی کہ ایک پالکی میں سوار آسمان سے اپنی خانقاہ میں اتر رہے ہیں۔ مجاور منہ کے بل زمین پر پڑے رو رہے ہیں اور عرض کر رہے ہیں کہ ہمیں یہ درگاہ واپس دلائی جائے۔ دریافت کرنے پر پتہ چلا کہ حضرت بری امامؒ بھی اپنی درگاہ پر ہونے والی غیر شرعی حرکات کی وجہ سے ناراض ہو کر مدینہ منورہ چلے گئے تھے۔ البتہ محکمہ اوقاف کے قبضے کے بعد آپ کو دوبارہ نور پور شاہاں (اسلام آباد) بھیج دیا گیا کہ اپنے ارادت

Marfat.com

مندوں کو روحانی فیض عطا کریں۔

نعرہ ''حق ہُو'' کی تاثیر :

قبلہ سرکار جیؒ نے فرمایا کہ جب میں گاؤں چھوڑ کر تکیہ شریف منتقل ہوا تو اکثر رات کے وقت موضع شاہ محمد سے ملحقہ مضافات کے فقرا اور درویش روحانی طور پر مجھے تنگ کرنے کی کوشش کرتے تھے۔ بظاہر اس پر خاش کی کوئی وجہ سمجھ میں نہیں آتی تھی۔ ایک رات میں نے خواب میں دیکھا کہ بہت سے مشائخ، جن کا ہمارے علاقے میں کافی اثر و رسوخ ہے اور مشہور و معروف روحانی سلسلوں سے تعلق رکھتے ہیں، اکٹھے ہو کر مجھ سے مطالبہ کر رہے ہیں کہ تم تکیہ شریف چھوڑ کر کہیں اور چلے جاؤ، کیونکہ یہ جگہ ہماری ولایت میں ہے۔ میں نے انھیں عرض کیا کہ ''یہ جگہ تو میرے آباؤ اجداد کی ہے کسی نے مجھے ہبہ نہیں کی اور نہ ہی مجھے پیری مریدی کا شوق ہے کہ میں لوگوں سے نذر نیاز وصول کروں۔ مجھے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانیؒ نے یہاں بٹھایا ہے، میں ان کی اجازت و ایما کے بغیر یہ جگہ نہیں چھوڑ سکتا۔''

ایک دفعہ ایک نقشبندی پیر صاحب امتحان کی غرض سے شاہ محمد آئے۔ انھوں نے سن رکھا تھا کہ شاہ محمد کا ایک خان فقیر ہو گیا ہے۔ پہلے وہ گاؤں پہنچے۔ آپ کے بارے میں لوگوں سے پوچھ گچھ کی۔ انھوں نے بتایا کہ وہ تو پاگل اور دیوانہ ہو گئے ہیں اور جائیداد فروخت کر کے لوگوں کو کھلا رہے ہیں۔ اگر ان سے ملنا ہے تو گاؤں سے باہر ایک تکیہ ہے وہاں چلے جاؤ۔ پیر صاحب آپ کے پاس آ گئے۔ انھیں دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ آپ تو پڑھے لکھے اور دانا آدمی ہیں، ایک پاگل اور دیوانے کے پاس کیا لینے آئے ہیں؟ پیر صاحب نے جواب دیا کہ ہم تو یہ بات نہیں کہتے البتہ آپ کے گاؤں والے ایسا کہتے ہیں۔ وہ آپ کے پاس زیادہ دیر نہ بیٹھ سکے اور اجازت لے کر چلے گئے۔

Marfat.com

ایک رات قبلہ سرکار جیؒ نے خواب میں دیکھا کہ وہ پیر صاحب اپنے دو تین خلفا کے ساتھ بیٹھے ہیں اور کچھ پڑھ کر آپ کی طرف پھونک رہے ہیں۔ ان کے دم سے آپؒ کو اپنا جسم جھلستا ہوا محسوس ہوا۔ غصے اور جلال کی کیفیت میں آپ نے ''حق ہو'' کا نعرہ بلند کیا تو پیر صاحب کا دم بے اثر ہو گیا۔ چند دن بعد ان کے بارے میں معلوم ہوا کہ انھوں نے گیارہویں شریف کا اہتمام کرنا چھوڑ دیا ہے اور دنیاداری کے چکروں میں پڑ گئے ہیں۔

ایک مجذوب کا اعترافِ عظمت:

پاکستان کے معرضِ وجود میں آنے سے پہلے ہری پور میں ایک مجذوب کا بڑا چرچا تھا۔ رات کو شدید سردی میں وہ دریائے دوڑ کے کنارے پڑا رہتا اور دن کو شہر کا چکر لگاتا تھا۔ وہ بالکل برہنہ رہتا۔ کبھی کسی سے کوئی چیز طلب کرتا نہ کسی کی دی ہوئی چیز قبول کرتا۔ کوئی فقیر بھی اس کے سامنے نہ ٹھہرتا تھا۔ اگر اس کا جی چاہتا تو ہوٹل سے چائے پی لیتا ورنہ فاقے سے رہتا۔

ایک دن ہری پور کے چند آزاد منش جوان اسے آزمانے تکیہ شریف لائے۔ وہ دیکھنا چاہتے تھے کہ آستانہ عالیہ کے بارے میں وہ کیا تاثرات رکھتا ہے۔ جونہی وہ مجذوب تکیہ شریف کی حدود میں داخل ہوا اس نے فوراً اپنے ہمراہیوں سے چادر لے کر ستر ڈھانپ لیا۔ سرکار جی قبلہؒ اس وقت محفل میں تشریف فرما تھے۔ آتے ہی بڑے ادب واحترام سے محفل میں بیٹھ گیا۔

آپؒ نے فرمایا کہ وہ مجذوب کسی جلالی اسم کا ورد کر رہا تھا، جس کی تپش سے میرا جسم یوں گرم ہو گیا جیسے ۱۰۲ درجے کا بخار ہو۔ سائیں گوہر الرحمٰن نے اس سے چائے کے لیے پوچھا تو اس نے کہا کہ میں چائے بھی پیوں گا اور کھانا بھی کھاؤں گا۔ تب اس

Marfat.com

نے مزے سے کھانا کھایا اور چائے کی ایک بھری چینک بھی پی لی۔ ساتھ آنے والے جوانوں نے اس سے پوچھا کہ اگر ہم تمھیں از خود کوئی چیز دیں تو تم نہیں کھاتے اور یہاں خود مانگ کر کھا رہے ہو؟ مجذوب نے جواب دیا کہ تم لوگ چائے کی ایک پیالی کے عوض پچاس مرادیں مانگتے ہو، جبکہ یہ خدائی لنگر ہے، یہاں کھلا کر معاوضہ طلب نہیں کیا جاتا۔ جب انھوں نے تکیہ شریف کے بارے میں اس کے تاثرات پوچھنا چاہے تو اس نے سختی سے ڈانٹ دیا اور کہا خاموش رہو، یہ ادب کی جگہ ہے۔ تب اس نے اشارے کنائے میں قبلہ سرکار جی کے روحانی مقام کے بارے میں چند باتیں کیں اور پھر آپ سے اجازت لے کر رخصت ہو گیا۔

تکیہ والے خان صاحب کے سپاہی:

ہری پور میں ایک اور مجذوب بھی رہتا تھا۔ وہ ہر وقت ہاتھ میں ایک پیالہ پکڑے رکھتا، جس کی وجہ سے لوگ اسے "پیالے والا مجذوب" کہتے تھے۔ سخت جلالی مزاج رکھتا تھا۔ وہ مجذوب دوسرے فقیروں کو بہت تنگ کرتا اور کسی کو شہر میں ٹھہرنے نہیں دیتا تھا۔ ایک رات قبلہ سرکار جی نے خواب میں دیکھا کہ وہ ہاتھ میں ڈنڈا لیے دوسرے مجذوبوں کے پیچھے لگا ہوا ہے۔ اور وہ بیچارے خوفزدہ ہو کر اس کے آگے آگے بھاگ رہے ہیں۔ آپ نے اسے منع کیا کہ انھیں تنگ نہ کرے تو وہ شدید غصے میں آ گیا۔ قریب تھا کہ وہ آپ پر بھی حملہ آور ہوتا۔ آپ نے "حق فرید" کا نعرہ لگایا تو وہ مجذوب خوف زدہ ہو گیا اور اس پر کپکپی طاری ہو گئی۔ دوسرے دن وہ شہر چھوڑ کر چلا گیا۔

اسی طرح ہری پور کے ایک اور مجذوب "بانی بابا" فرمایا کرتے تھے کہ ہم تکیہ والے خان صاحب کے سپاہی ہیں۔

Marfat.com

زیارت حرمین شریفین:

۱۹۶۷ء کا ذکر ہے کہ ایک دن صبح کے وقت آپؒ محفل میں تشریف فرما تھے۔ حاجی محمد دین صاحب تلوکر آپ کی ریش مبارک کا خط بنانے کے لیے حاضر ہوئے۔ انھوں نے عرض کیا: ''حضور! میرا ارادہ ہے کہ اس دفعہ والدہ صاحبہ کے ہمراہ حج پر جانے کے لیے درخواست جمع کراؤں۔ اگر آپ قبول فرمائیں تو آپ کی درخواست بھی ساتھ جمع کرادی جائے''۔ اس دور میں ہر ضلع سے حجاج کرام کا کوٹہ مقرر تھا۔ آپؒ نے فرمایا: ''ہم درویشوں پر حج فرض نہیں ہے کیونکہ درویش صاحب نصاب نہیں ہوتا۔ باقی رہا اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے گھر کی زیارت، یہ بڑی خوش نصیبی کی بات ہے۔ لیکن میں اکیلا نہیں جاؤں گا (راقم الحروف کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا) میرے ساتھ محبوب بھی ہے۔'' حاجی صاحب نے حامی بھر لی۔ ایبٹ آباد ضلعی دفتر میں پانچ افراد (قبلہ سرکار جیؒ، حاجی محمد دین، ان کی والدہ، مائی ہاجرہ اور راقم الحروف) کی درخواستیں جمع کرادی گئیں۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے قرعہ اندازی میں سب کے نام آ گئے۔ اس طرح ۱۹۶۷ء میں حج کی سعادت حاصل ہوگئی۔ ان دنوں پاکستان کی معیشت مضبوط تھی۔ پاکستانی دو روپے کا ایک سعودی ریال ہوا کرتا تھا۔ حج کے لیے صرف ۱۳ یا ۱۴ سو روپے جمع کرانے پڑتے تھے۔

حضرت بابا فضل الدین کلیامیؒ کے عرس پر حاضری:

حضرت مخدوم علاؤالدین علی احمد صابرؒ سے حضرت سرکار جی قبلہ کو روحانی طور پر صابری فیض عطا ہوا تھا۔ تقسیم ہند سے قبل آپ نے دو دفعہ حضرت مخدومؒ کے مزارِ اقدس پر

Marfat.com

کلیر شریف حاضری دی۔لیکن تقسیم کے بعد آپ وہاں حاضر نہ ہو سکے البتہ اسی نسبت سے ہر سال جنوری میں آپ حضرت بابا فضل الدین چشتی صابریؒ کے سالانہ عرس پر کلیام شریف (مندرہ- رواٹ) حاضری دیتے۔۱۹۶۴ء تک عرس کی تقریبات میں باقاعدگی سے شامل ہوتے رہے۔ جب پہلی مرتبہ حاضر ہوئے تو وہاں کسی سے شناسائی نہیں تھی۔حضرت بابا کلیامیؒ نے از راہِ شفقت خواب میں فرمایا کہ آپ پہلی دفعہ یہاں تشریف لائے ہیں اس لیے سائیں میراں بخش کے پاس اپنا آدمی بھیج دیں تاکہ وہ آپ کو لنگر اور رہائش کی سہولت بہم پہنچائے۔

آپ فرماتے ہیں کہ بابا کلیامیؒ کے مزاج پر جلالی صفات کا غلبہ تھا۔میں پہلی مرتبہ ان کے مزار پر حاضر ہوا تو ان کی روحانی توجہ سے جنوری کی ٹھٹھرا دینے والی سردی کے باوجود پسینے میں شرابور ہو گیا۔بابا جی نے ریاضت و مجاہدہ کی حد کر دی تھی۔ان کے اندر آتش عشق نے ایسا سوز پیدا کر دیا تھا کہ جس پر نگاہ ڈالتے جلا کر راکھ کر دیتے۔باباجیؒ فرمایا کرتے تھے کہ اکثر لوگوں نے فقر و درویشی کے نام پر دکانداری کر رکھی ہے۔جب قبر میں اتارا جائے گا تب پتہ چلے گا کہ مالک مانتا بھی ہے یا نہیں۔

حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مزار پر حاضری :

قیام پاکستان سے چند سال قبل جب آپ حصولِ فیض و برکت کے لیے اجمیر شریف اور دہلی کے اولیائے کرام کے مزارات پر حاضر ہوئے تو واپسی پر حضرت مجدد الف ثانیؒ کے مرقد انور پر سرہند شریف بھی حاضری دی۔آپ فرماتے تھے کہ سردیوں کا موسم تھا۔میں عصر کے بعد دربار پر حاضر ہوا۔اُن دنوں جذب کی کیفیت طاری تھی۔ظاہری حالت مجذوبانہ تھی۔ارادہ تھا کہ رات مجدد صاحب کے مزار پر گزاروں لیکن خانقاہ کا مجاور سخت مزاج آدمی تھا۔میرے ساتھ

Marfat.com

خواہ مخواہ الجھ پڑا۔اس نے کہا: ''یہاں سے چلے جاؤ،تم لوگ ویسے ہی پھرتے رہتے ہو۔'' مجھے بھی غصہ آگیا۔اس سے تلخ کلامی کے بعد میں نے مجدد صاحب کے مزار پر شکوہ کیا کہ آپ نے ایسے خشک مزاج لوگ رکھے ہوئے ہیں، جو زائرین کو پریشان کرتے ہیں۔میں واپس جانے لگا، مسجد کے سامنے حجرے میں ایک مولوی صاحب دو تین طالب علموں کے ساتھ بیٹھے تھے۔انھوں نے خانقاہ کے خادم اور میرے درمیان ہونے والی گفتگو سن لی تھی۔ایک طالب علم بھیج کر مجھے بلوایا اور کہا آپ مسافر معلوم ہوتے ہیں، اس وقت آپ کو گاڑی نہیں ملے گی، رات ہمارے ہاں بسر کریں صبح چلے جانا۔ بڑے خوش اخلاق تھے۔ ہماری خوب خاطر مدارات کی۔ خادم کے رویے پر معذرت بھی کی کہ وہ خشک مزاج آدمی ہے اور اسے بات کرنے کی تمیز نہیں، آپ محسوس نہ کریں۔وہ رات میں نے مولوی صاحب کے حجرے میں گزاری۔سحری کے وقت نیم خوابی کی کیفیت میں مجدّد صاحب نے بیدار کیا اور فرمایا: ''تہجد کا وقت ہوگیا ہے، انھیں نماز ادا کریں۔'' پھر فرمایا: ''آپ ویسے ہی ناراض ہوگئے ہیں میں نے تو آپ کو کچھ نہیں کہا۔''

تسخیرِ جنّات کا انجام:

کوہستان کے ایک سیّد زادہ درویش اکثر آپ کی خدمت میں آتے اور ہفتہ عشرہ قیام کرتے تھے۔ایک دفعہ وہ آپ کی محفل میں موجود تھے۔ایک شخص نے عرض کی کہ میری بیٹی کے ساتھ جن ہیں جو بہت تنگ کرتے ہیں۔ بہت سے عاملوں کے پاس جاچکا ہوں، لیکن وہ پیچھا نہیں چھوڑتے۔آپ نے فرمایا: ہمیں عمل وغیرہ تو نہیں آتا، یہ تعویز لے جاؤ۔ پانی بھی دم کرکے دیا کہ جن آئے تو مریضہ کو پانی پلانا اور چھینٹے بھی مارنا، اللہ فضل کرے گا۔

اس مناسبت سے سیّد درویش نے ایک واقعہ سنایا کہ مجھے جنات کو قابو میں لانے کا

Marfat.com

جنون کی حد تک شوق تھا۔ جہاں پتہ چلتا کوئی عامل ہے، وہاں پہنچ جاتا۔لیکن کوئی بھی مجھے جنات مسخر کرنے کا عمل نہ بتاتا۔ایک پیر صاحب کا شہرہ سنا کہ وہ علاقہ غیر میں رہتے ہیں اور ان کے پاس ایسا عمل ہے کہ آسیب زدہ آدمی ان کے پاس جاتا ہے تو جن وغیرہ کا سایہ اس سے دور ہو جاتا ہے۔ بڑی تلاش اور تگ ودو کے بعد میں وہاں پہنچا۔ جب میں نے پیر صاحب سے اپنا مدعا بیان کیا تو انھوں نے صاف انکار کر دیا کہ میں کسی کو یہ اِذن نہیں دیتا۔آخر ایک دن میں نے بہت اصرار کیا اور کہا کہ میں آلِ رسول ہوں، مجھے بے حد شوق ہے،حضور نبی کریم ﷺ کے طفیل مجھے یہ عمل سکھا دیں۔سید کا نام سن کر وہ راضی ہو گئے اور کہا میں تمھیں اپنے پاس رکھ کر چلّہ کراؤں گا۔ البتہ اکتالیس دن تنہائی میں رہنا پڑے گا۔اس دوران میں تمھیں بہت ڈرایا جائے گا،لیکن گھبرانا نہیں،تمھارا کچھ نہیں بگڑے گا۔

چنانچہ جب چالیس دن پورے ہو گئے تو دو جن میرے سامنے آ گئے اور کہا کہ ہم آپ کے تابع فرمان ہیں، جو حکم دیں بجا لائیں گے۔ اپنا مدعا پا کر مجھے بہت خوشی ہوئی۔ وہ ہر وقت میرے ساتھ رہتے۔ میں انھیں پیسے دیتا کہ کشمیر سے سیب لا دو تو وہ لا دیتے۔اکثر اس طرح ہوتا کہ وہ لوگوں کے گھروں سے کھانے پینے کی چیزیں چرا لاتے۔ میں بُرا بھلا کہتا تو وہ جواب دیتے کہ آپ نے ہمیں قید کر رکھا ہے،ہمیں کھانے کے لیے کچھ دیں یا ہمیں کسی کے ساتھ لگ جانے کی اجازت دیں۔ جب تک حکم نہیں دیں گے اسے نہیں چھوڑیں گے۔ میں نے کہا مخلوق خدا کو تنگ کرنا تو بہت بری بات ہے۔

کچھ عرصہ بعد میرا پیر صاحب کی ملاقات کے لیے جانا ہوا۔ میں ابھی ان کے پاس ہی ٹھہرا ہوا تھا کہ ان کا انتقال ہو گیا۔لوگ تجہیز و تکفین کے بعد گھروں کو چلے گئے ۔ میں پیر صاحب کی قبر پر تھوڑی دیر کے لیے رک گیا۔کیا دیکھتا ہوں کہ دو تین جن لکڑیاں اٹھائے ہوئے

Marfat.com

آئے اور ان کی قبر پر رکھ کر آگ لگا دی۔ مجھے بڑا غصہ آیا اور انھیں اس نازیبا حرکت سے منع کیا۔ وہ کہنے لگے شاہ جی! پیر صاحب نے زندگی میں تو اللہ کے کلام کے ذریعے ہمیں قید کیے رکھا۔ اب ہم آزاد ہیں۔ اب ان سے اسی طرح بدلہ لیں گے۔ یہ منظر دیکھ کر میں نے توبہ کی اور جو جن میرے زیرِ تسلط تھے، انھیں آزاد کر دیا۔ نوٹ (جس شخص کے زیر اثر جن ہوں اسے دوسرے جن بھی نظر آتے ہیں۔)

تکیہ شریف میں سانپوں کی کثرت:

جب آپؒ نے آستانہ عالیہ کی موجودہ جگہ پر سکونت اختیار کی تو یہاں دوسرے حشرات الارض کے ساتھ سانپ بھی کثرت سے پائے جاتے تھے۔ گرمیوں میں حجرے کے اندر اور باہر روزانہ کوئی نہ کوئی سانپ نظر آ جاتا۔ اکثر ایسا ہوتا کہ آپؒ کے بستر کے نیچے سے سانپ نکل آتا یا رات کو نماز کے لیے قیام کرتے تو کوئی نہ کوئی سانپ سامنے آ جاتا۔ لیکن اللہ کے فضل و کرم سے پچاس سال کے طویل عرصے میں سانپوں نے کسی کو نقصان نہیں پہنچایا۔ ایک دفعہ ایسا ہوا کہ خیر اللہ خان قوال آپ کے محفل خانہ والے حجرے میں سویا ہوا تھا کہ دو زہریلے سانپ اس کی چھاتی پر چڑھ کر آپس میں لڑنے لگے، لیکن اسے خبر تک نہ ہوئی۔ اسی طرح ایک زہریلا سانپ (سنگچوڑ) آپؒ کے سرہانے کے نیچے ساری رات کنڈلی مارے بیٹھا رہا۔ صبح آپ نے بتایا کہ یہاں سانپ ہے، ذرا دیکھو تو، اسے مار دو۔

آپؒ کے انتقال کے بعد سانپ تکیہ شریف چھوڑ گئے اور پھر کبھی ادھر کا رخ نہ کیا۔ جس کی ظاہری وجہ تو معلوم نہیں ہو سکی، باطن میں کیا راز تھا؟ اللہ ہی بہتر جانتا ہے۔

Marfat.com

تکیہ شریف کے درویش

Marfat.com

Marfat.com

سائیں گوہرالرحمٰن مرحوم:

سائیں گوہرالرحمٰن مرحوم، قبلہ سرکار جیؒ کے دامن کرم سے وابستہ وہ خوش نصیب درویش تھا جو بعد از مرگ آستانہ عالیہ میں دفن ہوا۔ وہ ایک بیوہ ماں کا اکلوتا بیٹا تھا۔ موضع گھماواں کا رہنے والا تھا، جو ایک پہاڑی گاؤں ہے۔ اس کی ماں آپ کے گاؤں شاہ محمد میں محنت مزدوری کر کے گزر بسر کرتی تھی۔ گوہرالرحمٰن گاؤں میں آپ کی خدمت میں پھول لے کر حاضر ہوتا تھا۔ جب آپ نے تکیہ شریف میں سکونت اختیار کی تو وہاں بھی پھولوں کا نذرانہ پیش کرتا رہا۔ اس وقت اس کی عمر کوئی دس بارہ سال تھی۔ ان دنوں وہ اکثر بیمار رہتا تھا۔

اس کی والدہ نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ اسے اپنے پاس رکھ لیں، وہ آپ کی خدمت کیا کرے گا۔ آپ نے اسے قبول فرمالیا اور اس نے تمام عمر آپ کی خدمت میں گزاردی۔ پہلا درویش سائیں گوہرالرحمٰن ہی تھا جس نے تکیہ شریف میں مستقل سکونت اختیار کی۔ لنگر کا انتظام اسی کے سپرد تھا۔ وہ عمر بھر مجرد رہا۔ آپ نے اس کی ماں کو اجازت دے رکھی تھی کہ اس کی کہیں شادی کردی جائے لیکن شائد یہ اس کے مقدر میں نہیں تھا۔ قبلہ سرکار جیؒ کے انتقال کے بعد ۱۸-جنوری ۱۹۹۵ء کو سائیں گوہرالرحمٰن نے وفات پائی۔

سالانہ عرس مبارک، چھٹی شریف اور گیارہویں شریف کے علاوہ آستانہ عالیہ کے کسی بھی ختم شریف میں لنگر وغیرہ کی پکائی کا انتظام محمد اسلم اور نعیم اسلم کے ذمے ہوتا ہے اور وہ تقریباً ۵۰ سال سے بغیر کسی دُنیاوی غرض کے یہ خدمت سرانجام دے رہے ہیں۔

سائیں عجب گُل المعروف طالب اجمیری:

سائیں عجب گل موضع درویش کا رہنے والا تھا۔ اس کا تعلق پٹھان قوم سے تھا۔

Marfat.com

بڑا خوبصورت اور قد آور جوان تھا۔ اپنے نام کے ساتھ طالب اجمیری لکھا کرتا تھا۔ زیادہ وقت کلیام شریف میں حضرت بابا کلیامیؒ کے دربار میں گزارتا۔ البتہ کبھی کبھار تکیہ شریف بھی حاضر ہوتا۔ بڑا جفاکش اور بے غرض انسان تھا۔ کسی قسم کا لالچ یا دنیاوی غرض نہ رکھتا تھا۔ کلیام شریف میں سخت گرمی میں روزہ دار ہونے کے باوجود سارا دن کام کرتا رہتا۔ کلیام شریف کے قریب موضع چلہاری میں ایک روشن ضمیر درویش تھے، جنھیں ''مولوی صاحب'' کہا جاتا تھا۔ ایک دن سائیں عجب گُل ان کی خدمت میں حاضر ہوا تو انھوں نے فرمایا کہ ''بابا فضل الدینؒ کو تمھارے کام کاج کی ضرورت نہیں، وہ تو فنا فی اللہ تھے۔ تم اس طرح کام کرتے کرتے ختم ہو جاؤ گے۔ تم خواجہ محمد افضل خان کے پاس چلے جاؤ۔'' سائیں عجب گُل نے وضاحت چاہی تو مولوی صاحب برہم ہو گئے اور فرمایا کہ ''میں نے جو کہنا تھا کہہ دیا، اب تم یہاں سے چلے جاؤ۔'' اس سے قبل وہ تکیہ شریف آتا تھا تو چند دن گزار کر چلا جاتا۔ لیکن اب کی بار آیا تو یہیں کا ہو کر رہ گیا اور پھر یہ آستان اس سے کبھی نہ چھوٹ سکا۔ اس کی عمر نے وفا نہ کی اور وہ آپؒ کی حیاتِ مبارکہ میں بائیس رمضان ۱۹۶۰ء کو حیاتِ مستعار کے تیس سال گزار کر راہی ملک عدم ہوا۔ البتہ جتنا عرصہ تکیہ شریف میں رہا اس نے بڑے خلوص و محبت سے آپؒ کی خدمت کی۔

حیف در چشم زدن صحبتِ یار آخر شد
روئے گل سیر ندیدیم و بہار آخر شد

ترجمہ: افسوس کہ پلک جھپکتے ہی محبوب کی صحبت ختم ہوگئی، ہم جی بھر کر پھول کا چہرہ بھی نہ دیکھ پائے کہ بہار ختم ہوگئی۔

سائیں عجب گل اس حوالے سے بہت خوش نصیب تھا کہ قبلہ سرکار جیؒ ہر سال ۲۲- رمضان المبارک کو اس کے ایصالِ ثواب کے لیے ختم شریف کا اہتمام فرماتے تھے۔

Marfat.com

آپ نے ایک دفعہ فرمایا: ''جب میں نے پہلی مرتبہ ختم قرآن کا اہتمام کیا تو رات کو خواب میں دیکھا کہ سائیں عجب گل بہت خوش ہے، میرے پاؤں دبا رہا ہے اور کہہ رہا ہے کہ میں اس لائق نہیں تھا۔ آپ نے کمال مہربانی سے میرے لیے ختم قرآن کا اہتمام فرمایا، جس کا مجھے بہت اجر ملا۔''

سائیں حیات محمد:

تکیہ شریف کی آبادی کے ابتدائی دنوں میں یہاں دو کچے حجرے تعمیر کیے گئے۔ ان میں سے ایک میں آپ کا قیام ہوتا تھا اور دوسرے میں سائیں گوہر الرحمن یا کوئی مہمان آ جاتا تو رات بسر کر لیتا۔ موضع گوہر خان کا سائیں حیات محمد اس قصبے کا پہلا شخص تھا جو آپ کے پاس آیا۔ وہ دن بھر آپ کی خدمت میں رہتا اور رات کو گھر چلا جاتا۔ ایک مرتبہ گرمیوں کے موسم میں وہ ساتھ والے حجرے میں سویا ہوا تھا کہ گھبرا کر اٹھ بیٹھا اور زور زور سے توبہ استغفار کرنے لگا۔ قبلہ سرکار جیؒ نے اس سے پوچھا: تمھیں کیا ہو گیا ہے؟ وہ آپ کے قدموں میں سر رکھ کر رونے لگا اور عرض کی کہ مجھ سے غلطی ہو گئی، براہ کرم مجھے معاف فرما دیں۔ میں نے سنا تھا کہ موضع شاہ محمد کے خان صاحب دیوانے ہو گئے ہیں اور جائیداد فروخت کر رہے ہیں۔ میں غریب آدمی تھا اور مقروض بھی، اس لالچ میں یہاں آیا کہ میں بھی کچھ حاصل کر لوں۔ لیکن آج خواب میں میں نے دیکھا کہ دو بزرگ، جنھوں نے ہاتھوں میں نیزے پکڑے ہوئے ہیں، شدید غصے میں مجھ سے مخاطب ہیں کہ تم ہوس پرست اور بد طینت انسان ہو، خود ہی یہاں سے نکل جاؤ ورنہ ہم تمھیں مار دیں گے۔

قبلہ سرکار جیؒ حیات محمد کا خواب سن کر مسکرا دیے اور فرمایا: ''تم بھی صحیح سمجھتے تھے اور وہ لوگ بھی ٹھیک ہی کہتے ہیں کیونکہ مال و جائیداد اللہ کے نام پر وقف کر دینے والے کو دنیا دار لوگ

Marfat.com

پاگل ہی سمجھتے ہیں۔''

پھر آپ نے حیات محمد کو ایک قطعۂ زمین عطا فرمایا کہ وہ اس میں سبزی وغیرہ کاشت کر کے اپنا قرض اتار سکے۔ تکیہ شریف سے ملحق امرود کا باغ حیات محمد کے ہاتھوں ہی لگا ہوا ہے۔ کچھ عرصہ بعد حیات محمد اپنا گاؤں چھوڑ کر مستقلاً تکیہ شریف میں رہائش پذیر ہو گیا اور یہیں وفات پائی۔

ملا بابا خادمِ خانقاہ:

ملا بابا کا اصل نام عبدالجبار خان تھا۔ حضرت پیر صاحب موہڑہ شریف کا مرید تھا۔ اس نے جوانی میں شادی کی تھی لیکن جلد ہی بیوی وفات پا گئی۔ موضع گہر خان کا رہنے والا تھا۔ تکیہ شریف میں لنگر کے ایندھن کا بندوبست کرتا اور روٹی بھی پکاتا تھا۔ ملا بابا کی قبر آستانہ عالیہ کی حدود کے اندر ہے۔

سائیں کرم دین لانگری:

سائیں کرم دین پاکپتن شریف میں حضرت بابا گنج شکرؒ کے لنگر کا منتظم تھا۔ وہ پیٹ کی ایک مہلک بیماری میں مبتلا تھا۔ بہت علاج کے باوجود اسے افاقہ نہ ہوا۔ حضرت گنج شکرؒ نے اُسے خواب میں حکم دیا کہ تم ہری پور میں حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتی قادریؒ کی خدمت میں حاضری دو۔ اذن سفر ملتے ہی اس نے خواجہ دیوان صاحب سے اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا: ''تم ایسی بیماری میں مبتلا ہو کہ تمھیں ہر پانچ منٹ بعد رفع حاجت کے لیے جانا پڑتا ہے، اتنا طویل سفر کس طرح طے کرو گے؟''

سائیں کرم دین نے عرض کی: ''حضور! باباجیؒ کا حکم ہے، وہی اس کا بندوبست

Marfat.com

فرمادیں گے''۔ چنانچہ دیوان صاحب نے اجازت دے دی۔ اس نے پاکپتن شریف سے ہری پور تک طویل سفر طے کیا۔ راستے میں اسے کوئی تکلیف نہ ہوئی۔ لیکن ہری پور پہنچتے ہی وہ دوبارہ بیمار ہو گیا اور چند دن بعد یہیں وفات پائی۔ سنا ہے کہ عالم نزع میں اس نے قریب کھڑے لوگوں سے کہا کہ مجھے اٹھاؤ، وہ دیکھو حضور گنج شکرؒ تشریف لا رہے ہیں۔ اسی کیفیت میں اس کی روح قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔

پیر محمد داؤد شاہ فریدی:

پیر محمد داؤد فریدی المعروف پیر بابا، حضرت بابا فرید الدین گنج شکرؒ کی اولاد میں سے تھے۔ ہری پور سے دس بارہ کلومیٹر کی مسافت پر موضع نوردی میں رہائش پذیر تھے۔ پیری مریدی آباؤ اجداد سے ورثے میں ملی تھی۔ البتہ دولت درد کی تلاش میں انھوں نے بڑی تگ ودو کی۔ جوانی میں فوج سے پنشن پانے کے بعد پیر صاحب موہڑہ شریف کے خلیفہ شاہ صاحب توری شریف، حال مقیم سید آباد نزد نواں شہر ایبٹ آباد، کے مرید ہوئے۔ اپنے مرشد کی بڑی خدمت کرتے تھے۔ سردیوں میں ٹھنڈ پانی کے جنگل میں پیر صاحب کی خدمت میں رہتے۔

بقول پیر بابا، جس دن ہمیں آلو کے ساتھ نمک کھانے کو مل جاتا، اس دن ہماری عید ہوتی۔ اتنی مشکلات کے باوجود گوہرِ مقصود ہاتھ نہ آیا۔ ایک روز اپنے پیر صاحب سے چلہ کی اجازت طلب کی تو انھوں نے فرمایا: ''میرے پاس تمھارا علاج نہیں ہے۔ پاکپتن شریف چلے جاؤ اور راہنمائی حاصل کرو۔'' پیر بابا کسی جاننے والے کے ساتھ حضرت بابا محبت علی خانؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ باباجیؒ نے فرمایا کہ'' آپ پڑھے لکھے دانا آدمی معلوم ہوتے ہیں اس لیے خان صاحب کے پاس تکیہ شریف چلے جائیں۔ وہ عربی، فارسی جانتے ہیں وہی آپ

Marfat.com

کی مہمانی کرتے رہیں گے۔ میں تو یہاں مسافر ہوں، اپنا گھر بار بھی نہیں رکھتا۔'' داؤد شاہ صاحب قبلہ سرکار جیؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ حضرت بابا گنج شکرؒ کی اولاد ہونے کے ناطے آپ نے بڑی شفقت فرمائی۔ آپ کی توجہ خاص سے پیر بابا کو اللہ تعالیٰ نے ایسا ذوق وشوق عطا فرمایا کہ شاید سینکڑوں چلّے کرنے سے بھی میسر نہ آتا۔

پس از سی سال این معنی محقق شد بہ خاقانی

کہ یک دم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

ترجمہ: تیس برس کے بعد خاقانی پر یہ راز کھلا کہ یادِ خدا کا ایک لمحہ بھی ملکِ سلیمان سے بہتر ہے۔

پیر بابا ایک صاحبِ درد انسان تھے۔ محفلِ سماع میں اکثر ان پر وجد کی کیفیت طاری ہو جاتی۔ ایک دن انھوں نے قبلہ سرکار جیؒ سے گیارہویں شریف کا ختم دلوانے کی اجازت طلب کی۔ آپ نے فرمایا ''پیر بابا! ہمیں آج کل کی رسمی پیری مریدی نہیں آتی، ہم تو صرف اتنا جانتے ہیں کہ محبت محض اللہ کی رضا کی خاطر ہونی چاہیے۔ یہی سب سے بڑا کمال ہے۔ یہ وہ دولت ہے کہ اللہ جسے چاہے عطا فرما دے۔'' پھر آپ نے نصیحت فرمائی کہ ''آپ اللہ کی رضا کے لیے ان بزرگوں کی دعا و فاتحہ کا اہتمام کرنا چاہتے ہیں تو کبھی کسی سے کوئی چیز طلب نہ کرنا۔ اگر کوئی بغیر مانگے چھوڑ دے تو انکار بھی نہ کرنا۔ آپ کے ہر کام میں للّٰہیت ہونی چاہیے۔ میں بھی آپ کے حق میں دعا کروں گا۔'' اس کے بعد پیر بابا ہمیشہ بڑی گیارہویں شریف اور خواجہ غریب نواز اجمیریؒ کے عرس کا باقاعدہ اہتمام کرتے اور عید الاضحیٰ کے دوسرے دن حضرت بابا گنج شکرؒ کا ختم دلواتے تھے۔ قبلہ سرکار جیؒ کے انتقال کے بعد ۱۶- محرم الحرام کو آپ کا عرس بھی مناتے۔ ان کی دعا سے آسیب زدہ لوگ شفایاب ہو جاتے تھے۔

انھوں نے ۶- ربیع الثانی ۱۴۱۶ھ کو رحلت فرمائی۔ رب کریم انھیں اپنے جوارِ رحمت

Marfat.com

میں جگہ عطا فرمائے آمین۔ ان کے دو صاحبزادے اور پانچ صاحبزادیاں ہیں۔ ان کے جہلم کے موقع پر دونوں صاحبزادوں فرید اللہ شاہ اور شاہ افضل مسعود کی دستار بندی ہوئی۔ چھوٹے صاحبزادے شاہ افضل مسعود اب سجادہ نشینی کے فرائض سرانجام دے رہے ہیں۔ وہ عقیدت مندوں کی خدمت میں ہمہ تن مصروف رہتے ہیں۔ ۷- ربیع الثانی کو چپ بابا کا سالانہ عرس منایا جاتا ہے۔

ہر کہ خدمت کرد، اُو مخدوم شد

ان کا اصل نام محمد داؤد شاہ تھا۔ ایک دن قبلہ سرکار جیؒ نے پیار سے ''چپ بابا'' کہہ کر پکارا، تب سے ان کا یہ نام زبان زد عوام ہو گیا۔

سید تصدق حسین شاہ:

نگاہ مرد مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں

سید تصدق حسین شاہ موضع مونن (ہری پور) سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ بیان کرتے ہیں کہ میں اہل تشیع کا ذاکر تھا اور محرم الحرام کی مجالس میں بحیثیت واعظ شرکت کرتا تھا۔ گاؤں میں میرے ایک دوست اورنگ زیب خان مرحوم قبلہ سرکار جیؒ کا ذکر بڑی عقیدت سے کرتے تھے۔ وہ بلا ناغہ آپ کی خدمت میں حاضر ہوتے۔ ایک دن وہ مجھے بھی اپنے ساتھ تکیہ شریف لے گئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ آپؒ باہر دھوپ میں چٹائی پر تشریف فرما تھے۔ میں مصافحہ کرکے آپؒ کے سامنے بیٹھ گیا۔ اورنگ زیب نے میرا تعارف کرایا کہ یہ شاہ صاحب میرے دوست ہیں۔ اس دوران میں آپ میری طرف متوجہ ہوئے تو آپؒ کے چہرہ مبارک کو دیکھتے ہی مجھ پر رقت طاری ہو گئی۔ بڑی مشکل سے دیر بعد اپنے آپ پر قابو پایا۔

اس دن آپؒ نے میرے ساتھ گفتگو کی اور نہ مجھے کچھ عرض کرنے کی جسارت

Marfat.com

ہوئی۔ دوسرے دن مجھ سے نہ رہا گیا۔ میں اکیلا آپؒ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ خدا جانے وہ کیا اثر تھا کہ آپؒ کے چہرے پر نظر پڑتے ہی پھر مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ تھوڑی دیر بعد آپؒ نے میرا اور میرے والد کا نام پوچھا۔ میں نے عرض کیا کہ ہم بخاری سیّد ہیں اور میرا نام تصدق حسین شاہ ہے۔ تھوڑی دیر خاموش رہنے کے بعد آپؒ نے بڑے پیار سے پوچھا: شاہ جی آپ کلمہ کس طرح پڑھتے ہیں؟ میں نے جس طرح اہلِ تشیع پڑھتے ہیں پڑھ کر سنا دیا۔ آپؒ کے چہرے پر ہلکی سی مسکراہٹ تھی۔ فرمایا: ''شاہ صاحب! پنجتن پاک کے ہم بھی ادنیٰ غلام ہیں، لیکن کلمہ شریف میں تو صرف توحید و رسالت کا اقرار ہے۔'' بس اتنی سی بات نے یکسر میرے دل کی دنیا بدل ڈالی اور شیعہ عقائد میرے دل سے محو ہو گئے۔ میرے دل میں یہ یقین پختہ ہو گیا کہ اللہ والے جس راستے پر گامزن ہیں وہی صراطِ مستقیم ہے۔ وہ دن اور آج کا دن، پچاس سال بیت گئے ہیں اسی آستانہ عالیہ سے وابستہ ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے دعا ہے:

اَنْتَ وَلِیّ فِی الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ○ تَوَفَّنِیْ مُسْلِماً وَّاَلْحِقْنِیْ بِالصّٰلِحِیْن○

فقط نگاہ سے ہوتا ہے فیصلہ دل کا
نہ ہو نگاہ میں شوخی تو دلبری کیا ہے

Marfat.com

تکیہ شریف سے وابستہ قوال

Marfat.com

مبارک علی، نیاز علی قوال:

یوں تو پنجاب کے اکثر نامور قوال آستانہ عالیہ شاہ محمد میں آپ کی خدمت میں حاضری دیتے تھے لیکن فیصل آباد کے مبارک علی اور نیاز علی کو آپ کے درباری قوال ہونے کا شرف حاصل تھا۔ یہ قوال آپ کی حیات مبارکہ میں عرس شریف کے موقع پر باقاعدگی سے حاضری دیتے رہے اور اب بھی ان کی حاضری کا سلسلہ جاری ہے۔

خیر اللہ خان قوال:

خیر اللہ خان مرحوم بھی قوال تھا جو آستانہ عالیہ میں ہر جمعرات، چھٹی شریف اور گیارہویں شریف کے مواقع پر بڑی عقیدت سے عارفانہ کلام پیش کیا کرتا تھا۔ وہ خود بھی شاعر تھا اور ''الفت'' تخلص کرتا تھا۔ حسن ابدال کے قریب خدعہ برہان کا رہنے والا تھا۔ قیام پاکستان سے پہلے اپنا گاؤں چھوڑ کر ہری پور چلا آیا۔ جب تک شادی نہ ہوئی وہ تکیہ شریف میں ہی قیام پذیر رہا۔ البتہ شادی کے بعد موضع پانڈک منتقل ہو گیا۔ وہ ترین خاندان سے تعلق رکھتا تھا۔ ۱۹۴۰ء میں اس نے میٹرک کا امتحان پاس کیا۔ دوسرے شعرا کا اردو، فارسی اور ہندی کلام بڑی روانی سے سناتا تھا۔ قرآن کریم کی تلاوت سے اسے ایسا شغف تھا کہ ہفتے میں دو مرتبہ قرآن پاک ضرور ختم کرتا۔ رمضان المبارک میں ساری رات تلاوت کلام پاک میں گزارتا۔ اس کی اولاد میں انور خان نامی ایک بیٹا ہے۔ خیر اللہ خان نے ۱۰- رمضان المبارک ۱۹۹۲ء کو وفات پائی اور آستانہ عالیہ کے احاطہ میں دفن ہوا۔

ملفوظات

قبلہ سرکارؒ تقویٰ کے اس بلند مقام پر فائز تھے کہ تمام عمر کسی کی غیبت نہیں کی۔ شفیق و مہربان ایسے کہ کسی خادم کو اس کی غلطی پر کبھی سرزنش نہیں کی۔ ایک دن میں نے عرض کیا قبلہ! ناسمجھی کی وجہ سے اگر ہم سے کوئی ایسا کام سرزد ہو جائے جو طبع مبارک پر گراں گزرے تو ہمیں مطلع فرما دیا کریں۔ آپؒ نے فرمایا: ''خطا پکڑنا اور حکم چلانا مولویوں اور حاکموں کا کام ہے۔ درویش جب اپنے کسی ارادت مند میں کوئی عیب یا نقص دیکھتا ہے تو اس کے لیے اللہ کے حضور دُعا کرتا ہے کہ الٰہی! کوتاہی فکر و عمل کو اس کے دل سے محو فرما دے اور اسے اپنی پناہ میں رکھ۔ کیونکہ انسانی جبلت کا تقاضا ہے کہ نفس کو جس کام سے روکا جائے وہ اسی کی طرف دوڑتا ہے۔''

ایک دفعہ ایک مولوی صاحب نے آپ سے سوال کیا کہ حضرت! ارشاد فرمائیں کہ سب سے بڑھ کر ایسی کون سی نیکی ہے جو عنداللہ مقبول ہو اور سب سے بڑھ کر کون سی ایسی بُرائی ہے جو باعثِ عتاب ہو؟ آپؒ نے فرمایا: ''مولوی صاحب! علم کی باریکیوں سے میں واقف نہیں البتہ میرے نزدیک سب سے بڑی نیکی عاجزی و انکساری ہے اور سب سے بڑھ کر برائی غرور و تکبر ہے۔ چاہے وہ علم و عمل، حسب و نسب، مال و دولت یا عبادت پر ہو۔''

اپنے خادم بشیر احمد مرحوم کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: ''انسان کی حماقت و جہالت اس سے بڑھ کر کیا ہوگی کہ زندگی بھر تو وہ مال و دولت اکٹھی کرنے میں لگا رہتا ہے، لیکن مرتا ہے تو اس کے بدن کے کپڑے بھی اتار لیے جاتے ہیں۔''

آپؒ نے فرمایا: ''جو تعلق و محبت اللہ کے لیے ہو، اس کا مرتبہ تمام اعمال سے بڑھ کر ہے۔ درویش مخلوق خدا سے محض اللہ کے لیے محبت کرتا ہے۔ اُسے لوگوں سے کسی طرح

Marfat.com

کے صلہ وستائش کی توقع نہیں ہوتی۔''

آپؒ سے تعلق رکھنے والوں کو اللہ تعالیٰ نے آپؒ کی دعاو برکت سے دینی و دنیاوی فوائد سے مالا مال فرمایا لیکن آپ نے کبھی کسی پر ظاہر نہ ہونے دیا کہ یہ سب آپ کی دُعاو شفقت کا نتیجہ ہے۔

آپؒ فرماتے تھے: ''انسان جب اللہ کی رضا کے لیے کوئی عمل کرتا ہے تو اسے لوگوں پر کیوں ظاہر کرے اور انھیں اپنا احسان مند بنائے۔''

آپؒ کا فرمان تھا: ''تم اپنے کسی مسلمان بھائی سے کوئی نیکی کرو یا اُس کے حق میں دعا کرو تو کبھی اس کا ذکر اس کے رُوبرو نہ کرو۔ اس طرح تم اپنی نیکی کا احسان تو اسے جتلاؤ گے اور وہ تمھارا ممنون بھی ہو جائے گا، لیکن ریاکاری کی وجہ سے عنداللہ وہ نیکی ضائع ہو جائے گی۔''

☆☆☆☆☆

Marfat.com

منظومات

Marfat.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شجرہ شریف

اے خداوندا! تو ذاتِ کبریا کے واسطے / رحم کر مجھ پر محمد مصطفیٰ ﷺ کے واسطے

من عَرَف کی رمز کھول مجھ پر بہرِ مُرتضےٰؓ / مُشکلیں حل کر میری شہِ مُشکل کُشا کے واسطے

خواجہ حسن بصریؒ کا نام لاتا ہوں شفیع / بخش عبدالواحدؒ اہلِ بقا کے واسطے

فضل کر مجھ پر طفیلِ خواجہ ابوالفیض فضیلؒ / حضرت ابراہیم بلخیؒ بادشاہ کے واسطے

حضرت خواجہ حذیفہؒ کے واسطے تک رحم کر / اور ہُبیرۃ البصریؒ صاحب ھُدیٰ کے واسطے

خواجہ مُمشادؒ کی خاطر میرا دل شاد کر / شیخ ابو اسحاقؒ قطب چشتیا کے واسطے

خواجہ ابدال اَحمد بو محمدؒ مُقتدا / خواجہ بو یوسفؒ صاحبِ صفا کے واسطے

خواجہ مودود حقؒ اور خواجہ حاجی شریفؒ / خواجہ عثمانؒ ہارون مقتدا کے واسطے

والئی ہندوستان خواجہ معین الدین حسنؒ / نائب حضرت رسولؐ کبریا کے واسطے

مجھ کو تیرے فضل سے حاصل ہو تسلیم و رضا / خواجہ قطب الدینؒ قطب اتقیاء کے واسطے

کام کر شیریں طفیلِ خواجہ گنجِ شکرؒ / شہ فرید الدینؒ زُہد الانبیاء کے واسطے

ہو مجھے دیدار دنیا میں رسول پاک ﷺ / شہ نظام الدینؒ محبوبِ اولیاء کے واسطے

دِل کو روشن کر طفیلِ خواجہ مخدومِ جہاںؒ / شہ نصیر الدینؒ چراغ دہلیا کے واسطے

Marfat.com

کر عطا اپنی محبت اور دے کامل خلوص — شہ کمال الدینؒ کمالِ اصفیاء کے واسطے

دور کر ظلمت سراجؒ الدینؒ دنیا کے لیے — اور علم الحق والدینؒ علم الہدیٰ کے واسطے

حضرت محمود راجنؒ سرورِ دنیا و دیں — اور جمال الدّین جمنؒ پیشوا کے واسطے

شیخ حسنؒ اور خواجہ شیخ محمدؒ کے طفیل — حضرت یحییٰ مدنیؒ مقتدا کے واسطے

مشکلیں حل کر طفیل شہ کلیم اللہؒ ولی — اور نظام الدینؒ مقبولِ خدا کے واسطے

دین و دُنیا کا وسیلہ پیر عالم فخر دیںؒ — خواجۂ نور محمدؒ رہنما کے واسطے

حضرت شاہ سلیمانؒ دو جہاں کے دستگیر — قبلہ حاجات اور کعبہ مدعا کے واسطے

ہادیٔ دین نبیؐ محبوب ربّ العالمین — خواجہ شاہ اللہ بخشؒ بحر صفا کے واسطے

قرب کی دولت عطا کر صدقۂ حضرتِ حنیفؒ — خواجہ محمد افضلؒ مُرشدِ راہ بقا کے واسطے

بخش دے اپنی محبت اور قطع کر دے ماسوا — حرمت پیرانِ شجرہ چشتیا کے واسطے

قطعۂ تاریخ وصال

امامُ العارفین، بُرہان العاشقین، سلطان التارکین، سراج السالکین، زبدۃ الواصلین، صاحب صدق وصفا، گوہرِ بحرِ وفا، زینت الاصفیاءٔ حضرت خواجہ محمد افضل خان چشتی قادری نوراللہ مرقدہٗ

تاریخ ولادت: ۱۹۱۶ء تاریخ وصال: ۱۴-محرم الحرام ۱۴۰۸ھ، سن بکری ۲۳- بھادوں بروز منگل بمطابق ۸-ستمبر ۱۹۸۷ء

کرد رحلت سوئے جنت عالی جناب　　رحمتِ حق بر مزارش بے حساب
آہ! رفتہ پیشوائے عارفاں　　شد وجودش شمع بزمِ چشتیاں
صابر و شاکر امامِ زاہداں　　در حیاتش عشق پیرے شد جواں
آن کریم و صاحب سوزِ نہاں　　غم گسار و چارۂ بے چارگاں
در صدق و صفا، زہد و تقویٰ بے نظیر　　فخر اہلِ معرفت آں روشن ضمیر
خوش بیاں و خوش ادا و خوش خصال　　یک نگاہِ او جوابِ ہر سوال
چوں ز سرّ لا الٰہ آگاہ شد　　در نظر جملہ متاعش کاہ شد
جانشین خواجہ ہندُ الولیؒ　　ہم غلامِ سیّد غوث جلیؒ
در شریعت دستگیرِ سالکاں　　در طریقت شد امیرِ کارواں
شد نگہباں عزّتِ اُمّ الکتاب　　از نگاہش خانۂ باطل خراب
در جمالِ معنوی تابندہ بود　　مثلِ خورشید جہاں رخشندہ بود
در جوانی فقر کرد است اختیار　　زیں سبب گشتہ حبیب کردگار

Marfat.com

در ہمہ اوصاف گشتہ بے نظیر | صاحب عرفاں و ہم روشن ضمیر
تا حیات اُو دور شد از قیل و قال | زانکہ اُو بود ست از اصحاب قال
جانشیں گشت آں صاحب وقار | اسمِ اُو محبوب شد در روزگار
یا الٰہی ! سینہ اش پُر نور دار | از بلائے دین و دنیا دُور دار
جملہ احبابِ عقیدت خوش خصال | سوئے جنت می روند بے قیل و قال
تربتِ او می شود خلدِ بریں | از طفیلِ سرور دنیا و دیں
یاالٰہی! عفو کن تقصیرِ ما | از طفیلِ خواجہ افضلؒ پیرِ ما
سالِ رحلت نہ صد و ہم یک ہزار | در ہمیں ہشتاد و ہفت آخر شمار ۱۹۸۷ء
بود شب سہ شنبہ، ہم وقتِ سحر | روحِ جاناں کرد آں ساعت سفر
سالِ ہجری چار صد ہم یک ہزار | در ہمیں تو ہشت دیگر کن شمار ۱۴۰۸ھ

باز پرسیدم از دل تاریخِ اُو
شد نہاں ''مغفورِ یزدانی'' بگو ۱۴۰۸ھ

نتیجہ فکر:

ابوالوفا مفتی محمد سیف الرحمٰن قادری برکاتی

خلف الرشید

حضرت علامہ قاضی محمد عبدالسبحان مرحوم

رباعیات

در حضور خواجہ محمد افضل خان رحمۃ اللہ علیہ

ہے شعلۂ عرفاں میں ترے جوش و خروش
ہے سوزِ نہانی ترا پیغامِ خموش
ہے مژدۂ اسرارِ بقا تیری ضیا
تو انجمنِ چشت کی ہے شمعِ سروش

ظاہر ہے ہر اک رنگ میں تاثیرِ نبیؐ
سر تا بہ قدم کیوں نہ ہو تنویرِ نبیؐ
صورت مرے خواجۂ افضلؒ کی عطا
ہے پرتوِ آئینۂ تصویرِ نبیؐ

منگتوں پہ ہوئے جاتے ہیں احسانِ کرم
اللہ کی آتی ہے نظر شانِ کرم
جاری ہے درِ خواجۂ افضلؒ پہ عطا
بغداد کی سرکارؒ کا فیضانِ کرم

جلووں سے ترے چشت کے منظر ہیں حسیں
تو پیار کی نکہت کا نہ کیونکر ہو امیں
تو حب محمد ﷺ کے ہے گلزار کا پھول
پھیلی ہے مہک تیری بہ اندازِ معینؒ

محبوب الٰہی عطا

Marfat.com

منقبت در حضور خواجہ محمد افضل خان قادری چشتیؒ

حرمتِ دیں کے نگہبان ہیں خواجہ افضلؒ
میرا کعبہ ، میرا ایمان ہیں خواجہ افضلؒ

میرا مالک ، مرا مختار کوئی اور ہو کیوں
میرے والی ، میرے سلطاں ہیں خواجہ افضلؒ

اس عنایت کا بھلا شکر ادا ہو کیسے
ہم پہ اللہ کا احسان ہیں خواجہ افضلؒ

مرتبہ عشقِ محمد میں ملا ہے ایسا
صفِ عشاق میں ذی شان ہیں خواجہ افضلؒ

حیدری فقر کے پھولوں سے بھرا ہے دامن
رحمتِ حق کا گلستان ہیں خواجہ افضلؒ

نسبتِ خواجۂ اجمیرؒ ملی ان کو سخیؔ
مسلکِ چشت کی پہچان ہیں خواجہ افضلؒ

پروفیسر سفیان سخیؔ

Marfat.com

از صد سخن پیرم یک نکته مرا یاد است
عالم نشود ویران تا میکده آباد است

Marfat.com